قد تبين الرشد من الغي

طالبانِ علم کا علمی وفکری مجلہ

ماہنامہ رُشد لاہور

ستمبر ۲۰۰۹ء

سرپرست

حافظ عبد الرحمن مدنی

قراءات نمبر (حصہ دوم)

إن هذا القرآن انزل على سبعة احرف كلها شاف كاف (بخاری)

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

پیشکش: کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ
رُشد
لاہور
طالبانِ علم کا علمی وفکری مجلّہ

حافظ احمد علی ارشد
0321-4340803

حافظ انس نضر مدنی
0321-8420106

ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
0333-4553988

حافظ نعیم الرحمن ناصف
0301-4781097

آئینہ رشد

قرآن مجید کا صوتی جمال اور اسلامی کلچر	محمد عطاء اللہ صدیقی	۴
حدیث وسنت		
نبی کریم ﷺ کی قراءات کا مجموعہ	امام ابو عمر حفص دوری	۱۴
حجیت قراءات		
قراءات متواترہ کی حجیت	حافظ ثناء اللہ مدنی	۲۹
قرآن مجید میں قراءتوں کا اختلاف	سید ابو الاعلیٰ مودودی	۴۵
قراءات متواترہ کا ثبوت اور انکارِ قراءات کا حکم	مولانا مبشر احمد ربانی	۵۴
قراءات متواترہ سبعہ وعشرہ [فسانہ یا حقیقت]	قاری حبیب میر محمدی	۶۰
جمع قرآن اور مصاحف عثمانیہ میں قراءات	علامہ علی خلف الحسینی	۸۳
متنوع قراءات کا ثبوت اور مصاحف عثمانیہ	نجم الصبیح تھانوی	۹۷
فتاویٰ جات		
آئمہ اسلاف اور عرب مفتیان کے فتاویٰ	قاری محمد مصطفیٰ راسخ	۱۰۶
حجیت قراءات......جمیع مکاتب فکر کا متفقہ فتویٰ	مولانا محمد اصغر	۱۲۴
معزز مفتیان کے تفصیلی فتاویٰ جات	مولانا محمد اصغر	۱۳۶
تاریخ قراءات		
اہل حدیث قراء کرام کے مشائخ عظام	قاری محمد ابو بکر عاصم	۱۹۰

زیرِ نگرانی/سرپرستی
شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری
شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم
شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی
شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی
شیخ القراء قاری محمد برخوردار سدیدی

معاونین
محمد مصطفیٰ راسخ ○ سمیع الرحمن
حافظ فہد اللہ ○ محمد اصغر
محمد شفیق کوکب ○ عمران حیدر
حافظ عبد اللہ ○ عمران اسلم

زرِ تعاون
خصوصی شمارہ ــــــ ۳۰۰
سالانہ ــــــ ۲۰۰

رابطہ دفتر
۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
5866476 / 5866396
Publisher
Hafiz Abdul Rehman Madani
Printer
Shirkat Printing Press, Lahore

آئینہ رشد

حدیث سبعة أحرف

سبعة أحرف سے کیا مراد ہے؟	ڈاکٹر عبد العزیز القاری	۲۱۶
حدیث سبعة أحرف متشابہات میں سے ہے؟	قاری محمد طاہر رحیمی	۲۴۳
حدیث سبعة أحرف اور اس کا مفہوم	قاری محمد إدریس العاصم	۲۵۹
احرف سبعہ اور ان کا مفہوم	پروفیسر قاری تاج افسر	۲۸۶
حدیث سبعة أحرف...... ایک جائزہ	علامہ محمد علی الضبّاع	۲۹۸

مباحث قراءات

قراءات کی حجیت، اہمیت اور امت کا تعامل	ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۳۰۸
تعارف علم القراءات...... اہم سوالات وجوابات	ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	۳۱۸
ضابطہ ثبوت قراءات کا تفصیلی جائزہ	ڈاکٹر عبد العزیز القاری	۳۶۲
قراءات قرآنیہ کی أساس...... تلقّی وسماع	قاری صہیب میر محمدی	۳۷۵

اعجاز قرآنی

احکام فقہ میں قراءات قرآنیہ کے اثرات	ڈاکٹر نبیل محمد ابراہیم	۳۹۸
علم تفسیر پر قراءات کے اثرات	قاری رشید احمد تھانوی	۴۱۲
رسم قرآنی کا اعجاز اور اس کے معانی پر اثرات	أستاذ محمد شملول مصری	۴۳۰

تحقیق وتنقید

نظریہ النحو القرآنی...... ایک تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر زکی الانصاری	۴۴۹
تواتر کا مفہوم اور ثبوت قرآن کا ضابطہ	محمد آصف ہارون	۴۷۸
نماز میں قراءات متواترہ کی تلاوت	قاری عبد الباسط منشاوی	۴۹۴
الحال والمرتحل...... شرعی حیثیت	قاری فتح محمد پانی پتی	۵۱۳
بین السورتین تکبیرات...... تحقیقی جائزہ	قاری محمد ابراہیم میر محمدی	۵۲۲
مروّجہ محافل قراءات...... ناقدانہ جائزہ	قاری حبیب اللہ	۵۳۹

انکار قراءات

استشراقی نظریہ ارتقاء اور قراءات قرآنیہ	فیروز شاہ کھگہ	۵۴۸
دفاع قراءات...... پیش لفظ اور خلاصۂ کتاب	قاری محمد طاہر رحیمی	۵۷۸
جمع قرآن...... پرویزی افکار کا جائزہ	مولانا عبد الرحمٰن کیلانی	۵۹۴

ماہنامہ
رشد
قراءات نمبر
(حصہ دوم)
صفحات ۹۳۶
قیمت ۳۰۰ روپے

ماہنامہ

رُشد

اشاعت خاص

آئینہ رشد

علومُ القراءات

علم الضّبط کا آغاز وارتقاء اور ممیزات	پروفیسر أحمد یار	۶۱۴
جدید قواعد املا پر کتابتِ مصحف کی ممانعت	علامہ علی الضبّاع	۶۳۶
رسم عثمانی کا التزام اور علمائے اُمت کی آراء	حافظ سمیع اللہ فراز	۶۴۷
علم وقف وابتداء...... تعارفی جائزہ	قاری حبیب الرحمٰن	۶۷۰

متفرقات

محدث قراء کرام	قاری محمد مصطفیٰ راسخ	۶۷۶
مفسر قراء کرام	قاری کلیم اللہ حیدر	۷۰۰
فقہائے احناف میں قراء کرام	حافظ عبد الوحید ساجد	۷۰۶
فقہائے مالکیہ میں قراء کرام	حافظ محمد عمر فاروقی	۷۰۸
فقہائے شافعیہ میں قراء کرام	محمد سلیم صادق	۷۱۱
فقہائے حنابلہ میں قراء کرام	محمد سلیم صادق	۷۱۴
نحوی ولغوی قراء کرام	حافظ عبد الوحید ساجد	۷۲۱
قدیم مؤلفین میں سے قراء کرام	محمد فاروق حسینوی	۷۳۴

انٹرویوز

مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی سے ملاقات	انٹرویو پینل	۷۵۶
قاری محمد ادریس العاصم سے ملاقات	انٹرویو پینل	۷۷۸

کتابیات

سابقہ ادوار میں لکھی گئیں کتب قراءات کا جائزہ	قاری محمد حسین	۷۹۳
جامعات میں تجوید وقراءات پر لکھے گئے مقالات	محمد شفیق کوکب	۸۲۱
علم قراءات سے متعلقہ مخطوطات......تعارف	زاہد حنیف	۸۲۵
کَشفُ الظُّنون میں کتب قراءات کا ایک جائزہ	ادارہ	۸۶۱

سیر وسوانح

امام ابو القاسم شاطبی	محمد عمران اسلم	۸۷۵
علامہ علی محمد الضبّاع	ڈاکٹر یاسر ابراہیم مزروعی	۸۸۹

ادارہ

اخبار الجامعہ	محمد عمران اسلم	۹۰۴
قراءات نمبر کے بارے میں تبصرے	حافظ محمد عبد اللہ	۹۰۷

اداریہ

قرآن مجید کا صوتی جمال اور اِسلامی کلچر

قرآن مجید کلام اللہ ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے خالق کائنات کا آخری سرچشمہ ہدایت اپنے صوتی اعجاز و جمال کے اعتبار سے بھی ایک نعمت مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی تلاوت خشیت الٰہی اور سوز دروں، قلبی سرور کا باعث اور ذوقِ سماعت کے لئے جمال آفریں ہے۔ قرآن مجید جلال و جمال کا عدیم النظیر اِمتزاج ہے۔ خداوندقدوس نے انسانوں کے حواسِ خمسہ کے لئے مختلف لذات اور نعمتوں کو پیدا کیا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے قرآن مجید میں حواسِ خمسہ کی تسکین وطمانیت اور روحانی الطاف کا بے بہا خزانہ موجود ہے۔ اس کو چھونے سے عجب تنزیہی اثرات ومحسوسات سے واسطہ پڑتا ہے۔

قرآن مجید کی عبارت بالخصوص خوبصورت خطاطی ایک ایسا دیدہ زیب آرٹ ہے جسے میں الہامی آرٹ (Divine) کا نام دینے کا میلان رکھتا ہوں۔ اس کو دیکھنے سے بصارت کو ایک تقدس سے بھرپور مشاہدہ عطا ہوتا ہے۔ اس کی تلاوت سے زبان عجب حلاوت، مٹھاس اور شیریں سخنی کے مزے لوٹتی ہے اور پھر اس کا سننا اہل ایمان کے لئے سامعہ نواز ہے۔ اس کا صوتی جمال روح و بدن میں سرشاری کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ قرآن مجید کے صوتی جمال سے مسحور قلوب کسی بھی غنا کی نغمگی سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔ یہ کوئی حسن مبالغہ نہیں ہے، یہ ایک ابدی حقیقت ہے جس کی شہادت انسان ہی نہیں کائنات کا ذرہ ذرہ دے سکتا ہے۔

قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اسی لئے یہ ایک فطری امر ہے کہ اس کا الوہی جلال اس کے صوتی جمال پر غالب ہے۔ مگر جس طرح خوف خدا ایک مومن کو حب الٰہی سے باز نہیں رکھتا بلکہ اہل تقویٰ ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کرنے والے ہوتے ہیں، اسی طرح قرآن مجید کے جاہ وجلال سے مسحور ومرعوب قلوب ہی اس کے صوتی اعجاز و جمال سے کماحقہ روحانی لطف حاصل کرسکتے ہیں۔

رسالت مآب ﷺ کی زبان اَقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ اہل ایمان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ کیوں نہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى﴾ یعنی 'وہ اپنی ہوائے نفس سے کچھ نہیں بولتے' سبحان اللہ کیا مقام اور شان ہے نبی مکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نطق مبارک سے نکلے ہوئے ہر حرف کو تقدس، پاکیزگی اور حسن و جمال عطا کردیا ہے۔ زیر بحث موضوع کے متعلق یہ حدیث پاک جب باصرہ نواز ہوئی تو راقم الحروف ایک جمالیاتی سرشاری کی کیفیت میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہ سکا، فرمایا:

«زينوا القرآن بأصواتكم» [سنن أبو دؤد:١٤٦٨، سنن بن ماجه:١٣٤٢]

''قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔''

جعفر شاہ پھلواری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"قرآن کو عمدہ آواز سے پڑھا کرو۔"

یہ بے حد جمال آفرین، وجد انگیز اور بلیغ جملہ ہے جو حضور ﷺ کی پاکیزہ زبان سے نکلا۔قرآن مجید جو جمال وجلال کا حسین پیکر ہے،اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اسے اپنی آوازوں سے آراستہ کرو۔قرآن مجید کے الوہی جلال سے جب صوت البشر کا جمال ملتا ہے تو اس کا تاثر اور ابلاغ آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے۔قرآن مجید کی خوبصورت آواز میں تلاوت نہ صرف پڑھنے والے کے قلب پر جمالیاتی اور ذوقی اثرات مرتب کرتی ہے، بلکہ سننے والے کے لئے بھی یہ صوتی جمال فردوس گوش ہوتا ہے۔خوبصورت قراءت کرنے والے کے تحت الشعور میں یہ بات ہو یا نہ ہو،مگر وہ اپنی آواز سے قرآن مجید کا جمال سامع کے قلب و ذہن پر منتقل کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت صادق مصدوق ارواحنا فداہ و صلاۃ اللہ علیہ کا دوسرا ارشاد بھی حرزِ جان بنانے کے لائق ہے، فرمایا:«لیس منا من لم یتغنّ بالقرآن» [صحیح لبخاري:۷۵۲۷]

"وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جو قرآن پڑھنے میں تغنی سے کام نہ لے۔"

وہ ذات اقدس جس پر قرآن مجید نازل ہوا،قرآن کے صوتی جمال سے کس قدر حظ اٹھاتی تھی،اس کا اندازہ بعض روایات سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:"رات میں تمہاری تلاوت قرآن سن رہا تھا،تمہیں تو لحن داؤدی عطا ہوا ہے۔" میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا (کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں) تو میں اور عمدگی سے پڑھتا۔"[صحیح بن حبان:۷۱۵۳]

قرآن مجید میں جہاں جنتیوں کے لئے دیگر برکات وانعامات کا ذکر ہے وہاں اس کے صوتی جمال کی نعمت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ذرا غور فرمایئے:ارشاد ربانی ہے۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ﴾ [لزخرف:۷۰]

"تم اور تمہارے ازواج جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہیں نغمے سنائے جائیں گے۔"

جنت میں جہاں باغ و بہار، روانی انہار، شادابی اشجار، لؤلؤ و مرجان اور حور و قصور ہوں گے وہاں مسرور کن پاکیزہ نغمے بھی فردوس گوش ہوں گے۔کیا بعید ہے کہ تحبرون سے مراد قرآن مجید کے صوتی جمال سے تواضع مراد ہو کہ اس دنیا میں جن خوش بخت اَرواح نے قرآن کے حسن و جمال کو اپنی غذا بنا لیا ہے وہ کسی اور نغمے کے طالب کیونکر ہو سکتے ہیں؟

تلاوت قرآن سے اہل ایمان اور اصحاب علم پر جو تاثر وارد ہوتا ہے خود قرآن مجید نے اس کا ذکر درج ذیل آیت میں کیا ہے:

﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾[لزمر:۲۳]

"اس (قرآن) سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے قلوب و اجسام اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔"

سورۃ بنی اسرائیل میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾[بنی إسرئیل:۱۰۷۔۱۰۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’جن لوگوں کو اس سے قبل علم دیا گیا ہے جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ (قرآن) ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔‘‘

آغاز اسلام ہی سے قرآن مجید کے فنی جمال اور سحر نے انسانوں کے دلوں کو مسخر کیا۔امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب میں نے قرآن سنا تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی، میں رونے لگ گیا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔‘‘

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے کہا:’’یہ کلام کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔‘‘

ولید بن مغیرہ قرآن مجید کا منکر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا مگر اس کے باوجود وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوا:

’’بخدا قرآن میں شیرینی پائی جاتی ہے۔یہ تروتازہ کلام ہے۔یہ ہر چیز کو مغلوب کرلیتا ہے۔یہ سب سے ارفع واعلیٰ ہے اور کوئی چیز بھی اس سے بلند تر نہیں۔قرآن میں جادو کا اثر پایا جاتا ہے۔تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ ایک آدمی کو اس کے احباب واعزہ سے جدا کردیتا ہے۔‘‘ [قرآن مجید کے فنی محاسن،ص ۵۶]

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنے محبوب پیغمبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم «زينو القرآن بأصواتكم» کو حرزِ جان بنا لیا۔انہوں نے نہ صرف قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کیا بلکہ اپنے دلوں کو سماع قرآن کی لذتوں، چاشنیوں اور حلاوتوں کا گرویدہ بنا لیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی ہی میں صحابہ نے قرآن کے صوتی آہنگ ظاہری اور باطنی حسن میں تدبر سے کام لینا شروع کردیا تھا۔وہ قرآن کے بعد ہر طرح کی غناء سے مستغنی ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نہ صرف قرآن کے حفاظ پر مبنی تھی بلکہ بہت سے صحابہ کو خدا نے لحن داؤدی اور حسن جدت بھی عطا فرمایا تھا جسے وہ قرآن کے صوتی جمال کو فن کا درجہ دینے کے لئے استعمال میں لائے۔

ہمیں ان علماء اور قرآنیات کی ماہرین سے اتفاق ہے جن کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن صرف نازل نہیں کیا گیا بلکہ جبریل علیہ السلام نے عملاً اس کی قراءت بھی سکھائی۔ان کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کے نزول اور اس کی قراءت دونوں کا اہتمام فرمایا وہ اپنی اس رائے کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت کو قرار دیتے ہیں۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾

’’اس کو جلدی جلدی سیکھ لینے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہیں تو اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔‘‘ [لقیامۃ:۱۶۔۱۹]

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ (م۸۳۳ھ) قرآنی علوم اور فن قراءت کے معروف مؤرخ ومحقق ہیں۔قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے انہوں نے استنباط فرمایا ہے کہ فن قراءت وتجوید منزل من اللہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کے معانی ومعارف کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ انہیں قرآن مجید کی قراءت کی بھی تعلیم دی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم قراءت سے فیض یاب فرمایا تھا اور عام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تھا کہ ان سے قرآن سیکھو۔یہ چار صحابہ عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ حذیفہ، معاذ ابن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے قراءت سیکھی ہی نہیں بلکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قرآن سنایا بھی تھا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے طبقات القراء میں سات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جو استاذ القراءت تھے، یعنی عثمان غنی، علی ابن ابی طالب، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، ابوالدرداء اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کی بڑی تعداد نے علم قراءت حاصل کیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عہد تابعین میں ہی قراءت کے اندر اختصاص کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہ وہ دور تھا کہ جب قراءت کو ایک مستقل علم یا فن کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا۔ اس دور کے فوراً بعد ہی علماء کی ایک کثیر تعداد فن قراءت کے ائمہ رحمہم اللہ اور اَساطین کی صورت میں سامنے آئی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ، دمشق، کوفہ و بغداد میں فن قراءت خوب پھیلا۔ اس دور کے جن ائمہ قراءت کو شہرت دوام ملی ان میں نافع بن نعیم، عبداللہ ابن کثیر، عبداللہ بن عامر، ابوعمرو بن العلاء، ابوبکر عاصم، علی بن حمزہ الکسائی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قراءتِ سبعہ کے راویوں میں امام نافع رحمہ اللہ کے دو شاگردوں قالون اور ورش کی روایتوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت کی روایت کرنے والوں میں قنبل اور بزی زیادہ مشہور ہوئے۔ ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ابوعمر اور حفص بن عمر ہیں جن کے نام سے روایت حفص آج بھی مقبول ہے۔ ان ائمہ کے بکثرت تلامذہ عالم اسلام میں پھیل گئے اور علم قراءت کو شہرت و مقبولیت کے بام عروج پر پہنچا دیا۔ فن قراءت کے بغیر اسلامی کلچر نا قابل تصور تھا۔

اسلامی دنیا کے اَساتذہ قراءت نے فن قراءت کے اصول وضوابط مقرر کئے، قراءت کی تدوین وتہذیب کی، صحیح، مشہور اور شاذ قراءت کے اُصول و اَرکان مقرر کئے، بڑی محنت سے روایات قراءت کو جمع کیا اور انہیں کتابی شکل دی۔ محمد سعود عالم قاسمی کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے فن قراءت پر جس عالم نے کتاب لکھی وہ امام کسائی رحمہ اللہ (م۱۸۹ھ) ہیں اور ان کے بعد عبید بن قاسم بن سلام رحمہ اللہ (م۲۲۴ھ) ہیں۔ محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے ابن سلام رحمہ اللہ کو پہلا معتبر مصنف قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنی معروف کتاب النشر فی القراءت العشر میں اپنے پیشروؤں کی ۵۷ کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ سعود عالم قاسمی نے 'فن قراءت کا ارتقاء' میں تیسری صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک فن قراءت اور علماء قراءت پر لکھی جانے والی کتابوں کی اجمالی فہرست پیش کی ہے۔ یہ 'اجمالی' فہرست بھی سینکڑوں قابل قدر کتب پر مشتمل ہے۔ درجنوں کتب کا نام 'کتاب القراءت' دیا گیا ہے۔ علم قراءت پر بیشتر کتابیں نثر میں ہیں جب کہ بعض کتابیں منظوم ہیں۔ منظوم کتابوں میں مشہور ترین 'قصیدہ شاطبیہ' ہے۔

علم قراءت کو آگے بڑھانے میں جن اَساطین نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ ان کی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کرنے کے لئے بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ میرے پیش نظر جو مواد اس وقت ہے، اس کی روشنی میں صرف تین شخصیات کے مختصر تعارف پر اکتفا کروں گا۔ امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ کو مسلم اندلس میں علم قراءت میں جو شہرت ملی، وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہ آئی۔ 'دانیہ' اندلس کا ایک مشہور شہر علم قراءت وتجوید کا اہم مرکز تھا۔ یہ اس شہر کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے فن قراءت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں التیسیر فی القراءت السبع اور طبقات القراء بے حد معروف ہیں، انہوں نے ۴۴۴ھ میں دانیہ میں انتقال فرمایا۔ دوسرے قصیدہ شاطبیہ کے مصنف امام شاطبی رحمہ اللہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاطبہ بھی مشرقی اندلس کا ایک شہر ہے، امام صاحب کی پیدائش ۵۲۸ھ میں ہوئی۔ ۵۸۹ھ میں شاطبی رحمہ اللہ نے بیت المقدس میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ سے ملاقات کی تھی۔ تیسرے امام جزری رحمہ اللہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے بعد فن تجوید وقراءت میں جو بلند مقام آپ کو حاصل ہے وہ بلا شبہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے بعد اس فن پر آپ کی کوئی نظیر اب تک پیدا نہیں ہوئی۔ علامہ جزری رحمہ اللہ ۷۵۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علم تجوید وقراءت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور وہاں کے علمائے وقت سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ نے مصر، شام اور ارض روم میں قراءت کی تدریس کی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ کو تیمور لنگ اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ سمرقند میں تین برس تک تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو فن تجوید وقراءت کا امام تسلیم کیا گیا۔ دیگر علوم حدیث وتفسیر اور فقہ وفتاویٰ کے اندر بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ آپ نے متعدد علوم پر کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی کتابوں کا تحقیقی مرتبہ بہت بلند ہے۔ فن قراءت پر ان کی معرکۃ الاراء کتابوں میں 'النشر فی القراءات العشر' اور 'المقدمۃ الجزریۃ' کے پایہ کی کتب آج تک نہیں لکھی گئیں۔ اس مضمون کا مرکزی خیال اجازت نہیں دیتا کہ فن قراءت کے ارتقاء اور مجودین واساتذہ قراءت کی خدمات پر مزید کچھ لکھا جائے۔

قارئین کرام! مجھے اس مضمون کے مرکزی خیال یعنی 'قرآن کا صوتی جمال اور اسلامی کلچر' کے متعلق رجوع کی اجازت دیجئے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس اہم موضوع پر بوجوہ اب تک توجہ نہیں دی گئی۔ قرآن مجید کی تلاوت کو سیکولر اور مذہبی طبقات دونوں ایک مذہبی فریضہ کی ادائیگی اور ثواب کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس گانا اور سیکولر موسیقی کی دیگر صورتوں کو کلچرل سرگرمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شاید قوالی کو ثقافتی اور شاید مذہبی عمل تصور کیا جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں جس کی نظریاتی اساس ہی اسلام ہے، اس طرح کے تصورات کو قبول کیا جاسکتا ہے؟ اگر خالصتاً اُصولی بحث کا معاملہ ہو تو سرے سے یہ بات قابل بحث ہی نہیں ہونی چاہئے، مگر ہمارے معاشرے پر لادینی مغرب کے تصور ثقافت کے اثرات اس قدر گہرے ہیں کہ ہم اس سے باہر نکلنے کو دشوار سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر اجمل جالبی، سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی پاکستان کے اہل دانش میں شمار ہوتے ہیں۔ ادب وثقافت کے موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب 'پاکستانی کلچر' میں ایک نہایت دانش مندانہ بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مذہب، کلچر کی سطح پر آئے بغیر ایک علم کتابی ہے، فلسفۂ اخلاق کا آدرش ہے اور بس۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ زندگی میں عملاً برتنے کے بغیر مذہب کے آدرشی نظام کی آدرشی شکل باقی رہی ہو۔ زندگی سے پورا رشتہ ناطہ قائم رکھنے کے لئے مذہب کی یہی تہذیبی شکل اصل وحقیقی شکل ہے۔'' [ص ۱۳۴]

یورپ میں چرچ اور ریاست کی طویل کشمکش سے پہلے پوری انسانی تاریخ مذہب اور کلچر کے درمیان تفریق کا وجود نہیں ملتا۔ قدیم زمانے میں افراد کے باہمی تعلق کا معاملہ ہو یا ریاست اور شہریوں کے درمیان تعلق کی بات ہو، ان کے رہن سہن اور معاشرت کی کوئی شکل یا اخلاقیات کے دائرے، سب اُمور مذہب کی میزان پر تولے جاتے تھے۔ بادشاہ یا عوام کے وہ اعمال جس کی مذہب کی طرف سے اجازت نہ تھی، ہمیشہ گناہ تصور کئے جاتے تھے۔ مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معاشرے کی اہم سرگرمیاں جنہیں آج ثقافت کا نام دیا جاتا ہے، روم و یونان کی تہذیبوں میں انہیں مذہبی سرگرمیاں شمار کیا جاتا تھا۔مثلاً رقص، موسیقی، شاعری، تھیٹر وغیرہ۔ ہندو معاشرے میں آج بھی یہ سرگرمیاں ہندوؤں کے مذہبی اعمال کا درجہ رکھتی ہیں۔ اصل کشمکش ان معاشروں میں پیدا کی گئی ہے جہاں الہامی مذاہب نے تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ہماری مراد یہودیت، عیسائیت اور اسلام سے ہے۔

یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک درحقیقت ان علوم وفنون اور تہذیبی اقدار کے احیاء کی تحریک تھی جن کی جڑیں روم و یونان کی تہذیبوں میں تھیں جنھیں مسیحی چرچ کافرانہ تہذیبوں کا نام دیتا آیا تھا۔ یورپ میں بظاہر تصادم چرچ اور ریاست میں تھا، لیکن گہرائی میں جاکر دیکھا جائے تو یہ جنگ 'وحی اور عقل' یا مذہب اور لادینیت کے درمیان تھی۔ یہ درحقیقت اقتدار کو مذہبی قانون کے اثرات سے نکال کر عقلی قانون کے تابع کرنے کی لڑائی تھی۔ رفتہ رفتہ عیسائیت کو ایوان اقتدار سے بے دخل کرکے چرچ کی دیواروں تک محدود کردیا گیا اور مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ٹھہرا۔ ریاست ہر طرح کا سیکولر قانون بنانے میں آزاد ہوگئی۔ ہمارے ہاں کا لادین اور مذہب بیزار طبقہ واضح طور اسلام کے مقابلے میں آنے کی جرأت تو نہیں کرتا، مگر اس نے حکمت عملی اور ہتھیار کے طور پر 'کلچر' کو آگے کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ سرگرمی جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، اُسے ثقافتی سرگرمی کا تقدس عطا کرکے جائز قرار دے دیا جاتا ہے۔

دورِ حاضر میں موسیقی کو کسی بھی قوم کے کلچر کا مرغوب ترین عنصر گردانا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے برقیاتی ذرائع ابلاغ میں موسیقی اور رقص وسرود کو جو اہمیت دی جاتی ہے، اس سے ہر شخص واقف ہے۔ موسیقی کو مسلمانوں کے لیے 'روح کی غذا' بناکر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے مسلمان راگ پسندوں کی اس شیطانی فکر کو بالعموم قبول کرلیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مروجہ موسیقی 'روح کی غذا نہیں' یہ نفس کی غذا ہے۔ قرآن مجید کے تخلیق ارواح کے تصور کے مطابق جب عالم عدم میں اَرواح تخلیق کی گئیں تو خالق کائنات نے سوال کیا: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ارواح نے جواب دیا: ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ کہا 'ہاں ضرور'۔

سیکولر موسیقی روحانی پاکیزگی کو سفلی جذبات سے مملو کرکے روح کو اپنے رب سے دور کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمان کے لیے روح کی غذا نہیں ہوسکتی۔ پاکستان میں ریڈیو، ٹیلی وژن اور دیگر ذرائع ابلاغ جو موسیقی پیش کررہے ہیں، اس کا سرچشمہ ہندو کلچر اور یونانی تہذیب ہیں۔ "ألست بربکم" اور "قالوا بلیٰ" کے ترانوں کی ابدی نغمگی سے سرشار روحوں کے لیے سیکولر موسیقی روح کی غذا نہیں بلکہ روح کے لیے فساد اور تخریب کا باعث بنتی ہے۔

شیریں آواز بلا شبہ خدا کی نعمت ہے۔ کسی بلند وبالا پہاڑ سے اترتی آبشار کا مسرور کن نغمہ ہو یا کسی گلے سے بلند ہونے والی شیریں اور مترنم آواز، یہ کانوں کی راہ سے گذر کر دل میں جب اترتی ہے تو انبساط اور نشاط کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک داعیہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم سیکولر موسیقی سے کانوں کو محفوظ رکھنے کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پیش نظر کوئی اس کا متبادل بھی ہے جسے تجویز کیا جاسکے۔ بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بہترین متبادل قرآن پاک کا 'صوتی جمال' ہے۔

دہلی کے ایک معروف سکالر اور قرآنیات کے ماہر مولانا فاروق احمد خان اپنے مضمون 'قرآن کا صوتی اعجاز' میں بے حد خوبصورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’قرآن ایک عظیم کلام ہے اسکے اعجاز و حکمت کا اِحاطہ ممکن نہیں ہے۔ مختلف اَوصاف اور خوبیوں کے علاوہ قرآن کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ اسمیں ایک عجیب قسم کا صوتی حسن و جمال اور آہنگ پایا جاتا ہے۔ یہ حسن و جمال قرآن کا اپنا اعجاز ہے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ دلکش ہے۔ اسکی ہر ایک آیت سے ایک نغمہ پھوٹتا نظر آتا ہے جس سے ہمارے اِحساسات و جذبات ہی مترنم نہیں ہوتے بلکہ اسکے سبب کائنات کی پوری فضا ترنم سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ قرآن اوزان و قوافی اور شاعری کی عام قیود سے آزاد اور ہر طرح کے تصنع و تکلف سے پاک ہے۔ اس کے باوجود اسکی ہر آیت میں کچھ ایسا داخلی ترنم پایا جاتا ہے جس کے مقابلے میں سارے ہی ارضی نغمات پھیکے اور بے کیف معلوم ہوتے ہیں۔‘‘

قرآن مجید کے صوتی جمال سے مسحور مسلمان تو کروڑوں میں ہوں گے، مگر بعض غیر مسلم مستشرقین اور دانشوروں نے بھی بے حد کھلے دل سے اس کے جمال کی تعریف کی ہے۔ اے۔ جے آربری (A.J.Arberry) غالباً بیسویں صدی کے سب سے بڑے مستشرق ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید پر بہت وقیع کام کیا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

’’میں جب بھی قرآن کی قراءت سنتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا نغمہ سن رہا ہوں۔ اس شیریں نغمہ کی تہہ میں مسلسل ایک دھن سنائی دیتی ہے، جو میرے دل کی دھڑکن کی طرح ہوتی ہے۔‘‘

ایک ہندو مصنف شیو کے کمار نے اپنے ایک مقالے میں کھلے دل سے قرآن کی موسیقیت اور نغمگی کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ عالم اسلام کے عظیم محقق تھے، طویل عرصہ فرانس میں رہے، حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ وہ اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

’’قرآن نثر میں ہے لیکن دلکشی اس میں شعر کی ہے۔ اس کی عبارت میں کہیں ایک حرف کی بھی کمی یا بیشی ہوجائے تو اس کی روانی میں اس طرح کا نقص پیدا ہوجائے گا جیسے کسی مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے۔‘‘ [قرآن کریم کا صوتی اعجاز]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالبَصَرَ وَالفُؤَادَ كُلُّ اولئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً﴾ [لاسر ء:۳۶]

یعنی ’’کان، آنکھ، دل، ہر ایک سے متعلق باز پرس ہوگی۔‘‘

اس آیتِ مبارکہ میں کانوں سے سنی جانے والی ہر بات کی جواب دہی اور احتساب کا تصور ایک مسلمان کا سکون برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔

رقص و نغمہ، غنا و موسیقی، گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی کی حرمت کے بارے میں رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو جاننے کے بعد ایک مومن کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ٹی وی پر یا کسی محفل موسیقی میں کوئی گانا سنے اور فسق و معصیت کے اِحساس کے زیر بار نہ ہو۔ آج کل بسوں میں موسیقی چلانے کا رواج عام ہے، اہل ایمان ایسے اسفار میں شدید ذہنی کرب اور روحانی تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ تلاوت قرآن اور اس کے صوتی جمال کے احساس کو اگر معاشرے میں عام کردیا جائے تو سیکولر موسیقی کی قباحتوں سے بچتے ہوئے ذوق سلیم کی تسکین کا سامان کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ہاں حالیہ برسوں میں ایک اور بیہودگی فتنہ کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ ہمارے سیکولر دانشور اور اہل قلم اخبارات اور ٹیلی ویژن پر مغنی اور مغنیات کے متعلق بے حد مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جس سے معاشرے میں گانے والوں اور کنجر کلچر کے خلاف نفرت کے جذبات کم ہورہے ہیں۔

فلمی اوباشی میں شہرت رکھنے والے افسانہ نویس منٹو نے اپنے خاکے ’نور جہاں، سرور جہاں‘ میں ان الفاظ میں نور جہاں کو ’خراجِ تحسین‘ بخشا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''نہیں۔تم کچھ نہیں جانتے منٹو! یہ نور ہے،نور جہاں ہے،سرور جہاں ہے،خدا کی قسم ایسی آواز پائی ہے کہ بہشت میں خوش الحان حور سنے تو اسے سیندور کھلانے کے لیے زمین پر اتر آئے۔''

ایک اور فیچر نگار نور جہاں کی موت پر اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتا ہے:

''اللہ رکھی سے نور جہاں بن کر دنیا بھر میں روشنی پھیلانے والے نور جہاں جیسے انسان دنیا میں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔اب اس دنیا کو صدیوں تک کسی اور نور جہاں کا انتظار کرنا ہوگا۔'' [روزنامہ جنگ]

ایک لہوولعب،فسق و فجور،گانے بجانے اور جنسی آوارگی کا شکار عورت کو 'نور' صرف وہی ادیب لکھ سکتے ہیں جن کے قلوب الحاد و زندیقیت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔یہ وہ بدبخت طائفہ ادباء ہے جس کو قرآن کا نور تو کبھی نظر نہیں آیا،البتہ غناء اور موسیقی کے فتور کو ہی 'نور' سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

اللہ کی کتاب قرآن مجید کے صوتی حسن و جمال کا موازنہ سیکولر موسیقی سے کرنا ہمارے نزدیک ناپسندیدہ امر ہے۔مگر یہاں موضوع کی مناسبت سے فن قراءت اور فن موسیقی کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے راقم اپنے مضمون 'نور جہاں،فتور جہاں' کے اس حصے کو یہاں پر نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں سمجھتا۔

سعادت حسن منٹو 'نور جہاں' کے فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مجھے اس کی شکل وصورت میں ایسی کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔ایک فقط اس کی آواز،مرکیاں اتنی واضح،کھرج اتنا ہموار،پنچم اتنا نوکیلا۔میں نے سوچا یہ لڑکی چاہے تو گھنٹوں ایک سُر پر کھڑی رہ سکتی ہے،اسی طرح جس طرح بازی گر تنے ہوئے رسے پر بغیر کسی لغزش کے کھڑے رہتے ہیں۔''

یہ غالباً خوبصورت ترین جملے ہیں جو اُردو زبان میں لکھنے والے کسی ادیب نے کسی بھی مغنیہ کی تعریف میں ادا کئے ہیں۔مگر اے کاش فلمی اسٹوڈیو میں عمر گنوا دینے والا جمال پرست،فحش نگار منٹو اگر کم سن قاری جواد فروغی کو کبھی سن لیتا تو اُسے قلم پھینکنا پڑتا،کیونکہ اس کے خداداد صوتی جمال کو لفظوں کے پیکر عطا کرنا ممکن نہیں ہے۔

''یہ جواد فروغی کون ہے؟ جواد سرزمین ایران میں جنم لینے والا وہ نوجوان تھا جس نے بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید کی قراءت کے ذریعے کروڑوں سننے والوں کو تڑپا کر رکھ دیا۔وہ جب اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر تلاوت قرآن پاک کرتا تو اس کے گھر کے سامنے سننے والوں کے رش کی وجہ سے ٹریفک جام ہوجاتی۔وہ جب ایک لمبے سانس میں بے حد وجدانی آواز میں کئی آیات کی تلاوت کرنے کے بعد وقفہ کرتا تو سننے والے اپنے آپ میں نہ رہتے اور کافی دیر تک فضا ''واہ واہ،سبحان اللہ'' کے وجدانی نعروں سے گونجتی رہتی۔قلبی قساوت کے شکار سامعین کی آنکھیں بھی فورِ جذبات سے چھم چھم ہوجاتیں۔ایسے سریلے لحن،ملکوتی گونج سن کر گمان ہوتا کہ اس نوجوان کے گلے میں نور برس رہا ہے۔قرآن مجید ایک نور ہے جواد فروغی کی سحر انگیز آواز میں اس کی قراءت 'نور علی نور' محسوس ہوتی تھی۔'' [محدث: جنوری ۲۰۰۱ء]

عالم اسلام میں اس وقت سعودی عرب،ایران اور مصر میں فن قراءت یعنی قرآن مجید کے صوتی جمال کے فروغ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔سعودی عرب میں فن قراءت پر پی ایچ ڈی کرنے والے افراد سینکڑوں مل جائیں گے۔قاری ایوب،قاری سعود الشریم،قاری عبدالرحمٰن السدیس حفظہم اللہ کی آواز میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کا سیٹ مل جاتا ہے۔وہاں قراء حضرات اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں،بعض کا مرتبہ وزراء کے برابر ہے۔آج سے دو برس قبل قاری عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ حکومت پاکستان کی خصوصی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تو انہیں ریاست کے سربراہ کا پروٹوکول دیا گیا۔حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کے توسط سے راقم الحروف بھی اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ان کی ملاقات سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشرف یاب ہوا۔ مصر کی حکومت اگرچہ سیکولر ہے، لیکن وہاں قراءت وتلاوت کو کلچر کے بلند ترین مقام پر رکھا جاتا ہے۔ قاری عبدالباسط مصری رحمہ اللہ شہرہ آفاق قاری ہیں۔ اس طرح مصر کے قاری صدیق المنشاوی اور قاری عنتر سعید رحمہما اللہ نے فن قراءت میں قابل رشک مقام حاصل کیا۔

گذشتہ چند برسوں میں ایرانی حکومت نے فن قراءت کو فروغ دینے میں بہت دلچسپی لی ہے۔ ان کی سرکاری تقریبات میں قرآن مجید کی قراءت خصوصیت سے کی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی محافل میں روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای، صدر احمدی نژاد اور دیگر رؤسائے حکومت بنفس نفیس شریک ہوتے ہیں۔ ایران غالباً واحد ملک ہے جس کے قراء سرکاری خرچ پر ہر سال ماہ رمضان میں مختلف مسلمان ملکوں کا دورہ کرتے ہیں۔ گذشتہ برسوں میں یہ وفد پاکستان کا تواتر سے دورہ کرتا رہا ہے۔ ۶/اکتوبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۴ رمضان المبارک کو راقم الحروف نے 'شب نورِ قرآن' کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں قاری احمد میاں تھانوی حفظہ اللہ صاحب کے علاوہ لاہور کے معروف قراء بھی شریک ہوئے، اس تقریب میں خانۂ فرہنگ ایران کے تعاون سے ایرانی قراء کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

افسوس کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن مجید کے صوتی جمال اور فن قراءت کے فروغ و اشاعت کے لیے کوئی قابل ذکر سرگرمی نظر نہیں آتی۔ عوام کے فنڈ سے قائم ہونے والی آرٹس کونسلوں میں موسیقی کی فحش اور بے ہودہ تقاریب تو منعقد کرائی جاتی ہیں، مگر اس کے دین بیزار منتظم اسلامی کلچر کی اہم ترین مظہر 'فن قراءت' کو آگے بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ حکومتی سرپرستی کے اس فقدان کی وجہ سے عوام قرآن مجید کے صوتی جمال سے کماحقہ محظوظ نہیں ہو پاتے۔

مذہب اور ثقافت کے درمیان باہمی رشتے پر یہاں تفصیلی ذکر کی گنجائش نہیں ہے، لیکن پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کا خاتمہ اس اہم فکری تصور پر کیا جائے۔

ہمارے خیال میں کلچر معاشرے کے مجموعی طرزِ عمل کا نام بھی ہے اور اس مجموعی طرز عمل کی تشکیل میں مرکزی کردار اس کے داخلی عناصر یعنی عقائد، فکری اَساس اور مذہبی سوچ ادا کرتے ہیں، خارجی عناصر کی شکل وصورت بنانے میں بھی باطنی عناصر کا کردار اہم ہے۔

دین ایک برتر تصور ہے جو ثقافت کی حدود اور اس کے دائروں کا تعین کرتا ہے۔ اس اعتبار سے مذہب کا منصب ثقافت گری بھی ہے۔ اسلام محض ثقافت نہیں بلکہ 'دینی ثقافت' کا تصور پیش کرتا ہے جو دین و دنیا کے تمام امور کا احاطہ کرتی ہے۔ مذہب کو ثقافت کے مقابلے میں برتر مقام دینے کی بنیادی وجہ اس کا احکام الٰہی پر مبنی ہونا ہے۔

اسلام چونکہ اَبدی دین ہے، اس میں آنے والے انسانوں کے لیے بھی ضابطۂ حیات موجود ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنا الگ ثقافتی نصب العین بھی پیش کیا۔ آفاقی دین کی حیثیت سے اسلام نے تمام دنیا کے انسانوں کے لیے نظام معاشرت وثقافت تجویز فرمایا۔

اگر ہم اسلام کو انسانی زندگی کے لیے مکمل نظام حیات سمجھتے ہیں، اگر ہم اسلام کو ثقافت کے باطنی و خارجی عناصر کا محوری نکتہ سمجھتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کلچر کے تمام مظاہر کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالیں۔ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی قومی زندگی میں اسلام اور کلچر کے درمیان جہاں کہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف یا تصادم دیکھیں، وہاں اسلام کو محکم اور فیصلہ کن قوت تسلیم کریں۔ اگر ہمارا یہی رویہ بن جائے تو تب ہماری قومی ثقافت صحیح معنوں میں اسلامی ثقافت کی صورت میں تشکیل پذیر ہوگی۔ وما علینا إلا البلاغ

نوٹ: یہ مضمون راقم نے ماہنامہ 'رُشد' کی 'سبعہ احرف' کے متعلق خصوصی اشاعت کے لیے تحریر کیا ہے۔ گذشتہ ایک سال سے تصنیف و تالیف کا کام تقریباً چھوڑ رکھا تھا۔ پیشہ وارانہ مصروفیات، جسمانی اضمحلال اور عدم حضوری کی وجہ سے ذہنی یکسوئی میسر نہیں تھی۔ اسی لیے جب حافظ حمزہ مدنی (جو چند روز پہلے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں) مدیر 'رُشد' نے اس خصوصی اشاعت کے لیے حصہ ڈالنے کے لیے کہا تو میں نے معذرت کر لی۔ 'سبعہ احرف' کے متعلق مجھے علمی تحقیق کا موقع کم ہی ملا ہے۔ ان کا اصرار جاری رہا۔ ان کا خیال تھا کہ 'رُشد' کی خصوصی اشاعت کے حصہ دوم کا اداریہ راقم ہی تحریر کرے۔ حافظ حمزہ مدنی کا پُرخلوص اصرار ایسا نہ تھا کہ کالاً انکار کر دیا جاتا۔ اس موضوع پر نئے سرے سے مواد دیکھنا شروع کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حمزہ مدنی نے ماہنامہ 'الاشرف' کراچی کی تجوید و قراءت پر خصوصی شمارہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی جمال القرآن اور سید قطب رحمہ اللہ کی 'قرآن مجید کے فنی محاسن' بھجوائی، میں اس سلسلے میں ان کے تعاون کا شکر گزار ہوں۔ [محمد عطاء اللہ صدیقی]

حوالہ جات

نوٹ: مذکورہ بالا مضمون کی تحریر کے دوران حسب ذیل کتب پیش نظر رہیں۔

① اسلام اور موسیقی۔ از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
② اسلام اور موسیقی از مفتی محمد شفیع، ادارہ دارالاسلامیات، لاہور
③ اسلام اور قوالی از مفتی حفیظ الرحمٰن، المکتبۃ العلمیہ ضلع مانسہرہ، صوبہ سرحد (پاکستان)
④ قرآن مجید کے فنی محاسن از سید قطب شہید، ترجمہ از غلام احمد حریری، فیصل اسلامک ریسرچ سنٹر، فیصل آباد
⑤ جمال القرآن از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ کتب طاہریہ، ملتان
⑥ الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ پروفیسر محمد رفیق چوہدری۔
⑦ بسنت، اسلامی ثقافت اور پاکستان از محمد عطاء اللہ صدیقی، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور
⑧ جریدہ 'الاشراف' کراچی، خصوصی اشاعت، فروری تا جولائی ۲۰۰۰ء

بالخصوص درج ذیل مضامین:

❶ فن قراءت کا ارتقاء از محمد سعود عالم قاسمی
❷ قرآن کریم کا صوتی اعجاز از مولانا محمد فاروق خان
❸ امام دانی اور علم قراءات از ڈاکٹر عبدالعلیم
❹ امام شاطبی اور علم قراءات از مولانا اسد اللہ
❺ امام جزری اور علم قراءات از مولانا محمد ارشد
❻ علم تجوید، ایک تعارف از ڈاکٹر محمود غازی
❼ جدید صوتیات اور علم تجوید از ڈاکٹر خلیل احمد
❽ ہندوستان میں علم قراءات از مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی
❾ قرآن کے سات حروف از مولانا محمد تقی عثمانی
❿ نور جہاں، فتور جہاں از محمد عطاء اللہ صدیقی (راقم مضمون) شائع شدہ 'محدث' جنوری ۲۰۰۱ء
⓫ 'پاکستانی کلچر' از ڈاکٹر جمیل احمد جالبی، سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوعمر حفص الدوری*
مترجم: مرزا عمران حیدر**

نبی کریم ﷺ کی قراءات کا مجموعہ

اس سلسلہ کا ایک مضمون پچھلے شمارہ علم قراءات نمبر (حصہ اوّل) میں بھی پیش کیا جاچکا ہے۔ زیر نظر تحریر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ امام دوری رحمہ اللہ کی اس کتاب کو جہاں بعض علماء کے بقول فن قراءات میں تصنیف اوّل ہونے کا مقام حاصل ہے، وہیں اِمتیازی پہلو سے اس کا موضوع بھی انتہائی مفید ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تلاوت اور 'اختیارِ قراء ت' کی تعیین کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ صاحب کتاب امام ابوعمر حفص بن عمر دوری رحمہ اللہ اَئمہ عشرہ کے ۲۰ رمعروف تلامذہ میں سے ایک ہیں، جن کی روایت عصر حاضر میں بھی سوڈان، صومالیہ اور دیگر کئی ممالک میں معمول ومقروء ہے۔ فاضل مترجم نے کتاب میں موجود ۱۳۶ روایات میں سے کل ۴۲ اَحادیث کا انتخاب قارئین رشد کے لیے پیش فرمایا ہے، جن کا برصغیر پاک و ہند میں مروّجہ روایت حفص سے پڑھنے کے انداز میں فرق پایا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب امام دوری رحمہ اللہ کی اپنے اَساتذہ سے ذاتی روایت ہے، چنانچہ بعض ایسی اَحادیث بھی شاملِ کتاب ہیں جن کا مخرج صرف یہی کتاب ہے۔ اس کتاب کی تخریج وتحقیق کے سلسلہ میں ہم نے دو محققین کے کیے گئے کام سے استفادہ کرکے حوالہ جات کی تکمیل کی ہے۔ ان میں سے ایک تحقیقی کاوش تو جمہوریہ مصر کے حالیہ شیخ القاری ڈاکٹر محمد عیسیٰ المعْصراوی حفظہ اللہ کی ہے، جب کہ دوسری تحقیق شیخ زید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء حفظہ اللہ نے فرمائی ہے۔

ماہنامہ 'رشد' میں شائع شدہ ان مضامین کے ضمن میں بطورِ خاص واضح رہے کہ قراءاتِ قرآنیہ چونکہ خبر متواتر اور قطعی الثبوت ذریعہ سے ثابت ہیں اور اُمت کا انہیں بالاتفاق قبول کرنا ہی ان کے قرآن ہونے کی قطعی اور حتمی دلیل ہے، چنانچہ انہیں اَحادیث نبوی سے ثابت کرنا ان کی حجیت کے لیے ایک امر اِضافی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مضامین میں پیش کردہ اَحادیث میں سے کسی روایت میں اگر کوئی سندی سقم پایا جاتا ہے تو محدثین کرام کے اُصولِ حدیث کے مطابق (قراء کرام کے ہاں موجود) دیگر اسانید اس کے ضعف کو زائل کردیتی ہیں۔ کتاب ہذا میں مذکور جمیع روایات کو چونکہ بطورِ قراءاتِ قرآنیہ اہل علم کے تلقّی بالقبول حاصل ہوچکا ہے، اس لئے محض سندی کمزوری ان روایات کے قبول کے راستہ میں ادنیٰ سی بھی رکاوٹ نہیں ہے۔ [ادارہ]

* قراءات عشرہ میں امام ابوعمرو بصری کے راوی اول ان کی روایت سوڈان، صومالیہ وغیرہ میں رائج ہے۔
** فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورة البقرة

① عن عبد الرحمن بن مسعود أنَّ النبي ﷺ كان يقرأ كلَّ شيء في القرآن ﴿وَمَا اللهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [البقرة:۷۴] بالتّاء، ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام:۱۳۲] بالياء

’’عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قرآن میں ہرطرح سے پڑھتے تھے۔سورۃ بقرہ آیت ۷۴ میں تاء کے ساتھ ﴿وَمَا اللهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ اورسورہ الانعام آیت ۱۳۲ میں یاء کے ساتھ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ پڑھا۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** امام سیوطی رحمہ اللہ نے درُّ المنثور [۳۸۸/٦] میں ابن مردویہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

قراء ات: اس حدیث میں بیان کردہ دونوں قراءات متواتر ہیں۔سورہ بقرہ کی آیت میں یہ قراءت ابن کثیر رحمہ اللہ کے علاوہ تمام قراء کی ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ ﴿يَعْمَلُونَ﴾ پڑھا ہے۔سورہ انعام کی مذکورہ بالا آیت ابن عامر نے تا کے ساتھ ﴿عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ جبکہ باقی قراء نے یا کے ساتھ پڑھا ہے۔

② حدثني علي بن حمزة وحمزة بن القاسم، عن محمد بن خازم عن الأعمش عن سعد الطائي عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري في حديث الصور، فقال: ﴿جبرئيل﴾ عن يمينه ﴿وميكائيل﴾ عن يساره. مهموزان.

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صور (پھونکنے والی حدیث) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام اس کے دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں ہوں گے اور دونوں لفظوں کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے مستدرک [۲۹۱/۲] میں روایت کیا ہے اوراسے صحیح قرار دیا ہے۔

◉ اسی سلسلہ میں ایک اور روایت یوں مروی ہے:

حدثني علي بن حمزة عن الأعمش عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري أو ابن عمر قال: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَاحِبَ الصُّورِ فقَالَ: ﴿جبريل﴾ عن يمينه، ﴿وميكائيل﴾ عن يساره. مهموز

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر والوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا: (جبرائیل علیہ السلام) اس کے دائیں جانب اور (میکائیل علیہ السلام) اس کے بائیں جانب ہوں گے۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے مستدرک [۲۹۱/۲] میں روایت کیا ہے اوراسے صحیح قرار دیا ہے۔

◉ اسی سلسلہ میں ایک تیسری روایت یوں منقول ہے:

عن عبد الله بن كثير: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ﴾ [البقرة:۹۸] فَلَا أَقْرَأُهُمَا إِلَّا هٰكَذَا يَقُوْلُ بِغَيْرِ هَمْزٍ

’’عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ﴿وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ﴾ بغیر ہمزہ کے پڑھ رہے تھے۔ آئندہ میں بھی ان دونوں کواسی طرح بغیر ہمزہ کے پڑھوں گا۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** ابن مجاہد رحمہ اللہ نے کتاب السبعة [۱٦٦/۱] میں بیان کیا ہے۔

قراء ات: یہ قراءات متواتر ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جیم کے فتحہ، راء کے کسرہ اور ہمزہ کے بغیر (جَبْرِيل) پڑھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ نافع، ابوعمرو، ابن عامر، حفص، ابوجعفراور یعقوب رحمہم اللہ نے جیم کے کسرہ کے ساتھ، شعبہ نے جیم اورراء کے فتحہ، ہمزہ مکسورہ اور یاء کے بغیر پڑھا ہے۔ باقی قراء رحمہم اللہ نے ہمزہ کے بعد یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس روایت میں دوسرا لفظ (میکٰل) ہے۔ ابوعمرو، حفص اور یعقوب رحمہم اللہ نے لام سے پہلے ہمزہ اور یاء کے بغیر پڑھا ہے۔ نافع رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ نے الف کے بعد ہمزہ مکسورہ اور یاء کے بغیر (میکائل) جبکہ باقی قراء رحمہم اللہ نے ہمزہ کے بعد یاء بھی پڑھا ہے۔

٣ حدثني أبو عمّارة، حدثنا علي بن ثابت وسعيد بن محمد، عن موسى بن عبيدة الربذى عن محمّد بن كعب القرضي قال: قال رسول الله ﷺ: ليت شعري ما فعل أبواي، فأنزل الله ﴿ وَلَا تَسْئَلْ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ﴾ بفتح التاء قال: فما ذكرهما حتّى مات ﷺ.

”محمد بن کعب القرضی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش مجھے اپنے والدین کے بارے میں معلوم ہو جائے تو اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ﴾ [التوبہ:١١٩] تا کے زبر کے ساتھ۔ راوی نے کہا: پھر آپ نے وفات تک ان کا تذکرہ نہیں فرمایا۔“

❁ **تخریج الحدیث:** اس روایت کو امام حربی رحمہ اللہ نے غریب الحدیث [١/١٤٤] میں نقل کیا ہے۔

قراءات: نافع رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ ﴿ لَا تَسْئَلْ ﴾ اور باقی جمیع قراء ﴿ لَا تُسْئَلُ ﴾ پڑھتے ہیں۔

٤ عن أبي راشد مولىٰ عبد الرحمن ابن أبزى قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْأَحْرُفِ ﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ﴾ [البقرہ:٢٠٨] ﴿ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ ﴾ [الانفال:٦١] و ﴿ وتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ﴾ [محمد:٣٥] بنصب السِّين وبخفضه.

”ابوراشد مولی عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ان احرف ﴿اُدْخُلُوا فِي السَّلْمِ﴾، ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ﴾ ﴿وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ﴾ کو سین کے فتح اور کسرہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔“

❁ **تخریج الحدیث:** سیوطی رحمہ اللہ نے درالمنثور [٧/٥٠٥] میں بیان کیا اور اس کی نسبت ابونصر السخری رحمہ اللہ کی طرف کی ہے۔

قراءات: اس حدیث میں تین مختلف آیات کی متواتر قراءات بیان کی گئی ہیں۔

پہلا مقام: ﴿اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ﴾ [البقرہ:٢٠٨] نافع، ابن کثیر، کسائی اور ابوجعفر رحمہم اللہ نے (السلم) سین کے فتحہ اور باقی قراء نے سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دوسرا مقام: ﴿ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ ﴾ [الانفال:٦١] شعبہ رحمہ اللہ نے سین کے کسرہ اور باقی قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

تیسرا مقام: ﴿وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ﴾ [محمد:٣٥] شعبہ، حمزہ اور خلف رحمہم اللہ نے سین کے کسرہ اور باقی قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورة آل عمران

⑤ عن عاصم بن لقیط بن صبرة عن النبی ﷺ ﴿لا تَحسِبَنَّ﴾ [آل عمران:۱۸۸] مکسورۃ

ترجمہ: عاصم بن لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے ﴿لَا تَحسِبَنَّ﴾ کسرہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

❁ **تخریج الحدیث:** ابن زنجلہ نے حجة القراء ات میں بیان کیا ہے۔[۱۸۶/۱]

قراء ات: اس لفظ میں چار قراء ات ہیں۔

① روایت میں بیان کردہ قراء ت (تَحْسِبَنَّ) کسائی، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی ہے۔

② امام عاصم رحمہ اللہ اور حمزہ رحمہ اللہ نے تاء اور سین کے فتحہ کے ساتھ (تَحْسَبَنَّ) پڑھا ہے۔

③ ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے یاء اور سین کے کسرہ کے ساتھ (یَحْسِبَنَّ) پڑھا ہے۔

④ جبکہ ابن عامر رحمہ اللہ اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے سین کے فتحہ کے ساتھ (یَحْسَبَنَّ) پڑھا ہے۔

سورة النساء

⑥ عن عمرو عن الحسن عن النبيِّ ﷺ: ﴿وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤمِنًا﴾ بنصب السين واللّام، قال وهو السلام، إنما سلم رجل فقتله، قال: وهي قراءة أبى عمرو.

❁ **تخریج الحدیث:** الدر المنثور:۲۰۱/۲۔

''عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ﴿وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤمِنًا﴾ سین اور لام کے نصب کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں اس سے مراد سلام ہے، کیونکہ اس نے سلام کیا تھا تو (صحابی) نے اسے قتل کر دیا تھا۔''

قراء ات: امام نافع، ابن عامر، حمزہ، ابو جعفر اور خلف رحمہم اللہ نے لام کے زبر کے ساتھ ﴿السَّلَمَ﴾ اور باقی قراء نے لام کے بعد الف کے ساتھ (السَّلَامَ) پڑھا ہے۔

⑦ عن زيد بن ثابت قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُمِلّ عَلَيَّ: (لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ) (النساء:۹۵) فَقَامَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلُ اللهِ! أَرَأَيْتَ مَنْ كَانَ مِثْلِي لَا يَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: فَأَوْحَى اللهُ اِلٰى رَسُوْلِهِ فَغُمَّ عَلَيْهِ حَتّٰى وَجَدْتُّ ثِقْلَهٗ عَلٰى فَخِذِي، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، وَقَالَ: مَا كَتَبْتَ؟ قَالَ كَتَبْتُ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤمِنِينَ﴾ قال: فقال: ﴿غَيْرَ أولِي الضَّرَرِ﴾ نصب الرّاء

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے آیت ﴿لا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤمِنِينَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ﴾ لکھوائی تو عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا میرے جیسے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔(راوی رضی اللہ عنہ نے) کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل کی۔ آپ پر اونگھ طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس کا بوجھ میں نے اپنی ران پر محسوس کیا۔ پھر یہ حالت آپ ﷺ سے دور ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کیا لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے لکھا ہے: ﴿لَا

www.KitaboSunnat.com

يَسْتَوِي القعِدُونَ مِنَ المُؤمِنِينَ ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: لکھ ﴿غيْر أولِي الضَّررِ ﴾ راء کے نصب کے ساتھ۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث**: سنن ابوداؤد[۲۵۰۷]، مسند احمد[۱۹۰/۵]، مستدرک حاکم[۹۱/۲]

قراءات: لفظ غيْر میں دو قراءتیں ہیں: ابن کثیر، ابوعمرو، عاصم، حمزہ اور یعقوب رحمہم اللہ نے راء کے ضمہ کے ساتھ ﴿غيْرُ أولِي الضَّرَرِ﴾ اور باقی قراء رحمہم اللہ نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

سورة المائدة

(۷) عن أنس بن مالك: أن رسول الله ﷺ قرأ: ﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنفسِ﴾ (المائدۃ: ۴۵) نصب ﴿والعينُ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفُ بِالْأَنفِ وَالْأُذنُ بِالْأُذنِ وَالسِّنُّ بِالسِّنِّ والجروحُ قصاص﴾ رفع إلى آخر الآية .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی ﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنفسِ﴾ (نصب کے ساتھ) ﴿والعينُ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفُ بِالْأَنفِ وَالْأُذنُ بِالْأُذنِ وَالسِّنُّ بِالسِّنِّ والجروحُ قصاص﴾ آخر تک رفع کے ساتھ پڑھا۔

❁ **تخریج الحدیث**: امام قرطبی رحمہ اللہ نے اسے اپنی تفسیر (۱۹۳/۶) میں نقل کیا ہے۔ مزید دیکھیں: زاد المسیر (۳۶۷/۲)

قراءات: مذکورہ قراءت امام ابن کثیر رحمہ اللہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

(۹) عن عبد الرحمن بن غنم قال، ذكرنا عند معاذ: ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾ (المائدہ:۱۱۲) فقال، أقراني رسول الله ﷺ مرارًا يقول: ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ بالتاء

ترجمہ: عبدالرحمن بن غنم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: ہم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ پڑھایا ہے: ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ ربَّكَ﴾ تاء کے ساتھ۔

❁ **تخریج الحدیث**: مستدرک حاکم (۲۳۸/۲) امام حاکم رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے تفسیر القرآن (۲۹۳۰) میں بیان کیا ہے۔

قراءات: یہ دونوں متواترہ قراءات ہیں۔ امام کسائی رحمہ اللہ نے تاء کے ساتھ اور باء کے فتح کے ساتھ ﴿تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ جبکہ باقی قراء نے یاء کے ساتھ اور باء کے ضمہ کے ساتھ ﴿يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾ پڑھا ہے۔

سورة الأنعام

(۱۳) عن مسلم بن يسار مولى الأنصار: أن رسول الله ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ فَالِقُ الإِصْبَاحِ وَجَاعِلُ اللَّيلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ وَأَمْتِعْنِي سَمْعِي و بَصَرِي وَقُوَّتِي فِي سَبِيْلِكَ.

انصار کے مولی، مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ فَالِقُ الإِصْبَاحِ وَجَاعِلُ اللَّيلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَأَغْنِنِي مِنَ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الْفَقَرِ وَأَمْتِعْنِي سَمْعِى و بَصَرِىْ وَقُوَّتِى في سَبِيْلِكَ

❁ **تخریج الحدیث:** اس روایت کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کتاب النداء للصَّلوة (۴۹۳) میں اور امام ابن ابي شيبہ رحمہ اللہ نے مصنف (۲۴/۶) میں نقل کیا ہے۔

اس ضمن میں ایک اور روایت یوں مروی ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ قَالَ: (فَالِقُ) رفع بالألف، (الإصباحِ) مكسورة الألف وخفض (وجَاعِلُ اللَّيل) رفع بالألف.

ترجمہ: 'فَالِقُ' کو الف اور رفع 'الإِصْبَاح' کو ہمزہ مکسورہ اور جر اور 'جَاعِلُ' کو رفع اور الف کے ساتھ پڑھو۔''

❁ **تخریج الحدیث:** اسے ابن عطیہ رحمہ اللہ نے المحرَّر الوجیز (۳۲۶/۲) میں اور امام ابن ابي شيبہ رحمہ اللہ نے مصنف (۲۴/۶) میں نقل کیا ہے۔

قراءات: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا نقل کی گئی ہے۔ اس دعا میں آیت کا ایک حصہ شامل ہے۔ ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا﴾ (الانعام: ۹۶) آیت کریمہ کا یہ حصہ متواتر قراءات سے ثابت ہے۔ ائمہ قراء میں سے نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر اور یعقوب رحمہم اللہ نے فاعل کے وزن پر اور لام کے رفع کے ساتھ ﴿وَجَاعِلُ الَّيْلِ﴾ جبکہ باقی قراء نے 'جَعَلَ' فعل ماضی بنا کر ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ﴾ پڑھا ہے۔

(۱۱) عن أبي هريره قال: سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ يَقْرَأُ: (إِنَّ الَّذِينَ فَارَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا) (الانعام: ۱۵۹) بالألف

❁ **تخریج الحدیث:** أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط (۲۰۷/۱)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا: (إِنَّ الَّذِين فارقُوا دِينهُمْ وكانُوا شِيَعًا) الف کے ساتھ پڑھا۔

قراءات: اس آیت میں دو قراءات ہیں۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے فاء کے بعد الف کے ساتھ (فَارَقُوا) جیسا کہ روایت میں بیان کیا گیا، پڑھا ہے۔ باقی قراء نے الف کے بغیر اور راء مشدد کے ساتھ (فَرَّقُوا) پڑھا ہے۔

سورة الأعراف

(۱۲) عن أبي عثمان، قال: أمرنا عمر بأمر، فقلنا: نَعَم، فقال لا تقولوا، ولكن قولوا نَعِم مكسورة.

ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں کسی کام کے متعلق کہا: جب ہم نے جواباً 'نَعَم' کہا تو انہوں نے فرمایا 'نَعَمْ' نہیں 'نَعِمْ' کہو۔

یحیٰی بن وثاب رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے (نون اور عین کے کسرہ کے ساتھ) (فَنِعِم) پڑھا۔

❁ **تخریج الحدیث:** ڈاکٹر عیسی معصراوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا حوالہ انہی الفاظ کے ساتھ مجھے صرف ابن منظور رحمہ اللہ کی لسان العرب (۵۸۹/۱۲) میں مل سکا ہے اور وہاں روایت کی مکمل سند بھی موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سلسلہ میں ایک اور روایت یوں مروی ہے:

عن يحيىٰ بن وثاب، أنه قرأ (فنعم) مكسورة النون والعين

❁ **تخریج الحدیث:** المحرّر الوجیز (۴۰۳/۲) لیکن یہ عرب کا ایک لہجہ ہے، بطور قراءت ثابت نہیں۔

یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے (نون اور عین کے کسرہ کے ساتھ) (فِنِعِم) پڑھا۔

قراءات: زیر مطالعہ قراءت یعنی عین کے کسرہ کے ساتھ (قَالُوا نَعِمْ) [الاعراف:۴۴] متواتر ہے اور قراء عشرہ میں سے امام کسائی کی روایت ہے۔

سورة براءة

(۱۳) عن الحسن قال: اخْتَلَفَ فِي هٰذِهِ الأيَةِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ عُمَرُ (وَالْأَنْصَارُ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) وَقَالَ أُبَيٌّ: (وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) (التوبہ:۱۰۰) فَلَمَّا رَءَاهُ عُمَرُ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقْرَؤُهَا هٰكَذَا وَقَدْ أَلْهَاكَ بَيْعُ الْخَبَطِ بِالْمَدِيْنَةِ

''حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان اس آیت میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (وَالْأَنْصَارُ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) مجرور ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے اور تمہیں تو مدینہ میں خشک پتوں کی تجارت نے اس سے غافل رکھا ہے۔''

❁ **تخریج الحدیث:** تفسیر طبری (۸/۱۱)

قراءات: دونوں قراءات متواتر ہیں۔ رفع کے ساتھ پڑھنے والے امام یعقوب رحمہ اللہ ہیں، جبکہ باقی قراء جر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

سورة هود

(۱۴) عن عائشة قالت: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ: (إِنَّهُ عَمِلَ غَيرَ صٰلِحٍ) (هود:٤٦) بالنصب.

''عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تلاوت فرمایا کرتے تو (إِنَّهُ عَمِلَ غير صٰلِحٍ) نصب کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔''

❁ **تخریج الحدیث:** اخرجہ الترمذی فی تفسیر القرآن (۳۲۳۱)

اسی طرح دوسری روایت میں ہے:

عن أسماء بنت يزيد قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقرأ: (إِنَّهُ عَمِلَ غَيرَ صٰلِحٍ) (هود: ٤٦) بالنصب.

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کو (إِنَّهُ عَمِلَ غَيرَ صٰلِحٍ) نصب کے ساتھ پڑھتے سنا۔

❁ **تخریج الحدیث:** أخرجه الترمذي في تفسير القرآن (۳۲۳۷)، وأحمد في مسنده (۴۵۴/۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وأبو داؤد في الحروف والقراء ات (۳۹۸۲)

اس سلسلہ میں ایک تیسری روایت یوں ہے:

عن أُم سلمة أنها سَأَلَتِ النَّبِي ﷺ كَيفَ تقرَأُ: ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غيرُ صٰلِح﴾؟ فقَالَ: (إِنَّهُ عَمِلَ غيرَ صٰلح) بالنّصب

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غيرُ صلح﴾ کی کس طرح تلاوت فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا (إِنَّهُ عمِل غير صٰلح) نصب کے ساتھ۔

تخریج الحدیث: أخرجه أبوداؤد في الحروف والقراء ات (۳۹۸۲)

قراءات: ان کلمات میں قراء عشرہ کی قراءات کا بیان ڈاکٹر معصراوی کی مضمون القراءات والواردة فی السنة میں گذر چکا ہے۔

سورہ یوسف

(۱۵) عن عبد الله بن مسعود قَالَ: أَقْرَأَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ﴿ هَيتَ لَكَ﴾ (يوسف:۲۳) نصب الهاء ولم يهمز

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے: ﴿هَيتَ لَكَ﴾ ہا کے نصب اور ہمزہ کے بغیر پڑھایا ہے۔

تخریج الحدیث: تفسیر طبری (۱۲/۱۸۱)، مستدرک حاکم (۲/۳۷۶)، امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ حدیث بخاری، مسلم کی شرط پر ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

عن شقيق قال: قِيْلَ لِعَبْدِ اللهِ: إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَءُوْنَ ﴿هِيْتَ لَكَ﴾ فَقَالَ عَبْدُاللهِ: أَقْرأُهَا كَمَا عُلِّمْتُ: ﴿هَيتَ لَكَ﴾

ترجمہ: شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ ﴿هِيتَ لك﴾ پڑھتے ہیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو اسی طرح پڑھوں گا جس طرح مجھے سکھلایا گیا ہے: ﴿هَيتَ لك﴾

تخریج الحدیث: أخرجه أبو داؤد في الحروف والقراء ات (۴۰۰۵)

اس سلسلہ میں ایک تیسری روایت یوں منقول ہے:

عن أبي وائل، عن عبد الله: أنه قرأها: ﴿هَيتَ لك﴾ فقيل له: ﴿هِيتَ لَكَ﴾، قال: إنما نقرؤها كما عُلِّمْنَاهَا.

ابووائل رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پڑھا: ﴿هَيتَ لكَ﴾ اُن سے کہا گیا: ﴿هِيتَ لكَ﴾ تو انہوں نے فرمایا: ہم اسے اس طرح پڑھیں گے، جس طرح ہمیں سکھایا گیا ہے۔

تخریج الحدیث: أخرجه البخاري في تفسير القرآن (۴۶۹۳)

قراءات: اس لفظ میں چار متواتر قراءات ہیں۔ نافع، ابن ذکوان اور ابوجعفر رحمہ اللہ نے ہاء کے کسرہ اور یاء ساکنہ کے ساتھ (هِيْتَ)، ہشام رحمہ اللہ نے ہاء کے کسرہ اور ہمزہ کے ساتھ (هِئْتَ)، ابن کثیر مکی رحمہ اللہ نے ہاء کے فتحہ یائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساکنہ تاء کے ضمہ کے ساتھ (هَيْتُ) اور باقی قراء نے ہاء اور تاء کے فتحہ اور یائے ساکنہ کے ساتھ (هَيْتَ) پڑھا ہے۔

سورة الكهف

(١٦) عن أبي بن كعب قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إذا دعا لأحد بدأ بنفسه، أنه ذكر يوما موسى فقال: رحمة الله علينا وعلى موسى، لو ليث مع صاحبه لأراه العجب العاجب، ولكنه قال ﴿إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْرًا﴾ (الكهف:٧٦) مثقّله

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لیے دعا فرماتے تو اپنی ذات سے آغاز کرتے۔ ایک دن آپ نے موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے۔ اگر وہ اپنے ساتھی کے ساتھ ٹھہرتے تو وہ انہیں عجیب وغریب معاملات دکھلاتے۔ لیکن انہوں نے کہا: ﴿إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْرًا﴾ نون مشدد کے ساتھ

❁ **تخریج الحدیث:** مسند امام احمد (۱۲۱/۵)، مصنف ابن ابی شیبہ (۲۸/۶)

قراء ات: یہ قراءت متواترہ ہے۔ نافع رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ نے نون ساکن کے ساتھ (لَدْنِي)، امام شعبہ رحمہ اللہ نے اختلاس اور اشمام کے ساتھ اور باقی قراء نے نون مشدد اور دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

(٢١) عن أبي بن كعب أَنَّ النَّبِيَّ قَرَأَ: (لَتَخِذْتَ) يعني مخففَّة

ترجمہ: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوں تلاوت فرمائی (لَتَخِذتَ) تشدید کے بغیر پڑھا۔

❁ **تخریج الحدیث:** صحیح مسلم (۲۳۸۰)، ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں بیان کیا ہے۔ (۳۱/۳۶)

قراء ات: اس لفظ کو ابن کثیر، ابوعمرو اور یعقوب رحمہم اللہ نے تاء کی تخفیف اور خاء کے کسرہ کے ساتھ (لَتَخِذتَ) پڑھا ہے۔ باقی قراء نے تائے مشددہ اور خاء مفتوحہ کے ساتھ (لَتَّخَذتَ) پڑھا ہے۔ ابن کثیر، حفص اور رویس رحمہم اللہ نے ذال کو ظاہر اور باقی قراء نے ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

(١٧) عن أبي ذرّ، قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلىٰ حِمَارٍ، فَرَأَى الشَّمْسَ حِيْنَ غَابَتْ فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ! تَدْرِى أَيْنَ تَغْرُبُ هَذِهِ؟ قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ ﷺ أَعْلَمُ، قَالَ: (فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَامِيَةٍ). (الكهف: ٨٦)

❁ **تخریج الحدیث:** ابوداؤد رحمہ اللہ نے الحروف والقراءات (۴۰۰۲) میں، حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک (۲۶۷/۲) میں بیان کیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کے بقول یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے سورج کو غروب ہوتے وقت دیکھا تو فرمایا: اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے یہ کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا: (فإنّها تغرُبُ في عينٍ حامِية)''

اسی ضمن میں ایک دوسری روایت یوں منقول ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن عباس قال: أَقْرَأَنِي أبيٌّ كَمَا أَقْرَأَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ﴿ تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ﴾

❁ **تخریج الحدیث:** اس حدیث کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۰۳/۳) اور ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ نے معانی القرآن (۲۸۶/۴) میں نقل کیا ہے۔

ترجمہ:

قراءات:

(۲۳) عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ﴿جَعَلَهُ دَكّاً ﴾ مقصور

❁ **تخریج الحدیث:** اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے تفسیر القرآن (۳۰۷۴) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

سورۂ مریم

(۲۴) عن عبد الله بن أرقم يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقرأ من الليل: (يَسّقَطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا) (مریم:۲۵) بالياء

❁ **تخریج الحدیث:** ڈاکٹر عیسی معصراوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرفوع سند کے ساتھ یہ روایت مجھے مصادر میں نہیں ملی، البتہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اسے الدرّ المنثور (۲۳۵/۱) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت تلاوت کرتے ہوئے سنا: (يسّقط عليْكِ رُطبًا جنِيًّا) یاء کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

قراءات: یہ متواتر قراءت ہے۔ لفظ ﴿ تُسقِطْ ﴾ کو امام حفص رحمہ اللہ نے تاء مضمومہ، قاف مکسورہ اور تخفیف سین سے پڑھا ہے۔ امام حمزہ رحمہ اللہ نے تاء اور قاف مفتوح اور تخفیف سین (تَسٰقَطْ)، امام یعقوب رحمہ اللہ نے یاء اور قاف مفتوحہ اور تشدید سین کے ساتھ (يَسّقَطْ) جبکہ باقی قراء نے تاء اور تشدید سین کے ساتھ پڑھا ہے: (تَسّقَطْ)

سورة العنكبوت

(۲۸) حدّثنا جويرية بن أسماء، عن بعض أشياخ أهل المدينة أن النبي ﷺ قرأ علىٰ المنبر: (وَعَادًا وّثَمُودًا) (الفرقان:۳۸) قال المؤلف أبو عمر: منوّنين

”جویریہ بن اسماء مدینہ کے بعض شیوخ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پر ’عاداً وثموداً‘ دونوں تنوین کے ساتھ تلاوت فرمائے۔“

❁ **تخریج الحدیث:** امام دوری رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند سے بیان کیا ہے۔

قراءات: یہ کلمات قرآن میں چار مقامات (ہود، الفرقان، العنکبوت، النجم) میں آئے ہیں۔ ان کلمات کو تنوین کے ساتھ پڑھنے والے ائمہ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر رحمہم اللہ ہیں۔ باقی قرائے عشرہ ثَمُودَ کو غیر منصرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہونے کی بنا پر بغیر تنوین کے پڑھتے ہیں۔

سورۃ الروم

(۲۹) عن عطية العوفي قال: قرأت على ابن عمر: ﴿ الله الّذي خَلَقَكُمْ مِن ضَعْفٍ ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوّةً ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ﴾ فقال ابن عمر: ﴿ الله الّذي خَلَقَكُمْ مِن ضُعْفٍ ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضُعْفٍ قُوّةً ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً ﴾ (الروم: ۵۴) ثمّ قال: قَرَأْتُ عَلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَمَا قَرَأْتَ عَلَيَّ ، فَأَخَذَ عَلَيَّ كَمَا أَخَذْتُ عَلَيْكَ .

عطیه العوفی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر پر قراءت کی: ﴿ الله الّذي خَلَقَكُمْ مِن ضَعْفٍ ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوّةً ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ﴾ تو ابن عمر نے ﴿ الله الّذي خَلَقَكُمْ مِن ضُعْفٍ ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضُعْفٍ قُوّةً ثُمّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً ﴾ پڑھا، اور فرمایا: میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو تیری طرح تلاوت سنائی تو رسول اللہ ﷺ نے میری اصلاح فرمائی جیسا کہ میں نے تمہاری اصلاح کی ہے۔

❁ **تخریج الحدیث:** مسند احمد (۵۸/۲)، سنن ابوداؤد (۳۹۷۸)، اس کی سند میں عطیہ العوفی رحمہ اللہ ہے۔ اسے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے صالح رحمہ اللہ اور محمد بن سعد رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔

اسی قسم کی ایک اور روایت امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک (۲۷۰/۲) میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے نقل فرماتے ہیں۔

قراءات: یہ متواتر قراءت ہے۔ شعبہ رحمہ اللہ اور حمزہ رحمہ اللہ نے ضاد کے فتحہ کے ساتھ اور باقی تمام قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ امام حفص رحمہ اللہ کے لیے دونوں وجہیں مروی ہیں۔

سورۃ سبا

(۳۰) عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ أنه قرأ: (لَقَدْ كَانَ لِسَبَأٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ) (سبا: ۱۵)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (لَقَدْ كَانَ لِسَبَأٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ) پڑھا۔

❁ **تخریج الحدیث:** ابن جوزی رحمہ اللہ نے زاد المسیر (۴۴۳/۶) میں بیان کیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مزید یہ بھی مروی ہے: أنَّ النبيَّ قرأ: ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ﴾ [سبا: ۱۵]

❁ **تخریج الحدیث:** مستدرک حاکم (۲۴۸/۲) امام حاکم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اس کے راوی ابن سلیمانی رحمہ اللہ سے بخاری رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ روایت نہیں کرتے۔ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: یہ صحیح نہیں ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (تلاوت کرتے ہوئے) ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ ﴾ پڑھا۔

قراءات: یہ متواترہ قراءات ہے۔ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، ابوجعفر اور یعقوب رحمہ اللہ نے جمع کے ساتھ ﴿ مَسٰكِنِهِم ﴾ پڑھا ہے۔ کسائی رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ نے کاف کے کسرہ کے ساتھ ﴿ مَسْكِنِهِمْ ﴾ اور حفص رحمہ اللہ اور حمزہ رحمہ اللہ نے کاف کے فتحہ کے ساتھ ﴿ مَسْكَنِهِمْ ﴾ پڑھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسی طرح اس آیت میں دوسرا مختلف فیہ کلمہ ﴿لِسَبَإٍ﴾ ہے۔اس میں بزی رحمہ اللہ اور ابوعمرو رحمہ اللہ نے ﴿لِسَبَأَ﴾ زبر کے ساتھ، جبکہ باقی قراء کرام نے زیر سے پڑھا ہے۔

◉ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے اتّحاف الفضلاء [۳۵۹]، النشر لابن الجزری [۳۵۰/۲]، السبعۃ لابن مجاھد [۵۲۸]، الحجّۃ لابن زُرعۃ [۵۸۵]

سورة محمد

(۳۱) عن عبد الله بن مغفّل قال: سمعت رسول اللهﷺ يقرأ (فهَل عَسِيتُم إِنْ تَوَلَّيْتُم أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ) (محمد:۲۲)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (فهل عسِيتُم إِنْ تولَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ) تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

❁ **تخریج الحدیث:** امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدرّ المنثور (۴۹۷/۷) میں امام حاکم رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور مستدرک حاکم (۵۸۱/۸) میں یہ حدیث طویل ذکر کی گئی ہے۔

قراءات: روایت میں بیان کردہ قراءت نافع رحمہ اللہ کی ہے۔باقی قراء نے سین کے فتحہ کے ساتھ ﴿عَسَيْتُمْ﴾ پڑھا ہے۔دوسرے لفظ ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾ میں رویس رحمہ اللہ نے تاء ا ور واؤ کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ (تُوُلِّيتُمْ) پڑھا ہے۔باقی قراء نے تاء، واؤ اور لام تینوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

سورة الواقعة

(۳۲) عن يحيى بن سعيد الأموي قال: سمعت ابن جريج يقرأ: (فَشْرِبُونَ شَرْبَ الْهِيمِ) (الواقعة: ۵۵) بنصب الشّين، قال: فحدّثت بذلك جعفر ابن محمد فقال: صدق ابن جريج، أمّا بلغك أنَّ النبي ﷺ أمر بديل بن ورقاء أن ينادي بمنى أنها أيام أَكْلٍ وشَرْبٍ وبعال؟

یحیٰ بن سعید اُموی رحمہ اللہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج رحمہ اللہ کو (فشرِبُون شرْب الْهِيمِ) شین کے نصب کے ساتھ، پڑھتے ہوئے سنا۔پھر میں نے جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: ابن جریج رحمہ اللہ سچ کہتا ہے۔کیا تمہیں یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ منیٰ میں اعلان کر دیں بے شک یہ کھانے، پینے اور خوشیاں منانے کے دن ہیں۔اور اس میں (شرْب) کو شین کے فتحہ کے ساتھ کہا۔

❁ **تخریج الحدیث:** امام ابن زنجلہ رحمہ اللہ نے حجۃ القراءات (۶۹۶/۱) میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے الإیمان و شرائعہ (۴۹۹۴) میں اور امام دارمی رحمہ اللہ نے الصوم (۱۷۶۶) میں میسّب بن شریک رحمہ اللہ کی جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے اس میں یوں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

لا يدخل الجنة إلا مسلم، وهذه۔أي أيام التشريق۔أيام أَكْلٍ وشُرْبٍ. رَفَعَ المسيّبُ الشين.

’’جنت میں مسلمان کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور ایام تشریق کھانے اور پینے کے دن ہیں۔میسّب نے شین کو رفع دیا۔‘‘

www.KitaboSunnat.com

قراء ات: مذکورہ قراءات متواترہ ہیں۔ نافع، عاصم، حمزہ ﷭ ﴿ شُرْبَ الهيم﴾ پڑھتے ہیں، جبکہ باقی سات معروف آئمہ ﷭ (شَرْبَ الهيم) پڑھتے ہیں۔

(۳۵) عن عائشة أنها سمعت النبي ﷺ يقرأ: (فَرُوْحٌ وَرَيْحَانٌ) (الواقعة: ۸۹) بالرّفع.

''حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو رفع کے ساتھ تلاوت فرماتے ہوئے سنا۔ (فرُوْحٌ وريْحانٌ)''

❁ **تخریج الحدیث**: امام ترمذی ؒ نے القراء ات (۲۹۳۸) میں اور امام ابوداؤد ؒ نے الحروف والقراء ات (۳۹۹۱) میں اسے روایت کیا ہے اور امام ترمذی ؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن، غریب ہے۔

قراء ات: امام رویس ؒ نے (فَرُوْحٌ) راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے اور باقی قراء نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

سورة الحاقة

(۳۶) عن أبي رافع قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثَلاثَةَ أَحْرُفٍ لَا أَدَعُهُنَّ: ﴿ فَتَمَتَّعُوا حَتّٰى حِينٍ ﴾ (النّحل: ۵۵)، (وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قِبَلَهُ) (الحاقّة: ۹) مكسور القاف و (لَا يَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ) (الحاقة:۱۸) بالياء قال المؤلف أبو عمر الدورى: لَا أَدْرِي قَبْلَهُ أَوْ قِبَلَهُ وَأَكْبَرُ ظَنِّيْ قَبْلَهُ بالنّصب.

''حضرت ابورافع ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین حروف یاد کیے ہیں میں انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا ﴿فَتَمَتَّعُوا حَتّٰى حِينٍ﴾، (وجآء فِرْعَوْنُ ومنْ قِبلهٗ) قاف کے کسرہ کے ساتھ، (لا يخْفىٰ مِنكُمْ خافِيةٌ) یاء کے ساتھ۔ مؤلف ابوعمرو دوری ؒ نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں قبْلهٗ ہے یا قِبلهٗ اور میرا غالب گمان قبْلهٗ نصب کے ساتھ ہے۔''

قراء ات: اس روایت میں موجود تین آیات میں سے دو میں مختلف قراءات پائی جاتی ہیں:

① ﴿وَمَن قَبْلَهُ﴾ میں یعقوب، ابوعمرو اور کسائی ﷭ نے قاف کے کسرہ اور با کے فتحہ کے ساتھ جبکہ باقی قراء نے باء ساکن اور قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

② ﴿لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ﴾ میں امام حمزہ، کسائی اور خلف ﷭ نے صیغہ تذکیر یاء کے ساتھ اور باقی قراء ﷭ نے تانیث کے صیغے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

سورة التكوير

(۳۷) عن عائشة أنها قالت: كان رسول الله ﷺ يقرؤها: (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ) (التّكوير:۲۴) بالظّاء.

''حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یوں تلاوت فرمایا کرتے تھے (وما هُو على الْغيْبِ بِظنِينٍ)''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

❁ **تخریج الحدیث:** امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرك (۲۷٦/۲) میں اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اسے اپنی تاریخ (۳۵۱/۴) میں بیان کیا ہے۔ حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا۔

قراء ات: روایت میں بیان کردہ قراءت کو ابن کثیر، ابوعمرو، رویس اور کسائی رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔ باقی قراء ضاد کے ساتھ ﴿بِضَنِينٍ﴾ پڑھتے ہیں۔

سورة الانفطار

(۳۸) عن سعيد بن المسيب قال: كان رسول الله ﷺ إذا رأى الهلال قال: (آمنت بالذى خلقك فسوّاك فعدَّلك) مثقّلة . ولفظ آخر: (الحمد لله الَّذي خلقك فسوّاك فعدَّلك).

’’سعید بن میسّب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی رات کا چاند دیکھتے تو فرماتے (آمنت بالذى خلقك فسوّاك فعدَّلك) دوسری جگہ الفاظ یوں ہیں (الحمد لله الَّذي خلقك فسوّاك فعدَّلك)‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الأوسط (۱۰۱/۱) میں نقل کیا ہے۔

قراء ات: اس روایت میں چاند دیکھنے کی دُعا میں قرآن کریم کی آیت کے بھی الفاظ ہیں۔ سورۃ انفطار کی اس آیت کے حصے میں ﴿فَعَدَلَكَ﴾ کو عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر رحمہم اللہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی قراء رحمہم اللہ نے دال کی تشدید کے ساتھ (فَعَدَّلَكَ) پڑھا ہے۔

سورة الفجر

(۳۹) عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن أبيه: أنّ النبى ﷺ كان يقرأ: (كَلا بَل لَّا يُكرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا يَحضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ وَيَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلا لَّمَّا وَيُحِبُّونَ الْمَالَ) (الفجر: ۱۷۔۱۹) كلُّهن بالياء .

’’ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یوں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (كلا بل لّا يُكرِمُون اليَتِيم ولا يحضُّون علىٰ طعامِ الْمِسْكِينِ ويأكُلُون التُّراث أَكْلا لَّمّا ويُحِبُّون الْمال) تمام جگہ یاء کے ساتھ۔‘‘

❁ **تخریج الحدیث:** امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرك (۲۸۰/۲) میں اور ابن جعد رحمہ اللہ نے اپنی مسند (۴۷۰/۱) میں اس روایت کو نقل فرمایا۔ حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔

قراء ات: ﴿تُكرِمُونَ﴾، (وَلَا تَحُضُّونَ)، ﴿وَتَأْكُلُونَ﴾، ﴿وَتُحِبُّونَ﴾ ان چاروں مقامات پر امام نافع، ابن کثیر اور ابن عامر رحمہم اللہ نے تائے خطاب کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ ابوعمرو اور یعقوب رحمہم اللہ نے غائب کے صیغے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ امام عاصم، حمزہ، کسائی اور ابوجعفر رحمہم اللہ نے چاروں مقام پر تاء کے ساتھ اور ﴿تَحٰضُّونَ﴾ میں حاء کے بعد الف سے مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۴۰) عن أبي قلابة أخبرني من سمع النبي ﷺ يقرأ: (فَيَوْمَئِذٍ لا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثَقُ

www.KitaboSunnat.com

وَثاقَهٗ أَحَدٌ) (الفجر:۲۵،۲۶) منصوبات .

''ابوقلابہ رضی اللہ عنہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے رسول اللہﷺ کو (فيومئذٍ لا يُعذَّبُ عذابهٗ أحدٌ ولا يُوثَقُ وثاقهٗ أحدٌ) نصب کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے سنا۔''

❁ **تخریج الحدیث:** امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے الحروف والقراءات (۳۹۹۶) میں نقل کیا ہے۔

قراءات: روایت میں بیان کردہ قراءت (لَا يُعذَّبُ)، (وَلَا يُوثَقُ) میں ذال اور ثا کے فتحہ کے ساتھ، کو امام کسائی رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔باقی قراء نے ان دونوں کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اسی سے ملتی جلتی روایت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی المستدرک (۲۸۰/۲) میں نقل فرمائی ہے اور اسے شیخین کی شرطوں پر قرار دیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سورة البلد

(۴۱) حدثنا رجلٌ من بني عامر عن أبيه قال: صليت مع النبي ﷺ صلاة العشاء، فقرأ: ﴿لَاأُقسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ فقرَأَ: (أَيَحْسِبُ أن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أحدٌ) (البلد:۵) (أيَحْسِبُ) مكسورة السين .

''بنی عامر کا ایک شخص اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے نبی کریمﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو نبی کریمﷺ نے ﴿لَاأُقسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ کی تلاوت کی اور اس دوران (أيَحْسِبُ أن لَّن يقْدِرَ عليْهِ أحدٌ) سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔''

❁ **تخریج الحدیث:** امام دوری رحمہ اللہ نے یہ روایت اپنی سند سے بیان کی ہے۔

قراءات: اس سورت میں دونوں مقام پر ابن عامر شامی، عاصم، حمزہ اور ابوجعفر رحمہم اللہ نے ﴿أَيَحْسَبُ﴾ سین کے فتح کے ساتھ اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

مؤلف کتاب امام ابوعمر دوری رحمہ اللہ نے اسی سے ملتی جلتی روایت خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی نقل فرمائی ہے۔

سورة قريش

(۴۲) عن أسماء بنت يزيد أنها سمعت رسول الله ﷺ يقرأ: (إِلَـٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ)

''اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہﷺ کو تلاوت فرماتے ہوئے سنا (إِلَـٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ والصَّيْفِ)'' (قریش:۲)

❁ **تخریج الحدیث:** امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے المعجم الکبیر (۱۷۷/۲۴) میں نقل کیا ہے۔اسی طرح ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے مجمع الزوائد (۱۴۳/۷) میں مسند احمد اور معجم طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

قراءات: روایت میں بیان کردہ قراءات ابوجعفر رحمہ اللہ کی ہے وہ (إِلَـٰفِهِمْ) ہمزہ کے بعد یا حذف کر کے پڑھتے ہیں اور باقی ہمزہ کے بعد یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ورش کے لئے مدبدل کی تینوں صورتیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی☆
مرتب: ملک کامران طاہر☆☆

قراءاتِ متواترہ کی حجیت

زیر نظر مضمون دراصل شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ کے ان ارشادات کی قلم بندی پر مشتمل ہے، جو کہ حضرت حافظ صاحب نے مادر اِدارہ کلّیۃ القرآن الکریم کے زیر اہتمام سالانہ محفل تجوید وقراءات ۲۰۰۶ء میں حجیت قراءات کے تفصیلی خطاب کی صورت میں پیش فرمائے۔اس خطاب کو بعدازاں مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے آرگن ماہنامہ 'محدث' کے صفحات میں شائع کیا گیا تھا۔ان قیمتی ارشادات کو 'مجلس' کے فاضل رکن کامران طاہر ﷾ نے قلم وقرطاس کے سپرد کیا تھا۔مناسب مقامات پر ضروری اضافہ جات کرنے کے بعد موصوف نے اس تحریر کو قراءات نمبر کے قارئین کے لئے دوبارہ ترتیب دیا ہے۔ [ادارہ]

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے آسمان سے کتب وصحائف نازل فرمائے جو درج ذیل ہیں:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ﴾ [لمائدۃ:۴۴]
''ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔''

① تورات موجودہ بائبل (کتاب مقدس) کا ایک حصہ ہے کتاب مقدس کے دو اہم حصے ہیں:

عہد قدیم (Old Testament)، عہد جدید (New Testament) عہد قدیم بمقابلہ عہد جدید زیادہ ضخیم ہے کل بائیبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے، لیکن یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب عہد قدیم ہے یہود عہد جدید کو نہیں مانتے، کیونکہ یہ صحائف انجیل ودیگر صحائف، جو عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہیں، پر مشتمل ہے۔

عہد قدیم یہودیوں کے مختلف مقدس صحیفوں کا مجموعہ ہے عیسائیوں نے ابتدا ہی سے اسے اپنی مقدس کتاب تسلیم کیا ہے بلکہ پہلی دوسری صدی میلادی میں عام طور پر ان کی بھی مقدس کتاب عہد قدیم ہی رہی تا آنکہ اپی فینیس (Epiphanius) اور ایتھانیس (Athanasius) نے چوتھی صدی میلادی میں عہد جدید کو اس شکل میں جس میں کہ وہ اب موجود ہے تسلیم کیا۔[اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، مادہ تورات، ص ۷۰۳]

لیکن یہ ایک ایسی کتاب تھی جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لیا بلکہ قوم موسیٰ کے سپرد کردیا کہ تم نے خود اس کی حفاظت کرنا ہے۔تورات اصل میں أسفار خمسہ: سفر تکوین، سفر خروج، سفر لاویین،

☆ شیخ الحدیث، جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)
☆☆ فاضل المعهد العالي للدعوة والإعلام، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفر اعداد اور سفر الثنیة کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اپنی اصل پرقائم نہ رہ سکی۔ہر زمانہ کے لوگوں نے اس میں ردوبدل کیا۔اس کی اندرونی شہادتیں بھی اس امر کی غماز ہیں کہ یہ محرف شدہ ہے،کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وصف موجود ہے اورکوئی عاقل انسان یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کا حال خود ہی تحریر کردیا ہو یا آپ نے اپنی موت کا مشاہدہ ہی کیا ہو۔اس کے علاوہ متعدددلائل اس کے محرف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

④ **انجیل**: یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی،لیکن کسی مؤرخ نے آج تک یہ نہیں لکھا کہ یہ کتاب کس شکل میں تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی دعوت زبانی کلامی دیتے تھے۔قرآن میں ہے:

﴿وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ [آل عمرن:۵۰]

’’اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کردوں جوتم پر حرام کردی گئیں ہیں۔‘‘

انجیل کا تورات سے معمولی فرق تھا۔اس کے بعد اس میں تحریف کا سلسلہ شروع ہوا اور اس حد تک بڑھا کہ ہر قبیلہ کی الگ الگ انجیل بنا لی گئی۔ ۳۲۵ء میں قسطنطین نامی بت پرست عیسائیت میں داخل ہوا اور اس نے ابیقہ میں عیسائیت کا بین الاقوامی اجتماع منعقد کیا جس میں یہ طے پایا کہ چار انجیلیں رکھی جائیں اور باقی انجیلوں کوتلف کردیا جائے اور یہ اس لیے کیا گیا کہ اختلاف کوممکن حد تک کم کیا جائے،لہٰذا ایسا ہی کیا گیا اور چار انجیلوں کو باقی رکھا گیا جو کہ متیٰ،مرقس،لوقا اور یوحنا کے ناموں سے مشہور ہیں۔

ان کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان چار انجیلوں کی باہم شکل وصورت اور موضوع بہت زیادہ مختلف ہیں،حتیٰ کہ ابتداء،انتہا،آیات اور فصول کے اعتبار سے ان کا اس قدر اختلاف ہے کہ ان کے اتحاد کی کوئی صورت نہیں۔یہی وجہ ہے کہ جمہور علما اس میں لفظی ومعنوی دونوں طرح کی تحریف موجود ہونے کے قائل ہیں اور قرآن مجید نے خود اس کی شہادت دی ہے۔﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ [لمائدۃ:۱۳]

’’ان کا حال یہ ہے کہ الفاظ کا الٹ پھیر کرکے بات کوکہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔‘‘

پادری ہارن (Horne) بائبل کی تحریف کے اقرار کے ساتھ اپنی کتاب دیباچہ علوم بائبل ۲:۳۱۷ میں اس کی چار عالمانہ وجوہ قائم کی ہیں:

اوّل: ناقلوں کی غفلت

(ا): عبرانی اور یونانی کے کئی حروف صوت اور صورت میں مشابہ ہیں۔اسی سبب سے بعض غافل اور بے علم ناقلوں نے کسی ایک لفظ یا حرف کے بجائے دوسرا لفظ یا حرف لکھ کر اختلاف پیدا کردیا۔

(ب): ابتدا میں کتابت بڑے (Capital) حروف میں کی جاتی تھی اور لفظوں بلکہ فقروں کے درمیان اکثر اَوقات بیاض نہ چھوڑی جاتی تھی اسی وجہ سے کہیں لفظوں کے جز لکھنے سے رہ گئے اور کہیں مقرر تحریر ہوگئے۔

(ج): اختصار کے نشان قدیم قلمی نسخوں میں بکثرت موجود ہیں غفلت شعار نقل نویسوں نے ان کا صحیح مفہوم نہ سمجھا۔

(د): قدیم نسخوں میں ان کے لکھنے یا پڑھنے والوں نے بعض تشریحی اور تفسیری الفاظ اور فقرے اپنے طور پر تحریر کردیئے تھے،انہیں متن کا حصہ سمجھ لیا گیا۔قدیم نسخوں میں بین السطور یا حاشیے میں مشکل مقامات کی شرح لکھنے کا عام رواج تھا۔وغیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم: غلط نسخوں سے نقل

یہ غلطیاں بھی متعدد وجوہ سے پیدا ہوئیں مثلاً

(ا): سہو کتابت (ب) بعض حروف کے شوشے کم ہوگئے یا مٹ گئے۔ (ج) یہ اغلاط چمڑے، بردی، جھلی اور کاغذ کے مختلف انواع کی وجہ سے بھی پیدا ہوئیں مثلاً کاغذ یا چمڑا باریک ہوا تو اس میں ایک طرف کا لکھا ہوا دوسری طرف پھوٹ گیا اور دوسری طرف کے حرف کا جز معلوم ہونے لگا۔

سوم: اختلافاتِ عبارت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ نکتہ چین محض قیاسا اصل متن کو بالارادہ بہتر اور درست کرنے کی نیت سے از خود تصحیح کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میکلس نے تصریح کی ہے کہ ایک بہت بڑا سبب جس سے عہد نامہ جدید میں مشتبہ مقامات بکثرت پیدا ہوگئے ہیں یہ ہے کہ ایک ہی واقع کا ذکر جن مختلف جگہوں میں ہے ان میں اس طرح تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی جس سے ان میں ایک دوسرے سے زیادہ مطابقت ہوجائے اَناجیل اربعہ کو اس سے خصوصاً نقصان پہنچا۔

چہارم: یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بعض لوگوں نے ازراہ دور اندیش بھی کچھ تحریفات کیں تاکہ جو مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے اسے تقویت ہو یا جو اعتراض کسی مسئلے پر ہوتا ہو وہ دور ہوجائے۔

تحریف انجیل کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ابتدائی دور میں لکھنے لکھانے کا سامان کم یاب اور گراں تھا۔ بسااوقات قدیم تحریروں کو مٹا کر پھر انہیں پر نئی تحریریں لکھ دی جاتی تھیں اور بعض اوقات چار چار پانچ پانچ مرتبہ یہی عمل دہرایا جاتا تھا۔ یہی صورت انجیل کے ساتھ بھی پیش آئی اور بعض قدیم تحریریں بعد میں کسی وقت ابھر آئیں اور انجیل کی عبارتوں میں مل گئیں۔ [اردو دائرہ معارف اسلامیہ مادہ انجیل ص ۳۳۱،۳۱۲]

قرآن مجید میں بکثرت آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل کے لیے "الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح لابن تیمیه" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

③ **زبور:** یہ کتاب حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور اس کی ڈیڑھ سو آیات تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ اپنی سواری کی تیاری کے دوران ہی ان آیات کی تلاوت مکمل کر لیتے تھے۔ لیکن یہ کتاب بھی اب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔

④ **قرآن مجید:** سب سے آخر میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اور آپ ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی، اس کا نام قرآن مجید ہے۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے نزول کا آغاز غارِ حرا سے ہوا اور اس کی تکمیل تیئس سال میں ہوئی۔ عمومی قاعدہ کے مطابق قرآن کا وہ حصہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوا 'مکی' اور بعد میں نازل ہونے والا 'مدنی' کہلاتا ہے۔ خواہ وہ مدینہ میں نازل ہو، مکہ میں یا بیت المقدس یا کسی اور علاقے میں، سب کا سب حصہ 'مدنی' ہی کہلاتا ہے۔

علماء نے قرآن کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے:

"هو كلام الله تعالىٰ المعجز المنزل علىٰ خاتم الأنبياء والمرسلين بواسطة الأمين جبريل عليه السلام المكتوب فى المصاحف المنقول إلينا بالتواتر المتعبد بتلاوته المبدوء بسورة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاتحة المختوم بسورة الناس“

”وہ اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین پر جبریل امین علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا اور ہم تک تواتر کے ذریعہ نقل ہو کر پہنچا۔ اس کی تلاوت کارِثواب ہے۔ یہ سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورۃ الناس پر ختم ہوتا ہے۔“

(۳) قرآن کی حفاظت کا ذمہ

جیسا کہ قرآن کے علاوہ آسمانی صحائف کا ذکر گزر چکا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کتب وصحائف کو مختلف قوموں کی طرف ایک مدت تک کے لیے اتارا لیکن ان تمام صحائف وکتب کی استنادی حالت یہ ہے کہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے وہ اپنی اصل حالت پر برقرار نہ رہ سکیں اور ان میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلسل تحریف ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے آخری فرستادہ نبی محمد ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور اس نبی ﷺ کو آسمانی کتاب قرآن ملی جو کہ قیامت تک کے لیے دستورِ حیات ٹھہری، تو ضروری تھا کہ اس جیسے ضابطہ حیات کی حفاظت کے اقدامات کئے جاتے لہٰذا اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا، فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

”ہم نے اس ذکر (قرآن) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ قرآن کے اتارنے والے بھی ہم ہیں اور اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم نے لیا ہے۔ جس شان اور شکل سے وہ اترا ہے بغیر زیر زبر کی تبدیلی کے چاردانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ رہے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے۔ فصاحت وبلاغت اور علم وحکمت کی موشگافیاں بھی کتنی ترقی کرجائیں مگر قرآن صوری ومعنوی حیثیت میں انحطاط محسوس نہ ہوگا اور بڑی بڑی طاقتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا کم کرنے کی کوششیں کریں گی، لیکن زیر زبر یا ایک نقطے کو کم نہ کرسکیں گے اور اللہ رب العزت کا حفاظت کا وعدہ اس طور پورا ہو کر رہا کہ بڑے بڑے مغرور مخالفوں کے سر بھی جھک گئے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کے سپاہیوں یعنی علماء نے علوم مطالب اور غیر منتہی عجائب کی حفاظت کی وہاں کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تلک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہوسکی کسی نے قراءات کے رکوع گنے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک حرکت اور ایک ایک نقطے کو شمار کرڈالا۔

[ادارہ معارف اسلامیہ:۱۶/۴۷۵]

یہی وجہ ہے کہ مستشرقین تک یہ کہنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ قرآن تمام صحیفوں میں مستند ترین صحیفہ ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① وھیری اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

”تمام قدیم صحیفوں میں قرآن میں سے زیادہ غیر مخلوط اور خالص ہے۔“

② قرآن کا معروف انگریزی مترجم پامر (Palmor) کہتا ہے۔

”سیدنا عثمان کا ترتیب دیا ہوا متن اس وقت سے آج تک طے شدہ اور مسلم صحیفہ رہا ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

③ لین پول (Lanepoole) کہتا ہے۔

''قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ہر حرف جو ہم آج پڑھتے ہیں اس پر یہ اعتماد کر سکتے ہیں کہ تقریباً تیرہ صدیوں سے غیر مبدل رہا ہے۔'' [مجلہ فہم لقرآن لاہور، اپریل ۲۰۰۱ء بحوالہ مضمون ابوالحسن ندوی]

اور اس کے برعکس دوسرے آسمانی صحائف کا یہ خیال ہے کہ وہ اب تک دین اصل شکل میں صحیح و سالم موجود نہیں اور یہ تاریخی طور پر ثابت اور ایک حقیقت ہے جس کا اعتراف خود ان امتوں اور قوموں نے کیا ہے جن کے پاس یہ صحائف آئے تھے عہد تحقیق کے صحیفے برابر غارت گری اور آتشزدگی کا کھلے طور پر نشانہ بنتے رہے ہیں اور خود یہودی مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ تاریخ میں تین بار ایسے مواقع پیش آئے ہیں۔

① پہلی دفعہ جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یہودیوں پر (۵۸۶ ق م) میں حملہ کیا اور بیت المقدس کو آگ لگا دی جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے توریت کی تختیاں اور آل موسیٰ و آل ہارون علیہم السلام کے تبرکات محفوظ کر دیئے تھے اور جو یہودی قتل سے بچ گئے انہیں وہ قید کر کے بابل لے گیا جہاں وہ پچاس سال تک رہے اور عذرا نبی کے پانچ پہلے صحیفوں کو جو 'توراۃ' کہلاتے ہیں اپنے حافظہ سے دوبارہ لکھوایا اور واقعات کو تاریخی اسلوب میں لکھا پھر 'نحمیا' نے کتابوں کے دوسرے سلسلہ کا اضافہ کیا اور حضرت داؤدؑ کو بھی ملحق کیا۔

② دوسری مرتبہ انطیورخس چہارم (Antiorhus) جسے 'ابیقانس' کہا جاتا ہے، نے (۱۶۸ ق م) میں بیت المقدس پر حملہ کر کے صحائف مقدسہ کو جلا دیا جو بعد میں پھر مرتب ہوئے۔

③ تیسری بار ٹائٹس (Titus) رومن بادشاہ ۷ ستمبر ۷۰ ۱۹ء کو حملہ کیا اور مقدس صحیفوں کو یادگار کے طور پر اپنے ساتھ دارالحکومت لے گیا اور یہود کو جلاوطن کر دیا۔

پیغمبروں کے ان صحیفوں اور آسمانی کتابوں کی صحت و حفاظت اور مطابق اصل ہونے کے بارے میں یہودیوں کا معیار اور نقطہ نظر اس معیار اور نقطہ نظر سے قطعاً مختلف ہے جو مسلمانوں کا قرآن مجید کے آسمانی اور الہامی وحی اور کتاب ہونے کے بارے میں ہے مسلمان قرآن مجید کے ہر لفظ کو کلام الٰہی منزل من اللہ اور اپنے زمانہ نزول سے لے کر اس وقت تک اس کی اپنی اصل حالت اور شکل میں محفوظ جانتے ہیں جبکہ یہودیوں کے نزدیک ان کتابوں میں کی گئی ترمیم و کمی بیشی ان کی آسمانی کتابیں ہونے کے منافی نہیں وہ انبیاء علیہم السلام کو ان کا مصنف کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں ممتاز ترین یہودی فضلاء اور ماہرین فن کی تیار کی ہوئی یہودی انسائیکلو پیڈیا میں اس طرح مرقوم ہے:

''یہودی روایات اگرچہ اس پر مصر ہیں کہ عہد نامہ قدیم انہیں کرداروں کی تصنیف ہے جو ان میں مذکور ہیں اور یہ قطعاً غیر مناسب بھی نہیں ہے مگر انہیں یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ان میں سے بعض کتابوں میں بعد میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔''

اسپنوزا (Spinoza) کا کہنا ہے کہ ''عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابیں موسیٰ کی نہیں عذرا کی تصنیف ہیں۔''

اناجیل کے بارے میں نومسلم فرانسیسی مستشرق مولسیو ایقین دینیہ (Eatonpien) کے متعلق لکھتے ہیں:

''اللہ نے جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی اور قوم کی زبان میں دی تھی وہ تو کوئی شک نہیں کہ ضائع ہو چکی ہے اور اب اس کا کوئی نام و نشان بھی نہیں رہ گیا ہے یا وہ خود تلف ہوگئی یا عمداً تلف کر دی گئی۔ اسی وجہ سے عیسائیوں نے اس کی جگہ چار 'تالیفات' کو اپنا یا جن کی صحت اور تاریخی حیثیت مشکوک ہے کیونکہ یہ یونانی زبان میں ملتی ہیں جس کا مزاج حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کی اصل سامی زبان سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اسی لیے یونانی انجیلوں کا اپنے اتارنے والے سے رشتہ اور رابطہ یہود کی تورات اور عربوں کے قرآن سے کہیں کمزور ہے۔''

''یہ ان صحیفوں کا حال ہے جن کو ان کے ماننے والے ہزاروں برس سے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں اور دنیا کی دو متمدن ترین قومیں (یہود اور عیسائی) ان کی حلقہ بگوش اور علمبردار ہیں اور اسلام اور مسلمانوں نے بھی ان کو اس حد تک تسلیم کیا ہے کہ ان دونوں کو اہل کتاب کا نام دیا ہے۔'' [نفس مصدر ملحق مارچ ۲۰۰۱ء]

مذکورہ بالا حقائق سے ثابت ہوا کہ قرآن کی حفاظت قرآن کا ایک اہم اعجاز ہے، اور کیوں نہ ہو اس کتاب کے نازل کرنے والے نے اسے تحریف وتبدل اور کمی وزیادتی سے محفوظ رہنے کا ذمہ لیا ہے اور یہ ذمہ تاقیامت قائم ہے۔

تدوین قرآن، زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کی تدوین کا کام باقاعدہ طور پر نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف آیات نازل ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے: اسے فلاں سورت میں رکھ دو، فلاں جگہ پر رکھ دو۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آیات کی ترتیب مکمل ہوئی اور یہ 'ترتیب توقیفی' کہلاتی ہے یعنی ایسی ترتیب جو انسانوں کے اپنے ذوق کی بجائے وحی الٰہی پر موقوف ہو۔ جہاں تک سورتوں کی ترتیب کا تعلق ہے تو علامہ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ کا خیال ہے کہ یہ بھی 'توقیفی' ہے، لیکن جمہور علماء اس کے توقیفی ہونے کے قائل نہیں۔

قرآن کریم کے نزول سے بلکہ اس کی جمع و تدوین تک کے تمام مراحل کا مشاہدہ کیا جائے تو ہمیں قرآن کی حفاظت وجمع کے لیے دو طریقے نظر آئیں گے۔

① حفظ ② کتابت

آغاز وحی سے ہی یہ دونوں طریقے استعمال ہوتے رہے ہیں لیکن اس کا مدار زیادہ تر حفظ پر رہا ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [لقیامۃ:۱۶تا۱۹]

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قراءات کو غور سے سنتے رہو پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

چونکہ حفظ اُمت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے اس لیے قرآن اور اس کی قراءت میں اس پر اعتماد کیا گیا۔

ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن الاعتماد فی نقل القرآن علی حفظ الصدور والقلوب لا علی حفظ المصاحف والکتب و ھذہ الشرف خصیصة من الله تعالیٰ لھذہ الأمة" [لنشر:۶/۱]

''قرآن کے نقل کرنے میں اعتماد حفظ القلوب پر ہے نہ کہ مصاحف اور کتب کی حفاظت پر اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم خاصہ ہے۔''

قرآن کی صدری حفاظت کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں جبریل علیہ السلام سے دور فرمایا کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"أسرّ إلى إن جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة وإنه عارضني العام مرتين ولا أراه إلا حضر أجلي" (صحيح لبخاري:٣٦٢٤)

''نبی ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا جبرئیل مجھ سے ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اس سال دو مرتبہ کیا ہے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میری موت کا وقت آ پہنچا ہے۔''

نبی ﷺ کے قرآن کو یاد کرنے کے اہتمام کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ رجحان عام تھا کہ وہ قرآن کریم کی سورہ کو یاد کرتے لہٰذا بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا ہوا تھا۔ اور ان حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیں متعدد کتب میں ملتا ہے۔

ابوشامہ المقدسی رحمہ اللہ نے امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ کی کتاب القراء ات کے حوالے سے پچیس حفاظ و قراء صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق مہاجرین میں سے۔

ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، سعد، ابن مسعود، سالم، حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن سائب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

انصار میں سے: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، زید بن ثابت، مجمع بن جاریہ اور انس بن مالک شامل ہیں۔ اسی طرح ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت اُم سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام بھی حفاظ کی فہرست میں شامل ہیں۔ [لمرشد لوجيز، ص۴۰]

ان کے علاوہ ابومعبد الخوری، تمیم الداری، سلمہ بن مخلد، ابوموسیٰ اشعری، عبادہ بن صامت، ابوایوب انصاری، ابوزید انصاری، فصالہ بن عامر، عقبہ بن عامر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام ملتے ہیں۔

اور وہ حفاظ صحابہ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور وہ جن کو آپ متفرق قبائل کی طرف قرآن کی تعلیم کے لیے بھیجتے تھے اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حفاظ صحابہ کی تعداد سینکڑوں تھی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ کے مطابق جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو حفاظ قراء شہید ہوئے۔ [عمدة لقاری:١٦/٢]

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن هذا العدد هم الذين عرضوه على النبى واتصلت بنا أسانيدهم وأما من جمعه منهم ولم يصل بنا فكثير" [طبقات لقرء، ص۲۴تا۴۲]

''یہ تعداد وہ ہے جو نبی ﷺ سے متصل سند کی بنا پر منقول ہوئی ہے جبکہ غیر متصل سند سے منقول تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔''

بہر حال ابتدائے اسلام میں قرآن کی حفاظت کے لیے صدری طریقہ ہی اختیار کیا گیا اور ان حالات کے پیش نظر یہی طریقہ قابل اعتماد تھا۔ قرآن کی حفاظت بذریعہ کتابت کے ادوار کا ذکر آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

نبی ﷺ کی زندگی میں قرآن مکمل ہو چکا تھا، لیکن غیر مرتب تھا۔ لوگ مختلف آیات اور سورتوں کو پتھروں پر، کھجور کے پتوں اور چھڑیوں پر اور اسی طرح چوڑی ہڈیوں اور باریک چمڑوں پر لکھ لیتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات تک قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید کے غیر مرتب ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا اور نزول وحی کے زمانہ میں آیات کی کمی و بیشی بھی ہوسکتی تھی، بعض احکام اور آیات منسوخ بھی ہوسکتے تھے، بعض میں کچھ اضافہ بھی ہوسکتا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ کے دور میں قرآن مجید کو تدوینی شکل نہ مل سکی۔

⑤ جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ کتابت وحی کا کام آپ ﷺ کی زندگی میں شروع ہوچکا تھا۔کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے جن میں مشہور یہ ہیں:

ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن ابی سرح، زبیر بن عوام، خالد بن سعید بن العاص، ریان بن سعید بن العاص، حنظلہ بن الربیع، معقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن ارقم الزہری، شرجیل بن حسنہ، عبداللہ بن رواحہ، عامر بن فہیرہ، عمرو بن العاص، ثابت بن قیس بن شماس، مغیرہ بن شعبہ، خالد بن ولید، معاویہ بن ابی سفیان، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین

تدوین قرآن: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کو صحیفوں کی شکل دی گئی۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ یمامہ کے محاذ پر قراء کرام کثرت سے شہید ہو رہے ہیں۔یاد رہے کہ یمامہ کی لڑائی مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس ہی تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ مقتولین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح تیزی سے قراء شہید ہوتے گئے تو قرآن کا بہت سارا حصہ ضائع ہوجائے گا، میرا خیال ہے کہ قرآن کو جمع کرلیا جائے تو میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جو کام اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا، ہم وہ کیسے کرلیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: هٰذا واللہ خیر ''اللہ کی قسم! مجھے تو یہ کام بہتر نظر آتا ہے۔'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں مجھ سے بار بار تقاضا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ نوجوان اور عقلمند ہیں، ہمیں آپ پر شک وشبہ کا بھی امکان نہیں۔آپ اللہ کے رسول ﷺ کی وحی لکھتے تھے اور اب آپ ہی قرآن کا تتبع کریں اور اس کو جمع کریں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے اگر یہ لوگ پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا کہتے تو یہ آسان تھا، بہ نسبت اس کے کہ میں قرآن مجید کو جمع کروں تو میں نے کہا: یہ کام آپ کیسے کرنا چاہتے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: هو واللہ خیر ''اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔'' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا جس کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا۔ میں نے پھر قرآن مجید کی جستجو کی اور اسے کھجور کی چھڑیوں، پتوں اور لوگوں کے دلوں سے جمع کرنا شروع کردیا حتیٰ کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ مجھے ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ملی جو کہ کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ تھی۔ یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے، یہاں تک ان کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد ازاں اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ یہ وہ ابتدائی شکل تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس میں قرآن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ (صحیح لبخاري:۴۹۸۶]

⑥ مختلف چیزوں پر لکھی گئی آیات کو وصول کرنے کا معاملہ بھی اتنا آسان نہیں رکھا گیا تھا بلکہ احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل طریقوں سے لائی جانے والی آیات کی تصدیق کی جاتی تھی۔

① یادداشت سے توثیق کی جاتی۔

② حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ دونوں چونکہ حافظ قرآن تھے تو دونوں آیات کو وصول کرتے یعنی حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق کرتے۔ [فتح لباري:۹/۱۱]

③ کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی جب تک کہ اس کے متعلق دو گواہیاں دستیاب نہ ہو جائیں۔

اس ضمن میں یہ بات یاد رہے کہ مذکورہ بالا اقدامات صرف احتیاط کے پیش نظر تھے وگرنہ سینکڑوں صحابہ قرآن کے حافظ تھے اور یہ آیات ان کو یاد تھیں لیکن حفظ کے علاوہ کتابت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات کو تب لیا گیا کہ وہ کسی نہ کسی کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ براءت کی آخری آیات ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ... الخ﴾ حضرت خزیمہ انصاریؓ سے لکھی ہوئی ملیں [صحیح لبخاري:۴۶۷۹]

حضرت ابوبکرؓ نے جو صحیفہ مرتب فرمایا اس میں آیات قرآنی کو کاغذ کے مختلف صحیفوں پر مشتمل تھا اور ہر سورہ الگ صحیفہ میں لکھی گئی اس طرح یہ نسخہ مختلف صحیفوں کی شکل میں تھا۔ اور یہ نسخہ اُم کے نام سے معروف ہوا۔ اس نسخہ میں آیات کی ترتیب تو نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر تھی جبکہ سورتوں کی ترتیب نہ تھی۔ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے اور یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا تھا اور اس میں صرف وہ آیات درج تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے لکھوائے ہوئے یہ صحیفے آپ کے پاس رہے آپ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس، حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد یہ نسخہ اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔ [فتح لباري:۹/۱۲-۱۳]

تدوین قرآن؛ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں

تدوین قرآن کا آخری دور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں پورا ہوا۔ اس کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ وہ اس وقت آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتوحات کے لیے عراق اور شام کے مسلمانوں سے مل کر لڑ رہے تھے۔ آپ نے وہاں قراءۃ کا اختلاف دیکھا تو گھبرائے ہوئے حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ امیر المؤمنین اس اُمت کی اصلاح کیجئے، اس سے پہلے کہ یہود کی طرح یہ بھی قرآن میں اختلاف کرنے لگیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس موجود ہیں، ہمیں دے دیں ہم ان کو مصاحف کی شکل میں نقل کرنا چاہتے ہیں اور نقل کرنے کے بعد آپ کو واپس کر دیے جائیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کی طرف بھیج دیے۔ حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابت، عبدالرحمن بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشامؓ کی ایک کمیٹی تشکیل دی۔ یہ چار آدمی تھے، تین قریشی اور ایک انصاری۔ حضرت عثمانؓ نے تینوں قریشیوں کو کہا کہ جب تمہارا زیدؓ سے قرآن میں سے کسی لفظ کے لکھنے میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کے رسم پر لکھنا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان

www.KitaboSunnat.com

میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے اسی طرح کیا، ان صحائف کو مصاحف میں نقل کردیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے صحائف انہیں واپس کردیئے اور جو مصاحف ان سے نقل کئے گئے تھے وہ مختلف علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور ان کے علاوہ باقی سب مصاحف کو جلا دیا گیا۔ [رقم:۴۹۸۷]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن منتشر تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید صحیفوں کی شکل میں مرتب کیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں صحیفوں کو مصحف کی شکل میں مرتب کیا گیا اور اس کی بنیاد اسی نسخہ کو بنایا گیا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تھا۔

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت قرآن میں درج ذیل امور سرانجام دیئے۔

❶ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں غیر مرتب سورتوں کو ایک مصحف میں ترتیب دیا گیا۔

❷ قرآن کی آیات کو اس طور پر لکھا گیا کہ ایک رسم الخط میں تمام قراءات سما جائیں۔

❸ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود ایک نسخہ سے دیگر نقول تیار کی گئیں اور ان کی تعداد سات تک بتائی جاتی ہے جو مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ جبکہ ایک مدینہ میں رکھا گیا۔

❹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیار ہونے والا نسخہ کی آیات اور سور کو تحریری مسودات سے ایک بار پھر ملایا گیا۔

❺ ان مصاحف کی تیاری کے بعد باقی تمام مصاحف جلا دیئے گئے۔ اور اس کام پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لا تقولوا فی عثمان إلا خیرا فواللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف إلا عن ملأ منا“[فتح لباري]

''عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی اچھائی کے سوا کوئی بات نہ کہو اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ سے کیا۔''

کمیٹی کا اختلاف

مذکورہ بالا ہدایت میں ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کمیٹی کے ارکان کو اختلاف کی صورت میں قریش کی زبان میں لکھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ سوان لوگوں نے جب قرآن کی آیات کو نقل کرنا شروع کیا تو سوائے ایک جگہ کے پورے قرآن میں اختلاف نہ پایا اور وہ بھی لفظ التابوت کے متعلق کہ اسے تاے مدوّرہ یعنی گول تا کے ساتھ التابوۃ لکھا جائے یا لمبی تا التابوت کے ساتھ لکھا جائے تو سب نے بالاتفاق قریش کی زبان کے مطابق اسے لمبی تا کے ساتھ لکھا اور یہ معمولی سا اختلاف بھی رفع ہوگیا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قریش کی زبان کو یہ ترجیح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسم الخط کے سلسلے میں دی تھی۔

حدیث سبعہ اَحرف اور اختلافِ اُمت

متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ «أنزل القرآن علیٰ سبعة أحرف» ''قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔'' لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کو ایک مصحف میں جمع کردیا گیا اور باقی مصاحف کو تلف کردیا گیا تو اس سے لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو باقی مصاحف جلا دیئے، وہ چھ حروف تھے تو اس غلط فہمی نے قراءات کے متعلق اُمت میں ایک غلط نظریہ پیدا کردیا، جس سے لوگ صرف حفص کی قراءت جو آج ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

برصغیر میں مروج ہے کو ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک حرف پر بچایا ہوا قرآن سمجھنے لگے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے ہم یہ حدیث ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کا پس منظر سامنے آئے:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے سنا۔ وہ اس کو کئی حروف پر پڑھ رہے تھے جن کو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سکھلایا تھا۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ہی اُنہیں جالیتا، میں نے صبر کیا حتیٰ کہ اُنہوں نے سلام پھیرا۔ میں نے ان کے گلے میں چادر ڈالی اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے۔ میں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تو کسی اور طرح یہ سورت پڑھائی ہے۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ سورۂ فرقان کو کسی اور طرح ہی پڑھ رہے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ پڑھیں تو حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے وہی قراءت پڑھی جو پہلے پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے بھی اسی طرح پڑھی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ بھی صحیح ہے اور یہ اسی طرح نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، ان میں سے جو حرف تم کو آسان لگے، وہ پڑھ لیا کرو۔'' [صحيح لبخاري:۴۹۹۲]

واضح رہے کہ حدیث: «أنزل القرآن علیٰ سبعة أحرف» ۲۱ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور محدثین نے اس حدیث کو متواتر کا درجہ دیا ہے۔ تاہم لوگوں کا اس کے معنی و مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں اس کے متعلق ۴۰ر اقوال ذکر کئے ہیں، اسی طرح ابن حبان نے ۳۵- اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباري میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے بعض نے لغات، بعض نے سات قراءات اور بعض نے کچھ اور لیکن محققین قراء نے اس سے سات وجوہ مراد لی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے چھ حروف کو ختم کردیا اور ایک کو باقی رکھا اور وہ آج ہمارے پاس حفص کی قراءت کی صورت میں موجود ہے، سراسر لغو ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ جرأت کیونکر کرسکتے تھے۔؟

قرآن نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ ﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡنَ﴾ [لحجر:۹]

''قرآن مجید ہم نے اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

کسی صحابی یا خلیفہ راشد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شریعت میں کوئی تبدیلی کرے، کجا یہ کہ وہ قرآن کریم میں سے کچھ حذف کرسکے۔ دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا اور اس میں بعد میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر محض الزام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ یہ جلد حفظ ہوجاتا ہے، جبکہ باقی کتابوں میں بہت صعوبت ہوتی ہے اور ان کو حفظ کرنا انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم کو پہلے پہل جمع کرنے کا خیال بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حفاظ کرام کی شہادت کے بعد آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کے بارے میں فرمایا:

﴿بَلۡ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيَاتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [لعنکبوت:۴۹]

''دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں، ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔''

قرآن مجید جس شکل میں اور جن حروف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، انہی حروف کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محفوظ رکھا اور انہی حروف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محفوظ رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہی صحیفوں سے نقل کیا جو

www.KitaboSunnat.com

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور پھر ان مصاحف کو مختلف علاقوں میں پھیلا دیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کا کہنا کہ انہوں نے سوائے حفص کی قراءت کے باقی سب قراءات ختم کر دیں، بالکل درست نہیں ہے اور یہ وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کو اس کی اصل کا پتہ نہیں ہے۔

اگر آپ مراکش میں چلے جائیں وہاں ورش کی قراءت ہے۔ لہٰذا یہ قراءات آج بھی محفوظ ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہمارے مشرق میں صرف حفص کی قراءت مروج ہے۔ جہاں تک سبعۃ احرف کا تعلق ہے تو وہ اپنی وسعت کے ساتھ جس طرح قرآن مجید میں پہلے موجود تھے، اسی طرح قرآن مجید میں اب بھی موجود ہیں اور تا قیامت اسی طرح رہیں گے۔ ان وجوہ وحروف کو قرآن سے نکالنے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور جمہور اُمت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا تھا اور وہ آج بھی اسی طرح قائم و دائم ہیں جس کی تائید ائمہ کے ان اقوال سے ہوتی ہے جو آگے ذکر کئے جا رہے ہیں۔

⑧ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ سبعہ احرف کی مراد سے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ائمہ و ماہرین قراءات نے جن اقوال کو راجح قرار دیا وہ دو ہیں۔ ① لغات ② وجوہ

اگرچہ محققین آئمہ قراءات نے ان دو اقوال میں سے سات وجوہ کے قول کو سبعہ احرف کی تعین کے قریب تر قرار دیا ہے جو کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ کے بعد امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ نے ان وجوہ کو یوں بیان کیا ہے:

”الكلام لا يخرج عن سبعة أوجه فى الاختلاف، الأول: اختلاف الأسماء من إفراد وتثنية وجمع أو تذكير وتأنيث، الثاني:اختلاف تصريف الأفعال من ماضى ومضارع وأمر، الثالث: وجوه الإعراب، الرابع: النقص والزيادة، الخامس: التقديم والتأخير، السادس: الإبدال، السابع: اختلاف اللغات كالفتح والإمالة والترقيق والتفخيم والإدغام والإظهار [فتح لباري:۹/۲۹]

”قراءات کا اختلاف سات وجوہ میں منحصر ہے:

① اختلاف اسماء: جس میں مفرد، تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث کا اختلاف ہے۔ ①

② اختلافِ افعال: کسی قراءت میں ماضی کا صیغہ، کسی میں مضارع اور کسی میں امر۔ ②

③ وجوہ اعراب کا اختلاف: جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں۔ ③

④ الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف: ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ۔ ④

⑤ تقدیم وتاخیر کا اختلاف: قراءت میں کوئی لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہو۔ ⑤

⑥ اختلاف ابدال: ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کی جگہ بدل دینا۔ ⑥

⑦ لہجات کا اختلاف: جس میں فتحہ، تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، اظہار اور ادغام کا اختلاف ہو۔“ ⑦

---

① جیسے تمت كلمة ربك، دوسری قراءت میں تمت كلمات ربك نیز وما ربك بغافل عما يعملون کو تعملون کی قراءت سے پڑھا گیا۔ اس طرح فدية طعام مسكين کو مساكين اور وكتبهٖ ورسلهٖ کو رسالته پڑھا گیا ہے۔ لا يقبل منها شفاعة میں یقبل مذکر کو مونث کے صیغہ تقبل سے بھی پڑھا گیا ہے۔

② جیسے ومن تطوع خيرا کو ومن يطوع خيرا اور قال كم لبثتم کو قل كم لبثتم، قال اعلم أن الله على كل شيء قدير کو قال إعلم أن الله على كل شيءٍ قديرٌ =

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑨ ہمارا نقطہ نظر: مذکورہ بالا سبعہ احرف کی تعین میں درج کی گئیں وجوہ کو اگرچہ راجح ترین سمجھا گیا ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ سبعہ احرف کی تعیین میں دو اَقوال: ① لغات ② وجوہ۔ دونوں میں تطبیق کی صورت موجود ہے جس کے لیے تفصیل درکار ہے اور ہم انشاء اللہ آئندہ تحریر میں اس پر مفصل بحث کریں گے۔

بہرصورت سبعہ احرف کی تعین میں اقوال کے نظری اختلاف کے باوجود تمام ائمہ قراء اس موقف پر اجماعی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ابن جزری کی بیان کی ہوئی سات وجوہ قرآن کا حصہ ہیں اور ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ ان سات وجوہ میں بیان کی گئیں تمام جزئیات کو قرآن کا حصہ مانا جائے اور آج تک امت نے ان کو قرآن میں شامل ہی سمجھا ہے اور یہی جزئیات آج تک مختلف ممالک میں قرآن کے طور متداول ہیں۔ اس لیے وہ لوگ جو اختلاف اقوال کو بنیاد بناتے ہوئے مذکورہ جزئیات کے سرے سے انکاری ہیں بلکہ فتنہ سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مختلف اقوال کے حامل آئمہ بھی کسی نہ کسی شکل میں مذکورہ وجوہ کو قرآن کا حصہ ہی مانتے ہیں۔ اس لحاظ سے ترک قراءات کا مؤقف رکھنے والے صریحاً گمراہ اور سبیل المومنین سے ہٹے ہوئے ہیں۔

سبعہ اَحرف اور اَئمہ کرام

* علامہ بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ اپنی کتاب البرھان فی علوم القرآن میں قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ:

”أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة فی المصحف“ [۲۲۳/۱]

”یہ سبعہ حروف نبی کریم ﷺ سے بڑے مشہور و معروف ہیں۔ ائمہ نے سبعہ حروف کو ضبط کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی انہیں مصاحف میں ثابت رکھا۔“

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من قال إن عثمان أبطل الأحرف السبعة فقد كذب۔ من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك أو أراده لخرج عن الإسلام بل الأحرف السبعة كلها موجودة قائمة عندنا كما كانت مثبتة فی القراء ات المشهورة المأثورة [لملل و لنحل:۷۷/۲]

= ③ مثلاً ولاتسئل عن أصحاب الجحيم کو ولا تسئل عن أصحاب الجحيم، اسی طرح إلا أن تكون تجارة کو إلا أن تكون تجارة اور الله الذى له ما فى السموٰات والارض کو الله الذى له ما فى السموٰات والارض اور فی لوح محفوظ کو فی لوح محفوظ پڑھا گیا ہے۔

④ مثلاً وسارعوا إلى مغفرة کو سارعوا إلى مغفرة اور وما عملته أيديهم کو وما عملت أيديهم اور فإن الله هو الغنى الحميد کو فإن الله الغنى الحميد پڑھا گیا ہے۔

⑤ وجآء ت سكرة الموت بالحق کو جاء ت سكرة الحق بالموت

⑥ فتبينوا کو فتثبتوا اور كيف ننشزها کو كيف ننشرها، اسی طرح هنالك تبلوا كل نفس کو هنالك تتلوا كل نفس

⑦ خطوات کو خطوات، بيوت کو بيوت، خفية کو خفية، يحسب کو يحسب، يعزب کو يعزب

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر دیا تھا، وہ جھوٹا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ کام کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ سبعہ احرف تمام کے تمام ہمارے پاس اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح کہ مشہور ومعروف قراءات میں موجود ہیں۔''

امام غزالی رحمہ اللہ 'سبعہ احرف' کے متعلق لکھتے ہیں:

"ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهورة نقل متواترا"

[لمستصفی:۱/۶۵]

''مصحف وہ ہے جو دو گتوں کے درمیان ہے اور اس میں سات حروف ہیں جو مشہور ہیں اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔''

ابوالولید الباجی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فإن قيل هل تقولون: إن جميع هذه السبعة الأحرف ثابتة في المصحف والقراء ة بجميعها جائزة؟ قيل لهم:كذلك نقول: والدليل علىٰ صحة ذلك قوله عزوجل: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراء ته فيمكن حفظه دونها ومما يدل على صحة ما ذهبنا إليه أن ظاهر قول النبیﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيرا على من أراد قراء ته ليقرأ كل رجل مما تيسر عليه وبما هو أخف على طبعه وأقرب للغته لما يلحق من المشقة بذلك المألوف من العادة في النطق ونحن اليوم من عجمية ألسنتنا و بُعدنا عن فصاحة العرب أحوج" [لمنتقیٰ:۱/۳۴۷]

''اگر یہ کہا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مصحف میں آج بھی موجود ہیں، اس لیے کہ ان سب کی قراءۃ (آپ کے نزدیک) جائز ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ جی ہاں! ہمارا قول یہی ہے اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ''کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اور قرآن کو اس کی قراءات سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہو جائیں۔''

ہمارے قول کے صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا کہ اس کی قراءت کرنے والے کو آسانی ہو تا کہ ہر شخص اس طریقہ سے تلاوت کر سکے جو اس کے لیے آسان ہو، اس کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سہل اور اس کی لغت سے زیادہ قریب ہو، کیونکہ گفتگو میں جو عادت پڑ جاتی ہے، اسے ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور آج ہم لوگ اپنی زبان کی عجمیت اور عربی فصاحت سے دور ہونے کی بنا پر اس سہولت کے زیادہ محتاج ہیں۔''

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ انسان سبعہ حروف کا انکار کرے اور یہ کہے کہ اس وقت صرف ایک حرف ہے اور باقی کوئی حرف نہیں۔ اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے تصرف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ [یونس:۱۵]

''جب انہیں ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو، اے نبیؐ! ان سے کہو: میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر وتبدل کرلوں۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔''

یہ نص ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کسی زیر وزبر کا بھی تصرف نہیں کیا اور ہمارا ایمان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی تصرف نہیں کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی تصرف نہیں کیا اور یہ قرآن اسی شکل میں جس شکل میں آسمان سے جبریل علیہ السلام لائے تھے، ہمارے پاس پہنچا ہے۔

جہاں تک قراءات کا تعلق ہے تو وہ ثابت ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قراءت مجھے پسند ہے اور فلاں کی قراءت پسند نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں متعدد مقامات پر مختلف قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو تلف کیا، وہ کیا تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ختم کیا، وہ کیا تھا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اکٹھے کئے ہوئے صحائف جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے، کو لے کر انہیں مصاحف میں نقل کیا، کیونکہ یہ عرضۂ اخیرہ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا جو آخری دور ہوا تھا، اس کے مطابق تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کو ہر سال قرآن کا دور کرواتے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”كان يعرض على النبى ﷺ القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض فيه“

''نبی ﷺ پر قرآن ہر سال پیش کیا جاتا۔ آپ ﷺ کی وفات والے سال دو دفعہ آپ پر قرآن پیش کیا گیا۔''

[صحیح لبخاری:۴۹۹/۸]

ابن سعد رحمہ اللہ نے مشہور تابعی علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

”فأنا أرجو أن تكون قراءة تنا العرضة الآخيرة“ [لطبقات لکبریٰ :۱۹۵/۲]

''پس مجھے اُمید ہے کہ ہماری موجودہ قراءات اسی عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرضۂ اخیرہ والے قرآن کو ہی نقل کیا تھا جبکہ عرضۂ اخیرہ والا قرآن وہ قرآن تھا جس میں آخری احکام اور جو جو تبدیلی مقصود تھی، کردی گئی۔ اب یہ قرآن جو تبدیلیوں سے مبرا تھا، اسی کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف نقل کئے اور تبدیل شدہ چیزیں جن میں منسوخ آیات، شاذ قراءات اور سبعہ احرف میں سے جزوی چیزیں بدل جاچکی تھیں اور لوگوں میں شائع ہوچکی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع شدہ قرآن کی اطلاع نہ پاسکے، نتیجتاً جس کسی کے پاس جو کچھ تھا وہ تلاوت کرتا رہا، جس سے اختلافات کا ہونا لازم امر تھا۔ اب جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلف کئے تھے، ان میں یہ چیزیں شامل تھیں مثلاً ایسی منسوخ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی مگر لوگ پڑھ رہے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فأنزلت هذا الآية ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْعَصْرِ﴾ فقرأنا ها ماشاء الله ثم نزلت ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پہلے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿حافظوا علی الصلوات والصلوۃ العصر﴾ تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، ہم اسے پڑھتے رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿حافظوا علی الصلوات الصلوۃ الوسطی﴾ [فتح لباری:۱۹۸/۸]

اور یہ منسوخ شدہ آیت عرضہ اخیرہ میں موجود نہیں تھی۔اسی طرح کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن لکھتے ہوئے تفسیری کلمات بھی ساتھ لکھ دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وکان لا یعتقد تحریم ذلك وکان یراہ کصحیفة یثبت فیھا ما یشاء وکان رأي عثمان والجماعة منع ذلك لئلا یتطاول الزّمان ویظنّ ذلك قرآنا [شرح لنووی:۳۴۹/۶]

''وہ قرآن کے متن کے ساتھ اس کی تفسیر کو لکھنا حرام نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اسے مصحف کی بجائے ایک صحیفہ سمجھتے تھے اور اس میں جو چاہتے لکھ لیتے ،لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو ممنوع سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک مدت گزرنے کے بعد لوگ اسے بھی قرآن سمجھ لیں۔''

جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں یہ تمام چیزیں نکالی گئی تھیں اور انہوں نے سات حروف میں سے چھ کو قطعاً ختم نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے وہی کچھ نکالا تھا جو عرضہ اخیرہ کے وقت اللہ کی طرف سے نکال دیا گیا تھا۔

خوش خبری

قارئین کرام کی دلچسپی اور قراءات قرآنیہ کے دیگر تشنہ پہلوؤں کی سیرابی کے پیش نظر انتظامیہ رشد نے قراءات نمبر م حصہ اوّل ودوم کی شاندار اشاعت کے بعد اسی ضخامت اور اسی علمی معیار پر مبنی قراءات نمبر کا تیسرا اور آخری حصہ بھی نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ تحقیقی شمارہ ماہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء کی اشاعت پر مشتمل ہوگا۔ان شاء اللہ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی☆

قرآن مجید میں قراءتوں کا اختلاف

عصر حاضر کے متجددّین نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اسلام کا ہر وہ حکم جو مغرب کے لئے باعث تشویش ہے، اسے کسی نہ کسی طرح منسوخ اور ناقابل عمل قرار دے دیا جائے۔ ان کا یہ رویہ نہ جانے مغرب سے مرعوبیت کی وجہ سے ہے یا پھر مستشرقین کی ذمہ داری وہ اسلامی معاشروں میں بیٹھ کر نبھا رہے ہیں، کیونکہ ان کا ہر کام اسلامی تعلیمات کی تشریح وتوضیح کے بجائے ان کی تعطیل وتضحیک اور مستشرقین کے گمراہ کن افکار کی تثبیت وتوثیق پر مبنی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ ایسے افراد کے کارہائے غلط کی تردید کے لیے ایسی عظیم ہستیوں کو پیدا فرما دیتے ہیں، جو انہی کا سا پس منظر رکھنے کے باوجود اِس قسم کے آوارہ منش مفکرین کے خلاف برسرِپیکار ہو جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہیں، جنہوں نے بیسویں صدی میں فکر اسلامی کے دفاع کی ذمہ داری بڑے احسن انداز سے نبھائی ہے اور اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی قرار دینے کے بجائے دورِ جدید کے مطابق ان کی بہترین توجیہہ پیش کی ہے۔ دیگر اُمور کی طرح جب ان سے اختلافِ قراءات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے متجدِّدین کے برعکس اِن کی بھرپور انداز میں توثیق کی اور انہیں منزل من اللہ قرار دیا۔ ان کا یہ فتویٰ ماہنامہ ترجمان القرآن کے شمارہ بابت جون ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ہے، جسے اتمام فائدہ کے لیے فتوی کے بجائے مضمون کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

سوال: ذیل میں درج شدہ مسئلہ کے متعلق آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے تفصیلی دلائل سے واضح فرمائیں گے۔ قرآن مجید کے متعلق ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بعینہٖ اُسی صورت میں موجود ہے جس صورت میں حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ حتیٰ کہ اس میں ایک شوشے یا کسی زیر، زبر کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی، لیکن دوسری طرف بعض معتبر کتب میں یہ درج ہے کہ کسی خاص آیت کی قراءت مختلف طریقوں سے مروی ہے جن میں اعراب کا فرق عام ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو بعض عبارات کے اختلاف کا ذکر تک کیا گیا ہے۔

اگر پہلی بات صحیح ہو تو اختلاف قراءت ایک مہمل سی بات نظر آتی ہے، لیکن اس صورت میں علماء کا اختلاف قراءت کی تائید کرنا سمجھ میں نہیں آتا اور اگر دوسری بات کو صحیح مانا جائے تو قرآن کی صحت مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ بات تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اعراب کے فرق سے عربی کے معانی میں کتنا فرق ہو جاتا ہے۔ یہاں میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ منکرین حدیث کی طرف میرا ذرہ بھر بھی میلان نہیں ہے بلکہ صرف مسئلہ سمجھنے کے لیے آپ کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔

☆ بانی وسابق اَمیر جماعت اسلامی، پاکستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید آج ٹھیک اسی صورت میں موجود ہے جس میں وہ نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ذرہ برابر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، لیکن یہ بات بھی اس کے ساتھ قطعی صحیح ہے کہ قرآن میں قراءتوں کا اختلاف تھا اور ہے۔ جن لوگوں نے اس مسئلے کا باقاعدہ علمی طریقے پر مطالعہ نہیں کیا ہے وہ محض سطحی نظر سے دیکھ کر بے تکلف فیصلہ کر دیتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں باہم متضاد ہیں اور ان میں سے لازماً کوئی ایک ہی بات صحیح ہوسکتی ہے، یعنی اگر قرآن صحیح طور پر حضور ﷺ سے نقل ہوا ہے تو اختلافاتِ قراءت کی بات غلط ہے اور اگر اختلافِ قراءت صحیح ہے تو پھر معاذ اللہ قرآن ہم تک صحیح طریقے سے منتقل نہیں ہوا ہے، حالانکہ فیصلے صادر کرنے سے پہلے یہ لوگ کچھ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں تو خود بھی غلط فہمی سے بچ جائیں اور دوسروں کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کا وبال بھی اپنے سر نہ لیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس رسم الخط میں ابتداءً نبی ﷺ نے وحی کی کتابت کرائی تھی اور جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلا مصحف مرتب کرایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس کی نقل بعد میں شائع کرائی، اس کے اندر نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے بلکہ نقطے بھی نہ تھے، کیونکہ اس وقت تک یہ علامات ایجاد نہ ہوئی تھیں۔ اس رسم الخط میں پورے قرآن کی عبارت یوں لکھی گئی تھی:

کتاب احکمت ایته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

اس طرز تحریر کی عبارتوں کو اہل زبان اٹکل سے پڑھ لیتے تھے اور بہرحال بامعنی بنا کر ہی پڑھا کرتے تھے، لیکن جہاں مفہوم کے اعتبار سے متشابہ الفاظ آ جاتے ہیں، یا زبان کے قواعد و محاورہ کی رو سے ایک ہی لفظ کے کئی تلفظ یا اِعراب ممکن ہوتے وہاں خود اہل زبان کو بھی بکثرت اقتباسات پیش آ جاتے ہیں اور یہ تعین کرنا مشکل ہوجاتا تھا کہ لکھنے والے کا اصل منشا کیا ہے۔ مثلاً ایک فقرہ اگر یوں لکھا ہو کہ ربنا بعد بین اسفارنا تو اسے رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا بھی پڑھا جاسکتا تھا اور رَبُّنَا بَعَّدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا بھی۔ اسی طرح اگر ایک عبارت یوں لکھی ہو کہ انظر الی العظام کیف ننشزها تو اسے اُنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا بھی پڑھا جاسکتا تھا اور كَيْفَ نُنْشِرُهَا بھی۔

یہ اختلافات تو اس رسم الخط کے پڑھنے میں اہل زبان کے درمیان ہوسکتے تھے، لیکن ایک عربی تحریر اگر اسی رسم الخط میں غیر اہل زبان کو پڑھنی پڑ جاتی تو وہ اس میں ایسی سخت غلطیاں کر جاتے جو قائل کے منشا کے بالکل برعکس معنی دیتی تھیں۔ مثلاً ایک دفعہ ایک عجمی نے آیت إِنَّ اللهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ میں لفظ وَرَسُوْلُهُ کا اعراب وَرَسُوْلِهِ پڑھا جس سے معنی یہ بن گئے کہ ''اللہ بری الذمہ ہے مشرکین سے اور اپنے رسول سے۔'' **معاذ اللہ**

پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن میں اعراب لگانے کی ضرورت سب سے پہلے بصرے کے گورنر زیاد رحمہ اللہ نے محسوس کی جو ۴۵ھ سے ۵۳ھ تک وہاں کا گورنر رہا تھا۔ اس نے ابوالاسود دؤلی رحمہ اللہ سے فرمائش کی کہ وہ اعراب کے لیے علامات تجویز کریں اور انہوں نے یہ تجویز کیا کہ مفتح حرف کے اوپر، مکسور حرف کے نیچے اور مضموم حرف کے بیچ میں ایک ایک نقطہ لگا دیا جائے۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ ۶۵ھ تا ۸۶ھ کے عہد حکومت میں حجاج بن یوسف رحمہ اللہ والی عراق نے دو علماء کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ قرآن کے متشابہ حروف میں تمیز کرنے کی کوئی صورت تجویز کریں۔ چنانچہ انہوں نے پہلی مرتبہ عربی زبان کے حروف میں بعض کو منقوط اور بعض کو غیر منقوط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے اور منقوط حروف کے اوپر یا نیچے ایک سے لے کر تین تک نقطے لگا کر فرق پیدا کیا اور ابوالاسود رحمہ اللہ کے طریقے کو بدل کر اعراب کے لیے نقطوں کے بجائے زیر، زبر، پیش کی وہ حرکات تجویز کیں جو آج مستعمل ہیں۔

ان دو تاریخی حقیقتوں کو نگاہ میں رکھ کر دیکھئے کہ اگر قرآن کی اشاعت کا دار و مدار صرف تحریر پر ہوتا تو جس رسم الخط میں اُمت کو یہ کتاب ملی تھی اس کو پڑھنے میں تلفظ اور اعراب ہی کے نہیں متشابہ حروف کے بھی کتنے بے شمار اختلافات ہو گئے ہوتے۔ محض زبان اور اس کے قواعد کی بنا پر خود اہل زبان بھی اگر نقطے اور اعراب لگانے بیٹھتے تو قرآن کی ایک ایک سطر میں بیسیوں اختلافات کی گنجائش نکل سکتی تھی اور کسی ذریعہ سے یہ فیصلہ نہ کیا جا سکتا تھا کہ اصل عبارت جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی وہ کیا تھی۔ اس کا اندازہ آپ خود اس طرح کر سکتے ہیں کہ اُردو زبان کی کوئی عبارت بے نقطہ لکھ کر دس بیس زبان داں اصحاب کے سامنے رکھ دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کسی کی قراءت بھی کسی دوسرے کی قراءت کے مطابق نہ ہو گی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن میں نقطے اور اعراب لگانے کا کام محض لغت اور قواعد زبان کی مہارت کے بل بوتے پر نہیں کیا جا سکتا تھا، کیونکہ اس طرح ایک مصحف نہیں، بے شمار مصاحف تیار ہو جاتے جن میں الفاظ اور اعراب کے اَن گنت اختلافات ہوتے اور کسی نسخے کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہ کیا جا سکتا کہ یہ ٹھیک اس تنزیل کے مطابق ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔

اب وہ کیا چیز ہے جس کی بدولت آج دنیا بھر میں ہم قرآن کا ایک ہی متفق علیہ متن پا رہے ہیں اور جس کی بدولت قراءتوں کے اختلافات امکانی وسعتوں تک پھیلنے کے بجائے صرف چند متواتر یا مشہور اختلافات تک محدود رہ گئے؟ یہ اُسی نعمت کا صدقہ ہے جس کی قدر گھٹانے اور جس پر سے اعتماد اٹھانے کے لیے منکرین حدیث ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں یعنی روایت۔

اوپر جن دو تاریخی حقیقتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ ایک تیسری اہم ترین تاریخی حقیقت بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ قرآن کی اشاعت ابتداءً تحریری کی صورت میں نہیں بلکہ زبانی تلقین کی صورت میں ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے قرآن کی عبارت کو کاتبانِ وحی سے لکھوا کر محفوظ تو ضرور کرا دیا تھا، لیکن عوام میں اس کے پھیلنے کا اصل ذریعہ یہ تھا کہ لوگ براہِ راست حضور ﷺ کی زبان سے قرآن کو سن کر یاد کرتے تھے اور پھر حضور ﷺ سے سیکھنے والے آگے دوسروں کو سکھاتے اور حفظ کراتے تھے۔ اس طرح قرآن کا صحیح تلفظ اور صحیح اعراب، جو عین تنزیل کے مطابق تھا ہزار ہا آدمیوں کو حضور ﷺ سے معلوم ہوا اور پھر لاکھوں آدمیوں کو حضور ﷺ کے شاگردوں کی زبانی تعلیم سے حاصل ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک معتدبہ گروہ ایسے اصحاب کا تھا جنہوں نے پورا قرآن لفظ بلفظ حضور ﷺ سے سنا اور یاد کیا تھا۔ ہزار ہا اصحاب ایسے تھے جو قرآن کے مختلف اجزاء حضور ﷺ سے سن کر یاد کر چکے تھے اور ایک بہت بڑی تعداد ان صحابیوں کی تھی جنہوں نے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں تو آپ سے صرف بعض اجزاءِ قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی، مگر آپ کے بعد پورے قرآن کی قراءت لفظ بلفظ اُن اصحاب سے سیکھی جو حضور ﷺ سے اس کو سیکھ چکے تھے۔ یہی اصحاب وہ اصل ذریعہ تھے جن کی طرف بعد کی نسل نے قرآن کی صحیح قراءت (Reading) معلوم کرنے کے لیے رجوع کیا۔ اس قراءت کا حصول محض لکھے ہوئے مصحف سے ممکن نہ تھا۔ یہ چیز صرف اسی طرح حاصل ہو سکتی تھی کہ مصحف مکتوب کو ان جیتے جاگتے مصاحف سے پڑھ کر اس کی اصلی عبارت تک رسائی حاصل کی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے جو مستند نسخے لکھوا کر مملکت کے مختلف مراکز میں رکھوائے تھے ان کے ساتھ ایک ایک ماہر قراءت کو بھی مقرر کیا تھا تاکہ وہ ان نسخوں کو ٹھیک طریقے سے پڑھنا لوگوں کو سکھائے۔ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مقرر تھے۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر اسی کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ شام میں مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہ، کوفہ میں ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ اس منصب پر مامور کئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ جہاں جو صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یا آپ کے بعد قراء صحابہ سے قرآن کی پوری قراءت سیکھے ہوئے تھے، ان کی طرف ہزارہا آدمی اس مقصد کے لیے رجوع کرتے تھے کہ قرآن کا صحیح تلفظ اور صحیح اعراب لفظ بلفظ ان سے سیکھیں۔

ان عام متعلمین قرآن کے علاوہ تابعین و تبع تابعین کے عہد میں ایک گروہ ایسے بزرگوں کا بھی پیدا ہوگیا جنہوں نے خصوصیت کے ساتھ قراءت قرآن میں اختصاص پیدا کیا۔ یہ لوگ ایک ایک لفظ کے تلفظ، طریق ادا اور اعراب کو معلوم کرنے کے لیے سفر کرکے ایسے اَساتذہ کے پاس پہنچے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر نسبت تلمذ رکھتے تھے اور ہر ہر لفظ کی قراءت کے متعلق یہ نوٹ کیا کہ اسے انہوں نے کس سے سیکھا ہے اور اس کے استاد نے کس سے سیکھا تھا۔ اسی مرحلے میں یہ بات تحقیق ہوئی کہ مختلف صحابیوں رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگردوں کی قراءت میں کہاں کہاں اور کیا اختلافات ہیں۔ ان میں سے کون سے اختلافات شاذ ہیں، کون سے مشہور ہیں، کون سے متواتر ہیں[①] اور ہر ایک کی سند کیا ہے۔

پہلی صدی کے دورِ آخر سے لے کر دوسری صدی تک اس طرح کے ماہرین قراءت کا ایک گروہ کثیر دنیائے اسلام میں موجود تھا۔ مگر ان میں خاص طور پر جن لوگوں کا کمال علم تمام اُمت میں تسلیم کیا گیا وہ حسب ذیل سات اَصحاب ہیں جو قراء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں:

① نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ متوفی ۱۶۹ھ یہ اپنے وقت میں مدینہ کے رئیس القراء مانے جاتے تھے ان کا سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا۔ انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

② عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ یہ مکہ کے امام قراءت تھے۔ ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے خاص استاد عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے سرکاری نسخے کے ساتھ تعلیم دینے کے لیے مکہ بھیجا تھا اور عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا تھا۔

③ ابوعمرو بن العلاء البصری رحمہ اللہ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ حرمین اور کوفہ و بصرہ کے کثیر التعداد ائمہ قراءت سے علم حاصل کیا۔ ان کے سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ دو تھے۔ ایک مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن

① شاذ سے مراد کسی لفظ کی وہ قراءت ہے جو کسی ایک ہی ذریعہ سے معلوم ہوئی ہو۔ مشہور سے مراد وہ قراءت جس کی روایت کرنے والے متعدد اصحاب ہوں اور متواتر سے مراد وہ قراءت جو کثیر التعداد اصحاب نے کثیر التعداد اصحاب سے سنی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کے سننے والے کثیر التعداد ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبیر رحمہ اللہ کا سلسلہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔ دوسرا حسن بصری رحمہ اللہ کا سلسلہ جن کے اساتذہ ابوالعالیہ تھے اور وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔

④ عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ۔ یہ اہل شام میں قراءت کے امام مانے گئے۔ ۸ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸ میں وفات پائی۔ بڑے بڑے صحابہ سے قراءت سیکھی تھی۔ ان کے خاص استاذ مغیرہ بن شہاب مخزومی رحمہ اللہ تھے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کا جو سرکاری نسخہ شام بھیجا گیا تھا اس کے ساتھ یہی مغیرہ بن شہاب رحمہ اللہ تعلیم قراءت پر مامور کر کے بھیجے گئے تھے۔

⑤ حمزہ بن حبیب الکوفی رحمہ اللہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان کا خاص سلسلۂ سند عن الاعمش، عن یحییٰ بن وثاب، عن زر بن حبیش، عن علی وعثمان وابن مسعود رضی اللہ عنہم ہے۔ اپنے وقت میں یہ کوفہ کے امام اہل قراءت مانے جاتے تھے۔

⑥ علی الکسائی رحمہ اللہ۔ یہ حمزہ کے بعد کوفہ کے امام قراءت مانے گئے۔ یہ بیک وقت نحو کے امام بھی تھے اور قراءت کے امام بھی۔ ان کی مجلس میں سینکڑوں آدمی اپنے اپنے مصاحف لے کر بیٹھ جاتے اور یہ قرآن کے ایک ایک لفظ کا صحیح تلفظ، طریق اَداء اور اعراب بتاتے جاتے تھے۔ ۱۸۹ ھ میں وفات پائی۔

⑦ عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ۔ کوفہ کے شیخ القراء، ۱۲۷ ھ میں وفات پائی۔ ان کے معتبر ترین ذریعہ علم قراءت دو تھے۔ ایک زر بن حبیش رحمہ اللہ جنھوں نے حضرات علی وعثمان وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ دوسرے عبداللہ بن حبیب السلمی رحمہ اللہ جنھوں نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا معلم قراءت مقرر کیا تھا۔ آج قرآن کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ انہی عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد حفص رحمہ اللہ [۹۰ھ، ۱۸۰ھ] کی روایت کے مطابق ہے۔

ان سات اصحاب کے علاوہ مزید جن اَصحاب کی قراءتوں نے شہرت حاصل کی وہ یہ ہیں:

❁ ابوجعفر ❁ یعقوب ❁ خلف ❁ حسن بصری ❁ ابن محیصن ❁ یحیٰی الیزیدی اور ❁ الشنبوذی رحمۃ اللہ علیہم

ان قراء کے زمانے میں سینکڑوں ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جنہیں انہی ذرائع اور سندوں سے یہ قراءتیں پہنچی تھیں جن سے وہ ان کو پہنچی تھیں وہ بھی انہی استادوں کے شاگرد تھے جن کے یہ لوگ شاگرد تھے اور ان سب کے پاس ہر ایک قراءت کے لیے پورا سلسلۂ اسناد موجود تھا جو کسی صحابی کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا تھا۔ اس لیے ان میں سے کسی امام قراءت کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی قراءت کی روایت میں منفرد تھا۔ دراصل ہر ایک کی قراءت کے بکثرت گواہ دنیائے اسلام کے ہر حصے میں پائے جاتے تھے، اسی وجہ سے ان اماموں کی قراءتیں اُمت میں مسلّم مانی گئیں۔

مختلف قراءتوں کو ردّ یا قبول کرنے کے لیے اہل فن کے درمیان جن شرائط پر قریب قریب مکمل اتفاق پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّل: یہ کہ جو قراءت بھی ہو وہ مصحف عثمانی کے رسم الخط سے مطابقت رکھتی ہو۔ اس رسم الخط میں جس قراءت کی گنجائش نہ ہو وہ کسی حال میں قبول نہیں کی جائے گی، مثلاً مصحف عثمانی میں اگر ایک لفظ بعد لکھا گیا ہے تو اس کی قراءت بُعِدْ اور بَعَّدَ تو قبول کی جاسکتی ہے مگر بَعَّدْتَ قبول نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ مستند سرکاری متن کے خلاف پڑتی ہے۔

دوم: یہ کہ قراءت ایسی ہو جو لغت، محاورے اور قواعد زبان کے خلاف نہ ہو اور عبارت کے سیاق وسباق سے مناسبت رکھتی ہو۔

ان دونوں شرطوں کے ساتھ تیسری اہم ترین شرط یہ ہے کہ ایک قراءت اسی صورت میں قابل قبول ہوگی جب کہ اس کی سند معتبر اور مسلسل واسطوں سے نبی ﷺ تک پہنچتی ہو۔ ورنہ محض یہ بات کہ ایک قراءت کے لیے مصحف کے رسم الخط میں گنجائش ہے اور قواعد زبان کے لحاظ سے بھی ایک سیاق وسباق میں کوئی لفظ اس طرح پڑھا جاسکتا ہے، اس کو قبول کر لینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ ہر قراءت کے لیے اس امر کا ثبوت لازماً ہونا چاہئے کہ اس لفظ یا اس عبارت کو حضور ﷺ نے اس طرح پڑھا تھا یا کسی صحابی کو اس طرح پڑھایا تھا۔ یہی آخری شرط وہ اصل نعمت ہے جس کی بدولت قراءتوں کے وہ بے شمار ممکن اختلافات، جن کی گنجائش مصحف عثمانی کے رسم الخط اور زبان ومحاورہ میں نکل سکتی تھی، گھٹ کر چند مستند اختلافات تک محدود ہوگئے اور ہم کو یہ سعادت میسر ہوئی کہ قرآن جیسا نبی ﷺ نے پڑھایا ویسا ہی آج ہم پڑھ سکیں۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ معتبر قاریوں کے واسطہ سے متواتر اور مشہور سندوں کے ساتھ جو مختلف قراءتیں ہم تک پہنچی ہیں ان کے اختلافات کی نوعیت کیا ہے؟ کیا فی الواقع حضور ﷺ نے خود ہی بعض الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھا اور پڑھایا تھا یا ان میں سے کسی قراءت کو حضور ﷺ کی طرف غلط نسبت دے دی گئی ہے؟ اور کیا یہ قراءتیں معنی کے لحاظ سے متضاد ہیں یا ان میں کوئی مطابقت پائی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع حضور ﷺ ہی نے بعض الفاظ مختلف طریقوں سے پڑھے اور پڑھائے ہیں اور ان مختلف قراءتوں میں درحقیقت تضاد نہیں ہے بلکہ غور کرنے سے ان میں بڑی گہری معنوی مناسبت اور افادیت پائی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر ملك يوم الدين کی دو متواتر قراءتیں ہیں۔ عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب رحمہم اللہ نے کثیر التعداد صحابہ کی سند سے اس کو مٰلِكِ يوم الدين روایت کیا ہے، اور دوسرے قاریوں نے بہت سے صحابہ سے اسکی قراءت مَلِكِ يوم الدين نقل کی ہے۔ ایک قراءت کی رُو سے ترجمہ ہوگا ''روز جزاء کا مالک'' اور دوسری قراءت کا ترجمہ ''روز جزاء کا بادشاہ'' غور کیجئے کیا ان دونوں میں تضاد ہے؟ درحقیقت ان دو قراءتوں نے مل کر تو معنی کو اور زیادہ وسعت دے دی اور مدعا کو پوری طرح نکھار دیا۔ سند سے قطع نظر، عقل بھی کہتی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے دونوں قراءتوں کے ساتھ یہ لفظ حضور ﷺ کو سکھایا ہوگا اور حضور ﷺ اس لفظ کو کبھی ایک طرح اور کبھی دوسری طرح پڑھتے ہوں گے۔

ایک اور مثال آیت وضوء کی ہے جس میں ارجلکم کی دو متواتر قراءتیں منقول ہوئی ہیں۔ نافع، عبداللہ بن عامر، حفص، کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ کی قراءت اَرْجُلَكُمْ ہے جس سے پاؤں دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور عبداللہ بن کثیر، حمزہ بن حبیب، ابوعمرو بن العلاء اور عاصم رحمہم اللہ کی قراءت اَرْجُلِكُمْ ہے جس سے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم نکلتا ہے۔ بظاہر ایک شخص محسوس کرے گا کہ یہ دونوں قراءتیں متضاد ہیں، لیکن نبی ﷺ کے عمل سے معلوم ہوگیا کہ دراصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں تضاد نہیں ہے بلکہ یہ دو مختلف حالتوں کے لیے دو الگ الگ اَحکام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بے وضو آدمی کو وضو کرنا ہو تو اسے پاؤں دھونا چاہیے۔ باوضو اگر تجدید وضو کرے تو وہ صرف مسح پر اکتفا کرسکتا ہے۔ وضو کرکے اگر آدمی پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن چکا ہو تو پھر بحالت قیام ایک شب و روز تک اور بحالت سفر تین شب و روز تک وہ صرف موزوں پر مسح کرسکتا ہے۔ حکم کی یہ وسعت ان دو قراءتوں کی بدولت ہی واضح ہوتی ہے۔

اسی طرح دوسرے جن جن مقامات پر بھی قرآن کی متواتر اور مشہور قراءتوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں ان میں کسی جگہ بھی آپ تضاد اور تصادم نہ پائیں گے۔ ہر قراءت دوسری قراءت کے ساتھ ایک نیا فائدہ دیتی ہے جو تھوڑے سے غور و فکر اور تحقیق سے آپ کو معلوم ہوسکتا ہے۔ [**بشکریہ: ماہنامہ ترجمان القرآن**]

ضروری اعلان

قارئین 'رشد' کو اطلاع دی جاتی ہے کہ موجودہ شمارہ تین ماہ، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء پر مشتمل ہے۔ ادارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مبشر احمد ربانی ☆

قراءات متواترہ کا ثبوت اور اس کے منکر کا حکم

ادارہ 'رُشد' نے قراءات نمبر (حصہ دوم) میں یہ کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر کے جید علماء کرام کے قراءات کے بارے میں فتاویٰ جات کو جمع کیا جائے، جس میں الحمدللہ کافی حد تک کامیابی ملی ہے۔ اسی سلسلہ میں جماعت الدعوۃ کے مفتی مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے استفتاء کے جواب میں جو تحریر اشاعت کے لیے روانہ فرمائی، اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں انہوں نے تحقیقی تقاضوں کو بڑے بھرپور انداز میں پورا فرمایا ہے۔ ان کے فتوی کی حسن خوبی کے پیش نظر ہم اسے باقاعدہ ایک مضمون کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی قرآن کریم اور قراءات متواترہ کے بارے میں دینی حمیت کو قبول فرمائے۔ آمین [ادارہ]

قرآن حکیم اللہ تبارک وتعالیٰ کا انمٹ اور لاریب کلام ہے جس کی مثل لانے سے دنیا کا ہر فرد عاجز اور درماندہ ہے۔ بڑے بڑے فصحائے عرب اور فارسانِ بلاغت اس کی نظیر اور مثل پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی قیام قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ علمائے اسلام اور زعمائے ملت نے اس کی تفسیر وتوضیح اور مفاہیم ومعانی کی عقدہ کشائی کے لئے انتھک محنت اور قابل رشک جدوجہد کی ہے اور اس کا حقِ خدمت ادا کرنے کے لئے صعوبتوں اور مسافتوں سے بھرپور دور دراز بلاد وممالک کے سفر طے کیے۔ اور ہر کسی نے اپنی اپنی ہمت اور بساط کے مطابق اس کی خدمت کر کے اعلیٰ وارفع مقام حاصل کیا۔ جن میں ابن جریر طبری، ابن حاتم رازی، عبدالرزاق، نسائی اور ابن کثیر رحمہم اللہ جیسے گلستانِ حدیث کے خوشبودار پھول، ابوحیان اندلسی اور زمخشری رحمہما اللہ جیسے فارسانِ بلاغت وادب اور نکتہ سنج۔ ابوعبداللہ قرطبی اور ابوبکر ابن العربی رحمہما اللہ جیسے فقاہت کے درخشندہ ستارے۔ رازی اور بیضاوی رحمہما اللہ جیسے فلاسفہ اور متکلمین جہاں معانی ومفاء، عثمان بن سعید ابوسعید ورش القبطی، احمد بن قالون المدنی، خلف بن ہشام البغدادی، ابومعبد عبداللہ بن ہیم رحمہم اللہ کے گلستان میں گل چینی کر کے جویانِ حق وصداقت کے لئے ازہار متناثرہ یکجا کرتے رہے وہاں پر ابوعبید القاسم بن سلام الہروی، ابومحمد مکی بن ابی طالب القیسی، ابوعبداللہ ہارون بن موسی التغلیبی الأخفش، ابوبکر بن الانباری، ابوبکر عاصم بن ابی النجود الکوفی، حمزہ بن حبیب الزیات، ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی کثیر الکنانی، ابن الجزری وغیرہم رحمہم اللہ جیسے قراء کبار بھی علم وعرفان کے آفتاب جہاں تاب بن کر آسمانِ قرات کے خزینہ زرینہ رہے اور قراءتِ قرآن کے حسن وجمال سے قلوب واذہان کو تروتازگی دیتے رہے اور آج ان کی محنت ہائے شاقہ سے قراءات متواترہ کا سورج جگمگا رہا ہے اور چہار دانگِ عالم میں قراء کرام کا دبستان وگلستان چھپا رہا ہے اور ان کی ضبط کردہ قراءات حافظین

☆ رئیس مرکز الحسن، سبزہ زار، لاہور و مفتی جماعۃ الدّعوۃ، پاکستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن کے لئے مینارۂ نور ہیں۔ یہ موجود مروّجہ قراءاتِ عشرہ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اس کا انکار جاہل خیرہ سَر اور خیرہ چشم کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ اس کی مختصر سی توضیح درج ذیل ہے۔

① عن عبد الرّحمان بن عبد القارئ أنه قال: سمعت عمر بن الخطاب يقول سمعت هشام ابن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرأها وكان رسول الله ﷺ أقرأنيها وكدت أن أعجل عليه ثم أمهلته حتى انصرف ثم لببته بردائه فجئت به رسول الله ﷺ فقلت: إني سمعت هذا يقرأ على غير ما أقرأتنيها فقال لي: أرسله ثم قال له: اقرأ فقرأ فقال: هٰكذا أنزلت، ثم قال لي: اقرأ فقرأت فقال: هٰكذا أنزلت، إن القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا منه ما تيسر

[صحيح البخاري: كتاب الخصومات:٢٤١٩، وكتاب فضائل القرآن:٤٩٩٢، ٥٠٤١، وكتاب استتابة المرتدين: ٦٩٣٦، وكتاب التوحيد: ٧٥٥٠، صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين ٨١٨، مؤطأ امام مالک:٥١٦، براویۃ یحییٰ بن یحییٰ:١٣٤، بروایۃ القضبی ٤٧، بروایۃ ابن قاسم ٩٢، بروایۃ سوید بن بعد الحدثانی، مسند الشافعی ١٢٤، ٢/١٣٩٥:، ٣/٢١٩١، سنن ابی داوٗد:١٤٧٥، سنن النسائی:٩٣٥، صحیح ابن حبان:٧٤١، شرح السنة:١٢٢٦، مسند احمد:٢٧٧، ٢٩٦، ١٥٨، مسند الطیالسی:٩، سنن الترمذی:٢٩٤٣، مصنف عبدالرزاق:٢٠٣٦٩، مصنف ابن ابی شیبۃ:١٠/٥١٧، ٥١٨، بزار:٣٠٠]

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان اس قراءت سے پڑھتے ہوئے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا حالانکہ مجھے قراءت رسول اللہ ﷺ نے سکھلائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً اس پر کچھ کر بیٹھتا پھر میں نے اسے مہلت دی یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوگیا پھر میں نے اس کے گلے میں چادر ڈال کر اسے کھینچا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا میں نے کہا: میں نے اسے اس قراءت کا خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے پڑھائی ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے کہا اسے چھوڑ دو پھر اسے کہا پڑھ تو اس نے پڑھا آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی۔ پھر مجھے کہا پڑھ میں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی۔ یقیناً قرآن حکیم سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے تمہیں جس طرح آسانی ہو اسی طرح پڑھا لیا کرو۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَحرف سبعہ کے بارے میں اہل علم مختلف ہیں اور اس کے بارے میں انہوں نے بہت کلام کیا ہے ایک قوم نے کہا: اس سے مراد وعد، وعید، حلال، حرام، مواعظ، امثال اور احتجاج ہے اور ایک قوم نے کہا: اس سے مراد امر نہی، حظر، اباحت، ماکان، مایکون کی خبر اور امثال مراد ہیں۔ پھر اس کے بعد رقمطراز ہیں:

"أظهر الأقاويل وأصحها وأشبهها بظاهر الحديث أن المراد من هذه الحروف اللُّغات وهو أن يقرأه كل قوم من العرب بلغتهم وما جرت عليه عادتهم من الإدغام والإظهار والإمالة، والتفخيم، والإشمام والإتمام والهمز والتليين وغير ذلك من وجوه اللغات إلى سبعة أوجه منها في الكلمة الواحدة [شرح السنة:٤/٥٠٧، ط المكتب الإسلامى]

ظاہر حدیث کے مطابق سب سے ظاہر، صحیح اور مناسب قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد لغات ہیں۔ ہر عرب قوم اسے اپنی لغت کے مطابق پڑھے۔ اور ایک ہی کلمہ کے بارے میں ان کی لغات میں جو ادغام، اظہار، امالہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفخیم، اشمام، اتمام، ہمزہ، تلیین وغیرہ کے بارے میں جاری طریقہ ہے اس پر عمل کریں۔
جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا:

"إنی سمعت القراء فوجدتهم متقاربين فاقرءُوا كما علمتم وإياكم والتنطع فإنما هو كقول أحدكم : هلم وتعال" [تفسیر ابن جریر طبری:۴۸، ۱/۶۷، ط دارالسلام مصر]

میں نے قراء کرام کو سنا ہے اور انہیں قراءۃ میں ایک دوسرے کے قریب پایا ہے تم اسی طرح قراءت کرو جیسے تعلیم دیے گئے ہو۔ غلو اور تکلف سے بچو یہ اختلاف تو اس طرح ہے جیسے تم کہتے ہو ھلم، تعال یعنی یہ الفاظ کا اختلاف ہے معانی کا اختلاف نہیں۔ اس پر دلیل وہ حدیث بھی ہے جو ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال جبرائيل اقرأ القرآن على حرف قال ميكائيل عليه السلام استزده فقال على حرفين حتى بلغ ستة أو سبعة أحرف فقال كلها شاف كاف ما لم يختم آية عذاب بآية رحمة أو آية رحمة بآية عذاب كقولك هلم وتعال

''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے حضرت میکائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا اس سے زیادہ حروف طلب کیجئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا دو حرفوں پر قراءت کیجئے حتی کہ چھ یا سات حروف تک پہنچ گئے فرمایا: یہ سب شافی کافی ہیں جب تک عذاب کی آیت رحمت کی آیت کے ساتھ یا رحمت کی آیت عذاب والی آیت کے ساتھ ختم نہ ہو۔ جیسے آپ کا کہنا ہے هلم ، وتعال۔''

[طبری (۴۷):۱/۶۷، مسند احمد:۵/۵۱، ۴۱، ط قدیم شرح مشکل الآثار (۳۱۱۸) التمہید:۸/۲۹۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰/۵۱۷، مسند بزار:۳۶۲۲ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے]

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفيه على بن زيد جدعان وهوسیء الحفظ وقد توبع وبقية رجال أحمد رجال الصحيح"
[مجمع الزوائد، ۷/۱۵۱، ط قدیم، ۷/۳۱۴، (۱۱۵۷۱)، ط جدید]

اس میں علی بن زید بن جدعان سيء الحفظ راوی ہے اور اس کی متابعت کی گئی ہے اور احمد کے باقی رجال صحیح ہیں۔

اس حدیث کے صحیح شواہد بھی موجود ہیں جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"أقرأني النبي ﷺ آية وأقرأها آخر غير قراء تي فقلت من أقرأكها؟ قال أقرأنيها رسول الله ﷺ قلت: والله لقد أقرأنيها كذا وكذا، قال أبي: فما تخلج في نفسي من الإسلام ما تخلج يومئذ فأتيت النبی ﷺ فقلت: يا رسول الله ﷺ ألم تقرأنی آية كذا وكذا ؟قال بلىٰ قال: فإن هذا يدّعی أنك قرأتهٗ كذا وكذا فضرب بيده في صدری فذهب ذاك فما وجدت منه شيئا بعد ثم قال النبي ﷺ: أتاني جبريل وميكائيل فقال جبريل : اقرأ القران على حرف فقال ميكائيل استزده قال اقرأ على حرفين قال: استزده حتى بلغ سبعة أحرف قال: كل شاف كاف"

[مسند أحمد:۳۵/۱۷(۲۱۰۹۲) ط مؤسسة الرسالة، سنن النسائی (۹۳۹) (۹۴۰) عبدالرزاق (۲۰۳۷۱) ۱۱/۲۱۹ المعجم الأوسط للطبرانی (۱۰۴۸) ۲/۲۹، ط مكتبة العارف رياض]

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک آیت پڑھائی اور ایک دوسرے آدمی کو ابی رضی اللہ عنہ کے قراءت کے خلاف قراءت کرائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں نے کہا تجھے کس نے یہ قراءت کرائی ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ۔ میں نے کہا اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح قراءت کروائی ہے۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں اسلام کے بارے میں اس دن جو شک گزرا اس سے پہلے کبھی نہیں گزرا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ نے مجھے اس اس طرح آیت نہیں پڑھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں کہنے لگے وہ شخص دعوی کرتا ہے آپ نے اسے اس اس طرح پڑھایا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر مارا وہ شک مجھ سے دور ہو گیا اس کے بعد مجھے کبھی شک نہیں گزرا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آئے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا قرآن ایک حرف پر پڑھیں میکائیل علیہ السلام نے کہا اس سے زیادہ حروف کا مطالبہ کر لو ۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا دو حرفوں پر پڑھ لو۔ میکائیل علیہ السلام نے کہا اس سے زیادہ مطالبہ کرو۔ حتی کہ جبرائیل علیہ السلام سات حروف تک پہنچ گئے آپ نے فرمایا: سب شافی کافی ہیں۔''

اس حدیث کا دوسرا شاہد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'أقرأني جبريل على حرف فراجعته فلم أزل أستزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف'

[مسند أحمد:۲۰۲/۴(۲۳۷۵) ط مؤسسة الرسالة :۴۵۰/۴ (۲۷۱۷) صحیح البخاری کتاب بدء الخلق (۳۲۱۹) وکتاب فضائل القران (۴۹۹۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین:۲/۲۷۲/۸۱۹]

''مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ایک حرف پر قراءت کرائی میں نے اس سے مراجعت کی اور ہمیشہ اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتا رہا وہ مجھے زیادہ حروف پر قراءت کراتا رہا حتی کہ سات حروف تک پہنچ گیا۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ، ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

" فقد أوضح هذا الخبر أن اختلاف الأحرف السبعة إنما هو اختلاف ألفاظ كقولك هلمّ وتعال باتفاق المعاني لاباختلاف معان موجبة اختلاف أحكام"

[جامع البیان عن تاویل آی القران:۶۷/۱ ط۔ دارالسلام قاہرہ مصر]

''اس حدیث کی نص نے واضح کر دیا ہے کہ سبعہ احرف کا اختلاف لفظی ہے جن کے معانی متفقہ ہیں جیسے آپ کہتے ہیں ھلم، تعال ایسے معانی کا اختلاف مراد نہیں ہے جو احکام کے اختلاف کو واجب کرتے ہیں۔''

ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سبعہ احرف سے سات عرب کی لغات مراد ہیں۔ یہ معنی و مطالب نہیں ہے کہ ایک حرف میں سات لغات ہیں لیکن یہ سات لغات قرآن میں متفرق ہیں بعض لغت قریش پر، بعض لغت ہوازن پر، بعض ہذیل پر، بعض اہل یمن کی لغت پر، اسی طرح دیگر لغات عرب ان تمام لغات میں ان کے معانی ایک ہی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن حکیم اس طرح نازل کیا گیا ہے کہ قاری قرآن کو اجازت ہے کہ وہ ان وجوہات میں سے جس وجہ پر چاہے قراءت کر لے۔''

یہ اُمت محمدیہ پر اللہ عزوجل کی طرف سے توسع اور رحمت ہے۔ اگر ہر فریق کو اس بات کا مکلّف بنایا جاتا کہ وہ اپنی لغت ترک کر دے اور اپنی اس عادت سے عدول اختیار کر لیں جس پر وہ پیدا ہوئے تو یہ حکم ان پر گراں اور بوجھل ہوتا۔ اس بات پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کی تو کہا اے جبرائیل علیہ السلام میں ایک ایسی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جو اُمی ہے ان میں بوڑھے مرد و زن لڑکے اور بچیاں ہیں۔ اور ایسے آدمی ہیں جنہوں کبھی کتاب نہیں پڑھی تو جبرائیل نے کہا۔ اے محمد ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یقیناً قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے۔

[شرح السنة:۵۰۸/۴، فضائل القرآن لابی عبید:۳۳۸، ۳۳۹، الإتقان فی علوم القرآن:۱۳۵/۱، ۱۳۶، ابی بن کعب والی مذکورہ حدیث ترمذی (۲۹۴۴) مسند طیالسی (۵۴۳) مصنف ابن ابی شیبۃ (۵۱۸/۱۰) المسند الجامع:۲۳/۱ وغیرہا میں موجود ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ہٰذا حدیث حسن صحیح]

امام بغوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فأما القراء ة باللغات المختلفة فما يوافق الخط والكتاب فالفسحة فيه باقية والتوسعة قائمة بعد ثبوتها وصحتها بنقل العددى عن رسول الله ﷺ على ما قرأ المعروفون بالنقل الصحيح عن الصحابة رضى الله عنهم“ [شرح السّنة:۵۱۱/۴، ط المكتب الإسلامی]

”لغاتِ مختلفہ میں ایسی قراءت جو خط اور کتابت میں موافق ہے اس کی کشادگی وگنجائش باقی اور رسول اللہ ﷺ سے عادل راویوں کی نقل کے ساتھ اس کے ثبوت اور صحت کے بعد وسعت قائم ہے اس طرز پر جسے معروف قراء کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل صحیح کے ساتھ قراءت کیا ہے۔“

سبعہ احرف والی حدیث ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے:

① حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد:۴۰۵/۵، ۴۰۶، مسند بزار:۳۱۰/۷، المعجم الكبير للطبراني:۱۸۵/۳، شرح مشکل الآثار:۱۱۰/۸، فضائل القرآن لأبی عبید:۳۳۸۔

② اُم ایوب رضی اللہ عنہا سے مسند احمد:۴۳۳/۶، ۴۶۲، مسند حمیدی:۱۶۳/۱، فضائل الصحابة لأبي نعيم: ۳۴۷/۶۰، مصنف ابن ابی شیبۃ:۱۸۱/۷۔

③ سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے مسند احمد:۲۲/۵، مصنف ابن ابی شیبۃ:۱۸۲/۷، فضائل القرآن لابی عبید:۳۳۹، المعجم الكبير:۲۴۹/۷، ۳۰۶، المستدرك للحاكم:۲۲۳/۲۔

④ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری:۳۲۱۹، صحیح مسلم:۸۱۹،۲۷۲، مسند احمد:۲۶۳/۴، ۲۶۴، ۲۹۹، تفسیر طبری کتاب الجامع از معمر بن راشد المصنف:۲۱۹/۱۱ (۲۰۳۷۰) فضائل القران لابی عبید:۳۳۸، المعجم لابن الأعرابی:۵۷۳/۲ (۱۱۲۶)، ط دار ابن الجوزی:۵۵۹/۱، ۵۶۰، ط دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ الزهريات لأبی الفضل الزهري:۱۲۸/۱

⑤ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد:۳۳۲/۲، ط قدیم۔ مختصر زوائد مسند البزار:۱۲۹/۲، ۱۳۰(۱۵۵۶) كشف الاستار:(۲۳۱۳) ۹۰/۳، مجمع الزوائد:۳۱۵/۷ (۱۱۵۷۴) ط جدید، ابن حبان (۷۴) ابن ابی شیبۃ:۱۸۲/۷، الزهريات لابی الفضل الزہری:۵۴۳/۲، شرح مشكل الآثار:۱۱۳/۸، التمهيد: ۲۸۸/۸، السنن الكبرىٰ للنسائی (۸۰۹۳) مسند أبو يعلىٰ (۶۰۱۶) تاریخ بغداد:۲۶/۱۱

⑥ ابو الجہم بن الحارث بن الصمۃ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد:۱۶۹/۴، ۱۷۰، فضائل القران لابی عبید ۳۳۷، شرح مشکل الآثار:۱۱۱/۸، التاريخ الكبير للبخاری:۲۶۲/۷

⑦ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مسند احمد:۲۰۴/۴، ۲۰۵، شعب الإيمان للبيهقی:۲۲۶۶) فضائل القران لأبی عبید:۳۳۷، ۳۳۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑧ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۲۸/۱۰
⑨ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسند احمد: ۳۰/۴، مجمع الزوائد: ۱۵۱/۷، فتح الباری: ۲۶/۹، فضائل القرآن لابن کثیر: ۲۱
⑩ ابو المنہال سیار بن سلامہ عن عثمان رضی اللہ عنہ ابو یعلی، مجمع الزوائد: ۱۵۲/۷
⑪ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسند بزار، کشف الاستار (۲۳۱۲) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۰۰۹۰) ۱۰۲/۱۰، ابن حبان (۷۵)، مجمع الزوائد: ۱۵۲/۷
⑫ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مجمع الزوائد: ۱۵۴/۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۵/۲۰ (۳۱۲)
⑬ ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ ⑭ عمر رضی اللہ عنہ ⑮ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی احادیث کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

الغرض سبعہ احرف والی حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس حدیث کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "قطف الأزهار المتناثره فی الأخبار المتواترة" رقم ۶۰ میں اکیس (۲۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور علامہ ابوالفیض رحمہ اللہ الکتانی نے "نظم المتناثر من الحديث المتواتر رقم ۱۹۷ میں چوبیس (۲۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے " تدریب الراوی" ۱۶۸/۲ ط دار الفاحمة الرياض میں اصطخری کا قول نقل کیا ہے کہ متواتر کی کم از کم تعداد دس (۱۰) ہے اور لکھتے ہیں: "وهو المختار لأنها أول جموع الكثرة" "یہی مختار قول ہے اس لیے کہ یہ جمع کثرۃ کی ابتداء ہے۔"

سبعہ اَحرف والی حدیث اور قراءۃ عشرہ کو امام حاکم رحمہ اللہ (شرح الزرقان علی المؤطا: ۱۸/۲) امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (فضائل القران ۳۳۹، النشر فی القراء ات العشر ۲۱/۱، نظم المتناثر: ۱۱۲۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (جامع البیان ۳۵/۱) امام غزالی رحمہ اللہ (المستصفیٰ من علم الاصول: ۱۰۱/۱) ملا علی قاری رحمہ اللہ (شرح الفقہ الاکبر: ۱۶۷ ط قدیمی کتب خانہ کراچی، مرقاۃ المفاتیح ۱۱/۴، ۷) علامہ عبدالوہاب السبکی رحمہ اللہ (القراء ات العشر المتواترة فی ہامش القران الکریم ط دار المہاجر)

قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ (شرح صحیح مسلم: ۸۶/۶ ط دار الکتب العلمیۃ) اور نواب صدیق الحسن خان بھوپالی رحمہ اللہ (حصول المامول ۳۵، وغیرہم نے متواتر قرار دیا ہے۔

اور اکابر ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتب میں باقاعدہ اس کے متعلق کتب اور ابواب منعقد کیے۔ جیسے سید الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "باب أنزل القران على سبعة أحرف" امام المحدثین امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ کی صحیح مسلم میں باب بيان أن القران على سبعة أحرف، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سنن میں باب أنزل القران على سبعة أحرف، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کتاب القراء ات، امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں باب من کم أبواب نزل القران، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے موارد الظمان میں باب فی أحرف القران، مجمع الزوائد میں باب القراء ات وكم أنزل القران على حرف، كشف الأستار عن زوائد البزار میں باب کم أنزل القران على حرف، امام معمر بن راشد رحمہ اللہ نے کتاب الجامع میں باب علی کم أنزل القران من حرف، ابن حجر رحمہ اللہ نے مختصر زوائد مسند بزار میں باب فضائل القران والقراء ات وغیرھا۔

لہٰذا سبعہ احرف والی حدیث اور قراءات عشرۃ متواترہ ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے۔
امام ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی المعروف بابن الجزری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:
”کل قراء ۃ وافقت العربیة ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانیة ولو احتمالاً وصح سندها فهی القراء ۃ الصحیحة التی لایجوز ردها ولا یحل إنکارها بل هی من الأحرف السبعة التی نزل بها القران ووجب علی الناس قبولها“

[النشر فی القراء ات العشر:۹/۱ ط ایران نیل الأوطار:۲۳۲/۴، ط دار ابن الجوزی ـ موسوعة الإجماع فی الفقه الاسلامی :۹۰۵/۳]

”ہر قراء ۃ جو کسی بھی وجہ سے عربیت اور کسی مصحف عثمانی کے موافق ہو، اگرچہ احتمالاً ہو اور اس کی سند صحیح ہو وہ صحیح قراءت ہے جس کا رد کرنا جائز نہیں اور اس کا انکار حلال نہیں بلکہ وہ ان احرف سبعہ میں سے ہے جن کے ساتھ قرآن نازل ہوا اور لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔“
پھر اس کے بعد رقمطراز ہیں:
”وهو مذهب السلف الّذی لایعرف عن أحد منهم خلافه“
”یہ سلف صالحین کا وہ مذہب ہے کہ اس کا خلاف کسی سے بھی معروف نہیں۔“
علامہ سعدی ابوحبیب رحمہ اللہ ناقل ہیں:
”من زاد في القران حرفا من غیر القراء ات المرویة المحفوظ لمنقوله نقل الکافة أو نقص منه حرفا أو بدل منه حرفا مکان حرف وقد قامت علیه الحجة أنه من القرآن فتماریٰ متعمداً لکل ذلك عالماً بأنه خلاف ما فعل فإنه کافر بالإجماع“

[موسوعة الإجماع فی الفقه الاسلامی:۹۰۳/۳، رقم الفقرۃ (۳۱۴۵)]

”جس شخص نے قراءات مرویہ محفوظ متواترہ کے علاوہ قران میں ایک حرف زیادہ یا کم کیا یا ایک حرف کو دوسرے حرف کے بدلے میں تبدیل کر دیا اور اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ یہ قرآن میں سے ہے تو اس نے قصداً جھگڑا کیا یہ جانتے ہوئے کہ اس کے فعل کے خلاف ہے۔ تو وہ بالاجماع کافر ہے۔“
مزید لکھتے ہیں:
”ولا یختلف اثنان من أهل الاسلام في أن هذه القراء ات الصحیحة حق کلها مقطوع به مبغلة کلها إلی رسول اللهﷺ عن جبریل علیه السلام عن الله عزوجل بنقل الأمة“

[موسوعة الإجماع فی الفقه الاسلامی:۹۰۵/۳]

”اہل اسلام میں اس کے بارے میں دو بندوں کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ یہ قراءاتیں صحیح وحق ہیں سب کی سب قطعی ویقینی ہیں امت مسلمہ کی نقل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہوئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ عزوجل سے بیان کی ہیں۔“

نیز ملاحظہ ہو۔ نیل الأوطار للشوکانی:۴۱۲ ط دار ابن حزم:۵۹۳/۱، ط دار الحدیث قاہرہ:۲۳۲/۴،۲۳۳، ط دار ابن الجوزی بتحقیق محمد صبحی حسن خلاق رحمہ اللہ، تفسیر ابن کثیر ۴۸/۱، بتحقیق عبد الرزاق المهدی رحمہ اللہ، مراتب الإجماع لابن حزم رحمہ اللہ :۱۷۴، ط دار الکتب العلمیة بیروت، النشر فی القراء ات

www.KitaboSunnat.com

العشر لابن الجزری رحمہ اللہ: ۱۳۱/۱ ط مکتبہ تجاریہ مصر، المرشد الوجیز لابی شامۃ، المجموع للنووی: ۱۸۵/۲،۲۹۲/۳، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی :۳۵/۱،إکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض رحمہ اللہ:۱۹۰/۳،۱۹۱، ط دارالوفاء وغیرہا۔

قراءات کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا ان کا انکار کفر ہے۔

ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"القران يقرأ على سبعة أحرف فلا تماروا في القرآن فإن مراءً في القران كفر"

[مسند أحمد: ۸۵/۲۹،(۱۷۵۴۲) ط مؤسسة الرسالة]

''قرآن کی قراءت سات حروف پر کی جاتی ہے تم قرآن میں جھگڑا نہ کرو یقیناً قرآن میں جھگڑا کفر ہے۔''

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"القرآن نزل على سبعة أحرف على أى حرف قرأتم فقد أصبتم فلا تتماروا فيه فان المراء فيه كفر" [مسند أحمد: ۳۵۳/۲۹، ۳۵۴،(۱۸۸۱۹) ط مؤسسة الرسالة]

''قرآن حکیم سات حروف پر اتارا گیا ہے جس بھی حرف پر تم نے قراءت کی تو درست کی تم اس میں باہمی جھگڑا نہ کرو یقیناً اس میں جھگڑا کفر ہے۔''

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أنزل القرآن على سبعة أحرف والمراء في القران كفر ثلاثاً ما عرفتم منه فاعملوا به وما جهلتم منه فردّوه إلى عالمه"

[صحيح ابن حبان (۷۴) ۲۷۵/۱ ط مؤسسة الرسالة، مسند أحمد۳۰۰/۲۷، فضائل القرآن للنسائى(۱۱۸) تاریخ بغداد: ۲۶/۱۱، تفسیر طبری (۷) ۸۳۵/۱ ط دار الکتب العلمیۃ]

''قرآن مجید سات حروف پر اتارا گیا ہے اور قرآن کے بارے میں جھگڑنا کفر ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ قرآن حکیم میں سے جو تم پہچانتے ہو اس پر عمل کرو اور جس سے تم جاہل و ناواقف ہو تو اسے قرآن کے عالم کی طرف لوٹا دو۔''

مذکورہ بالا دلائل قاہرہ، براہین ساطعہ، احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ محکمہ اور آئمہ حدیث وقراءۃ اور فقہاء محدثین رحمہم اللہ اجمعین کی نصوص صریحہ سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ قراءات قرآنیہ اور اس کے مختلف لہجات بالکل صحیح اور قطعی ہیں ان کا انکار کفر ہے۔ اس پر اجماع امت ہے۔ اس کا منکر ویتبع غير سبيل المؤمنين کا مصداق، ضال اور مضل ہے۔

سبعہ احرف ضروریات دین میں سے ہیں۔ ان کا انکار اور ان سے انحراف کلی یا جزی کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہر فرد مسلم پر لازم ہے کہ وہ احادیث متواترہ قطعیہ پر ایمان لائے اور ہر طرح کی تشکیکات، اور شبہات سے بالا ہو کر عقیدہ جازمہ اختیار کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی نصوص سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور زیغ وطغیان و ہوائے شیطان سے کلی طور پر محفوظ و مامون رکھے۔ اور سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین کے اختیار کردہ راہ صواب اور جادہ مستقیم پر گامزن رکھے۔ اور صراط مستقیم پر ہی اس حیاتِ مستعار سے اٹھائے۔

آمین یارب العالمین، هذا ما عندى والله أعلم بالصواب وعلمه أتمّ وأكمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صہیب احمد میر محمدی◉

قراءاتِ متواترہ [سبعة وعشرة]

[فسانہ یا حقیقت؟]

لفظ 'قراءات' کی لغوی بحث

لفظ قراءات جمع ہے قراءۃ کی۔ لغت میں قرأ یقرأ سے قراءۃ مصدر سماعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قرأ یقرأ قراءۃ وقرآنا بمعنی تلا یعنی اس نے پڑھا، تلاوت کی۔ اسی سے اسم فاعل قاری آتا ہے اور قاری کی جمع قراء، قراۃ اور قاریون آتی ہے۔

لفظ قراءۃ سے قاراۃ بمعنی دراسة بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا دراست قراءۃ سے خارج نہیں۔ اسی طرح تقرا بمعنی تفقه بھی مستعمل ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءۃ کو گہرے فہم سے بھی علاقہ ہے بلکہ دراست تلقی اور تفقه معانی ومطالب کو قراءت میں شامل کرنے کا فائدہ دے رہی ہے۔ اہل لغت نے قراءت کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: ”هي عبارة عن لفظ الأحرف مجموعا من مختلف المخارج“

''حروف کے مجموعہ کو قراءات کہتے ہیں خواہ وہ مجموعہ متفق المخارج ہو یا مختلف المخارج۔''

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'المفردات فی غریب القرآن' کے صفحہ ۴۹۲ پر رقم طراز ہیں کہ ترتیل میں بعض کلمات اور بعض حروف کو بعض کے ساتھ ملا دینے اور جمع کردینے کو قراءت کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی حرف واحد کا تلفظ کرے تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ قراءت کررہا ہے۔ جیسا کہ درجہ ابتدائیہ کے بچوں کا معمول ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں سورۃ قیامہ کی آیت ۱۷،۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَءْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

اس آیت کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ یوں کرتے ہیں: إذا جمعناه وأثبتناه فی صدرك فاعمل به (جب ہم نے اس کو جمع کردیا اور آپ کے سینے میں محفوظ کردیا تو آپ اس پر عمل کریں) اس سے بھی قراءت کا لغوی معنی واضح ہوتا ہے۔

علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ اپنی کتاب قاموس المحیط کی جلد اصفحہ ۲۵ میں یوں صراحت کرتے ہیں کہ قراءۃ الشيء کا معنی ضمه وجمعه ہے یعنی چیز کو جمع کرنے اور ضم کرنے کو قراءت کہتے ہیں۔ چنانچہ یہاں سے بھی لغوی معنی واضح ہوگیا۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تاج العروس' کی جلد ا،ص ۱۰۲ میں قراءت القرآن کی تعبیر لفظت به مجموعا سے کرتے ہیں جس سے لغوی معنی واضح ہوگیا۔

قراءات کی اصطلاحی تعریف

◉ فاضل مدینہ یونیورسٹی وفاضل كلّية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اصطلاح علمی میں قراءات کی مختلف تعریفیں کی گئیں ہیں:

◉ علامہ زرکشی رحمہ اللہ اپنی کتاب البرھان فی علوم القرآن کی جلد ا ص ۳۱۸ پر رقم طراز ہیں کہ:

''قراءات کہتے ہیں: اختلاف الفاظ الوحی فی الحروف وکیفیته من تخفیف وتشدید وغیرها یعنی اس علم کو قراءت کا نام دیا گیا ہے کہ جس میں وحی قرآنی کے الفاظ کا اختلاف اور کیفیات کو جانا جاتا ہے۔ مثلاً تخفیف کے ساتھ کلمہ کا وارد ہونا یا تشدید کے ساتھ مثلاً ﴿یَکْذِبُون و یُکَذِّبُون﴾''

◉ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ اپنی کتاب منجد المقرئین کے صفحہ ۳ پر یوں لکھتے ہیں:

''القراء ات علم بکیفیة أداء کلمات القرآن واختلافها بعز والناقلة یعنی قراءات اس علم کا نام ہے کہ جس میں کلماتِ قرآنیہ کے اَدا کی کیفیت اور اس کا اختلاف (جو کہ تغایر اور تنوع کے قبیل سے ہوتا ہے نہ کہ تضاد اور تناقض سے) معلوم کیا جاتا ہے جو کہ متصل بالناقل ہوتا ہے۔''

◉ علامہ دمیاطی رحمہ اللہ اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر کے صفحہ ۵ پر یوں لکھتے ہیں:

"علم یعلم منه اتفاق الناقلین لکتاب الله تعالیٰ واختلافهم فی الحذف والتحریك والتسکین والفصل والوصل وغیره ذلك من هیئة النطق والابدال وغیره من حیث السماع"

''علم قراءات وہ علم ہے جس میں کتاب اللہ کے ناقلین کا اتفاق واختلاف جانا جاتا ہے جو کہ حذف، تحریک، اسکان، فصل، وصل کے قبیل سے ہو اور نطق کی کیفیت وابدال وغیرہ بھی جو کہ سماع پر موقوف ہیں۔''

◉ علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ اپنی کتاب البدور الزاهرة کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

"هو علم یعرف به کیفیة النطق بالکلمات القرآنیة وطریق أدائها اتفاقا واختلافا مع عزوکل وجه لناقله"

''قراءات کا علم وہ ہے جس میں کلمات قرآنیہ کے نطق کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے اور کلمات قرآنیہ کی اتفاقی واختلافی ادا کا طریق کار معلوم کیا جاتا ہے لیکن ہر وجہ کی نسبت اس کے قائل (محمد ﷺ) کی طرف ہوتی ہے۔''

◉ علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ نے قراءت کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

"تطبیق المنقول او المسموع علی القرآن الکریم تلاوة و آداء"

''منقول یا مسموع (سنے ہوئے) انداز سے آیات قرآنی کی اداء و تلاوت کرنا۔''

◉ ڈاکٹر عبدالهادی الفضلی رحمہ اللہ اپنی کتاب القراء ات القرآنیة کے صفحہ ۵۶ پر یوں فرماتے ہیں:

"إن القراء ة هی النطق بالفاظ القرآن کما نطقها النبی ﷺ...... الخ"

''یعنی علم قراءات وہ علم ہے جس سے قرآنی الفاظ کی وہ ادائیگی معلوم ہوتی ہے جو کہ آپ ﷺ نے (ادائیگی) کی۔''

تعریفوں سے حاصل ہونے والے فوائد

ان تمام تعریفات کو جمع کیا جائے تو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

① علم قراءات کا تعلق وحی قرآنی سے ہے جیسا کہ اختلاف الفاظ الوحی القرآنی سے معلوم ہوتا ہے گویا علم قراءات، وحی جلی کا علم ہے۔

② علم قراءات نقل اور سماع پر موقوف ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر جو کہ تعز والناقلة، من حیث السماع، مع عزوکل وجه لناقله سے ثابت ہو رہا ہے۔ گویا قراءات کی صحت کے لیے نقل و سماع ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن جلد۱ ،صفحہ۷۵ پر اور سعید بن منصور رحمہ اللہ اپنی سنن میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"القراء ة سنة متبعة يأخذها الاخر عن الأوّل"

''قراءت سنت متبعہ (سنت متواترہ) ہے جسے بعد میں آنے والے متقدمین سے حاصل کریں گے۔''

اور ابن مجاہد رحمہ اللہ کی کتاب 'كتاب السبعة' کے صفحہ ۵۰۔۵۱ پر ابی بکر بن مجاہد سے ہے:

"القراء ة سنة متبعة فاقروا كما تجدونه"

''قراءت سنت متبعہ (سنت متواترہ) ہے اس کو جس طرح تم پاؤ ویسے ہی تلاوت کرو۔''

یہاں لفظ تجدونه استعمال ہوا ہے اور وجدان کی تکمیل بغیر نقل اور سماع کے ممکن نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے بعض شیوخ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی یوں روایت کرتے سنا ہے۔

چنانچہ مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ قراءات کا دارومدار نقل وسماع پر ہے، رائے اور اجتہاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔چنانچہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب حرز الامانی ووجه التهانی کے صفحہ۳۱ پر شعر نمبر۳۵۴، باب الرآءات میں فرماتے ہیں۔

وما لقياس في القراء ة مدخل

فدونك ما فيه الرضا متكفلا

''قراءات کے اندر قیاس واجتہاد کا کوئی دخل نہیں لہٰذا تو ائمہ سلف کے معتبر ومنقول کو اس طرح پکڑ لے کہ تو بھی اس نقل کا ذمہ دار (آگے پہنچانے والا) بننے والا ہے۔''

اسی طرح علامہ جزری رحمہ اللہ اپنی کتاب منجد المقرئین کے صفحہ۴ میں فرماتے ہیں:

"وليحذر القارى الاقراء بما يحسن فى رأيه دون النقل أو وجه إعراب أولغة دون رواية"

''قاری کو اس قراءات کے یا وجہ اعراب کے یا لغت کے پڑھانے سے رک جانا چاہئے جو اس کی رائے میں اچھی ہو لیکن روایت کے بغیر ہو۔''

③ علم قراءات میں تطبیق بھی ضروری ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ علم قراءت کی روایت میں راوی میں اَدا کرنے کی اہلیت ہونا بھی شامل ہے، کہ راوی اپنی بیان کردہ روایت کے مطابق تلاوت کرکے سنائے، چونکہ اس کا تعلق قراءت سے ہے اور جو خود ادا کرنا نہیں جانتا، وہ روایت کیسے کرسکتا ہے؟ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور اس کی روایات کا مدار صرف تحریر پر نہیں، ادا پر بھی ہے۔کیونکہ زیادہ احتیاط ہر دو کا تقاضا کرتی ہے۔غرض قراءات کا تعلق وحی قرآنی (جلی) سے ہے اور قراءات وہ صحیح ہوں گی جو نقل وسماع کے اکمل طریقے سے تطبیق و ادا (تلاوت) کے ساتھ ہم تک پہنچی ہوں۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ اپنی کتاب منجد المقرئین کے صفحہ۴ پر فرماتے ہیں کہ:

"لابد فى القراء ة مشافهة والمقرى العالم بها رواها مشافهة"

''قراءت میں مشافہہ (منہ درمنہ بات چیت) ہونا لازمی ہے اور مقری عالم وہی ہوگا جو اس کو بالمشافہہ روایت کرے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لسانیات میں اختلاف لہجات ایک معروف چیز ہے۔اسی طرح عرب کے مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کی زبان میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے،لیکن اس اختلاف کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ اس سے زبان کے اندر کوئی بنیادی تغیر رونما ہوجاتا ہو۔مقامی تلفظ، لہجات، محاورات اور زبان کے بعض دوسرے اسالیب کے اختلاف کے باوجود زبان کا بنیادی سانچہ ایک ہی رہتا ہے۔جیسا کہ زبان کے مقامی رنگ اور اختلافات کا مشاہدہ ہم آج کل بھی کرسکتے ہیں۔مثلاً آپ پنجاب کے مختلف حصوں میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر ضلع اور بعض اوقات ایک ہی ضلع کے مختلف حصوں کی زبان مختلف ہے۔

یہی حال اُردو زبان کا ہے کہ پشاور سے لے کر مدراس تک آپ چلے جائیں۔اُردو بولنے والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف لہجے، مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں، دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کی زبان، اسی طرح حیدرآباد (دکن) اور پنجاب والوں کی اُردو ہے، لیکن ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف اَسالیب اختیار کئے جاتے ہیں۔

یہی چیز نزول قرآن کے وقت عرب میں بھی تھی اور آج بھی پائی جاتی ہے۔عرب میں آپ یمن سے لے کر شام تک چلے جائیں، آپ کو لہجے اور تلفظ بدلتے ہوئے ملیں گے۔ایک ہی مضمون کو عرب کے ایک حصے میں کسی اور طرح اَدا کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں کسی اور طرح لیکن اس اختلاف کے باوجود معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

چنانچہ مذکورہ حدیث میں سات حروف سے مراد یہی لہجات اور اَسالیب وغیرہ کا اختلاف ہے جن کو آج کل قراءات سے موسوم کیا جاتا ہے۔رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید اگرچہ اولاً قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا، لیکن اہل عرب کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ اسے اپنے مقامی لہجات اور تلفظ کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہو۔کیونکہ ایک عرب کا باشندہ جب قرآن مجید پڑھے گا تو زبان کے مقامی اختلافات کے باوجود اس میں کوئی ایسا ردوبدل نہیں ہوگا، جس سے معنی اور مفہوم تبدیل ہوجائیں۔یہ نہیں ہوسکتا کہ حرام حلال ہوجائے یا حلال حرام ہوجائے یا توحید کا مضمون ہو اور وہ مشرکانہ مفہوم میں بدل جائے۔

بعض کرم فرماؤں نے اس حدیث کو ناقابل اعتبار بتایا ہے، سنئے، ان کے الفاظ ہیں:

''مجرد اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے اس مذکورہ حدیث کو اٹھا کر پھینک دیا جاسکتا ہے کہ یہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی روایت ہے کیونکہ ابن شہاب رحمہ اللہ کے متعلق اہل فن کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ جس روایت میں یہ ہوں وہ روایت بے حیثیت ہوجائے گی، کیونکہ جتنے بھی فتنے ہمارے ہاں حدیث کے ذریعے آئے ہیں، ان کے سب کے بانی یہی ہیں اس لیے کہ اصل میں یہ شیعوں کی طرف میلان رکھنے والے تھے۔یہ ایک دنیادار آدمی تھے۔دنیوی وجاہت کی طلب میں انہوں نے بنواُمیہ سے بھی تعلق بنائے اور حدیث کے اندر ان کا اِدراج بھی مشہور ہے اور حتیٰ کہ ان کے بارے مرسلاته بمنزله الريح کہا گیا ہے۔''

امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ثقاہت

حقیقت اس اعتراض کی یوں ہے کہ:

''اس روایت کا اگر علمی اور فنی تجزیہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم جیسی معتمد کتابوں میں موجود ہے۔مجرد اسی بات پر تمام اعتراضات کو رد کیا جاسکتا ہے کہ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام نے اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصحیح الجامع میں روایت کیا ہے اور صحیح بخاری کو أصح الکتاب بعد کتاب اللہ اور اس کی روایات کو تمام اُمت کا بالاتفاق صحیح ماننے کا اعزاز حاصل ہے۔

امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے طرق کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو متن کے معمولی اختلاف کے ساتھ حضرت عمر، ہشام بن حکیم بن حزم، عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری، حذیفہ بن الیمان، ابوبکرہ، عمرو بن العاص، زید بن ارقم، انس بن مالک، سمرۃ بن جندب، عمرو بن ابی سلمہ، ابوجہم، ابوطلحہ، اُم ایوب انصاری، سلیمان بن حرد، عثمان بن عفان، رضی اللہ عنہم سمیت ۲۱ صحابہ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابویعلی موصلی رحمہ اللہ اپنی کتاب مسند کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہوکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں ان حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ: «إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف کلھا شاف کاف» سنے ہوں وہ کھڑے ہوجائیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہوگئی جس کی گنتی نہیں ہوسکتی تھی اور سب نے اس پر گواہی دی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں بھی اس پر گواہ ہوں۔''

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن الوجیز فی أصول الفقه للدکتور عبدالکریم زیدان کے اُردو ترجمہ جامع الاصول کے صفحہ ۲۱۱ پر تواتر کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تواتر کی ایک قسم لفظی ہے اور یہ متواتر کی اعلیٰ قسم ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ایسا تواتر پایا ہی نہیں جاتا، لیکن دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ایسا تواتر مندرجہ ذیل چھ اَحادیث میں موجود ہے۔

(۱) «إنما الاعمال بالنیات» ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔''

(۲) «البینة علی المدّعی و الیمین علی من أنکر» ''دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والے پر قسم''

(۳) «من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار» ''جو مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے''

(۴) «لا نورث ما ترکنا فھو صدقة» ''ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔''

(۵) «إن هذا القرآن أنزل علی سبعة أحرف» ''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے''

(۶) «إنکم سترون ربکم یوم القیامة کما ترون هذا القمر لیلة البدر» ''تم اپنے رب کو قیامت کے دن یوں دیکھو گے جیسے چودھویں شب میں چاند کو دیکھتے ہو۔''

چنانچہ حدیث «أنزل القرآن علی سبعة أحرف» کو متواتر کہا گیا ہے اور متواتر بھی لفظی ہے۔ الغرض علمی اعتبار سے اس حدیث میں کوئی نقص نہیں صرف تواتر کا ہونا تمام نقائص کی نفی کے لیے کافی ہے اور علماء کی تصریحات بھی اس پر ہیں۔ تواتر کی فنی حیثیت کے بارے میں قارئین کو جان لینا چاہئے کہ:

"والمتواتر لا یبحث رجاله بل یجب العمل به من غیر بحث" [نخبة الفکر]

''متواتر حدیث کے راویوں کے بارے میں بحث نہیں کی جاتی اور بلا تحقیق و بحث اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔''

جہاں تک اس حدیث کو ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے ذریعے ناقابل اعتبار کہنے کا تعلق ہے تو درحقیقت یہ وہ بنیاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو پورے اسلام کو تشکیک کی نذر کر رہی ہے کیونکہ بخاری و مسلم جن کو تمام اُمت نے قابل اعتماد قرار دیا ہے، کی کافی احادیث انہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے مروی ہیں اور اس کو مان لیا جائے تو ہر مشکل العمل حدیث کو یہ طعن لگا کر شک کی نذر کرنے کی طرف ایک قدم ہوگا۔ واضح رہنا چاہئے کہ اہل سنت کے ہاں تدوین حدیث میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی خدمات انہیں امام کے درجے تک پہنچاتی ہے اور اگر ان کی شخصیت کو ناقابل اعتبار بنا دیا جائے تو تمام ذخیرۂ حدیث میں شک کی دراڑیں پڑ جائیں گی۔

اصل میں امام زہری رحمہ اللہ پر یہ اعتراض آج کے معترضین کے نہیں بلکہ یہ اعتراض ایک مستشرق یہودی گولڈ زیہر کے ہیں جن کی تردید قبل ازیں ائمہ دین نے بھی کی ہے۔ جیسا کہ السنة ومكانتها فى التشريح الإسلامي کے صفحہ ۲۰۶ پر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مصری نے تصریح کی ہے۔

رہا امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج یا تدلیس کرنا یا ان کی مرسلات کا بمنزلہ ریح کے ہونا جو کہ فی الحقیقت ان کی ذات اور ثقاہت پر طعن اور حملہ ہے تو ان کا جواب ذیل کے اقوال سے خود بخود آ جائے گا۔ امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ جن کو 'امیر المومنین فی الحدیث' کا مرتبہ حاصل ہے اور اس کی تصدیق اعتراض کرنے والوں نے بھی کی ہے۔ آپ کا مکمل نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ القرشی الزہری رحمہم اللہ ہے۔

یہ وہ شخصیت ہے کہ جس نے اللہ کے کلام کو صرف ۸۰ راتوں میں حفظ کر لیا تھا جس کی تصریح امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم رحمہ اللہ نے کی ہے۔ ان کی ثقاہت کا مسلم ہونا صرف اسی بات ہی سے مانا جاسکتا ہے کہ انہیں تقریباً دس صحابہ حضرت انس، عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، سھل بن سعد، رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ اگرچہ انہوں نے کبار تابعین سعید بن مسیّب، عروۃ بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم وغیرہ کے سامنے بھی زانوائے تلمذ طے کیا ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کے تمام علماء کا بھی ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے۔

یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک عظیم ہستی صحابہ سے ملاقات کرنے اور کبار تابعین سے کسب فیض کرنے کے بعد دنیوی مال و جاہت کے لیے اپنے پاس سے حدیث میں التباس کرے یا پھر سامع کو دھوکا دے یا پھر صحابی کے واسطے کو گرا کر بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے؟ یہ صرف بہتان ہے جو کہ ایک امام حدیث کو داغدار کرنے کی سازش ہے۔ گولڈ زیہر جیسے متعصب یہودی نے بھی الزام کی تردید کی ہے کہ آپ دنیادار آدمی تھے۔ السنة ومكانتها فى التشريح الإسلامی کے صفحہ ۲۱۶ پر گولڈ زیہر کے حوالے سے عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی یہ روایت موجود ہے کہ عمرو نے فرمایا:

"ما رأيت دينارا و لادرهم عند أحد أهون منه عند الزهرى كأنهما بمنزله البعر"

''امام زہری رحمہ اللہ کے ہاں درہم و دینار سے کمتر کوئی چیز نہ تھی، حتیٰ کہ وہ اسے بکری کی مینگنی کے برابر وقعت دیتے۔''

یاد رہے کہ یہ اعتراف اور اس روایت پر اعتماد گولڈ زیہر نے کیا ہے اور اس کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔

مزید تفصیل کے لیے امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تقریب التهذيب' جلد۲، صفحہ۲۰۷ پر رقم طراز ہیں:

"الفقيه الحافظ متفق على جلالته وإتقانه"

''یعنی امام زہری رحمہ اللہ جو کہ فقیہ اور حافظ تھے ان کی جلالت شان اور پختگی علم و عمل پر سب اتفاق ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب 'تہذیب التہذیب' جلد ۹ ص ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷ میں بھی یوں لکھتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ "أحد الائمة الاعلام وعالم الحجاز والشام" کہ وہ نامور ائمہ میں سے ہیں اور حجاز اور شام کے مشہور عالم تھے۔

③ ابن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

''كان الزهري ثقة كثير الحديث والعلم والرواية فقيها جامعا"

''یعنی امام زہری رحمہ اللہ ثقہ تھے حدیث، علم اور روایت میں بڑے عالم، فقیہ اور جامع کی حیثیت رکھتے تھے۔''

④ امام نسائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

"أحسن أسانيد تروى عن رسول الله أربعة"

" یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اسانید میں سے سب سے بہتر چار سندیں ہیں جن میں سے دو امام زہری رحمہ اللہ کے واسطے سے ہیں۔''

❶ الزهري عن علي بن الحسين عن ابيه عن جده عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم

❷ الزهري عن عبيدالله عن ابن عباس عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم

⑤ امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''الزهري أحسن الناس حديثا وأجودهم إسنادا"

"یعنی امام زہری رحمہ اللہ تمام لوگوں سے حدیث میں افضل ہیں اور ان کی سند اجود و اعلیٰ ہے۔''

⑥ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوزرعہ سے سوال کیا گیا کہ صحیح ترین سند کون سی ہے تو انہوں نے جواب دیا:

أربعة: أولها الزهري عن سالم عن أبيه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم

''یعنی چار سندیں صحیح ترین ہیں، ان میں سے پہلی سند یہ ہے: زهري عن سالم عن ابيه یعنی جس میں امام زہری رحمہ اللہ ہیں۔''

⑦ ابن حبان 'كتاب الثقات' میں فرماتے ہیں:

''محمد بن مسلم بن شہاب الزہری القرشی كنيته أبوبكر، راى عشرة من الصحابة وكان من أحفظ أهل زمانه وحسنهم سياقا لمتون الاخبار وكان فقيها فاضلا روى عنه الناس۔''

''محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ جن کی کنیت ابوبکر ہے، انہوں نے دس صحابہ کو دیکھا تھا اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حافظ تھے اور احادیث کے متون میں سب سے احسن تھے (یعنی احادیث کو نقل کرنے میں) وہ فقیہ اور فاضل تھے۔ بہت سارے لوگوں نے ان سے روایت کیا''

⑧ صالح بن احمد فرماتے ہیں: کہ مجھے اس کے باپ نے بتایا کہ:

الزهري مدني تابعي ثقة یعنی ''امام زہری رحمہ اللہ مدنی تابعی اور ثقہ تھے۔''

⑨ امام مسلم رحمہ اللہ نے 'صحيح مسلم' کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"فأما من تراه يعمد لمثل الزهري في جلالته و كثرة اصحابه الحافظ المتقنين لحديثه و حديث غيره...... الخ"

''لیکن اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ زہری رحمہ اللہ ایسے جلیل شخص سے روایت کا قصد کرے جن کے ایسے کثیر شاگرد ہیں جو حافظ اور مضبوطی والے ہیں، اپنی اور دوسروں کی احادیث کی روایت میں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑩ امام ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' میں لکھتے ہیں:
"هو أعلم الحفاظ الامام الحافظ الحجة"
''یعنی وہ تمام حفاظ حدیث سے زیادہ عالم تھے۔ امام، حافظ اور حجت تھے۔''
⑪ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سند کے ساتھ احادیث بیان کیں۔ جیسا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ولید بن مسلم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ نے اہل شام سے فرمایا کہ:
"يا أهل الشام مالى أرى أحاديثكم ليس لها أزمة ولا خطم"
''یعنی آپ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں، ان کی نوعیت تو یوں ہے کہ نہ ان کی کوئی نکیل ہے، نہ لگام۔ تو اس دن اہل شام نے اسانید کو لازم کرلیا۔''
⑫ ابن حاتم نے اپنی کتاب 'الجرح والتعديل' اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'التاريخ' میں ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے درباریوں سے کہا:
''کیا تم ابن شہاب رحمہ اللہ کے پاس جاؤ گے تو انہوں نے جواب دیا: ہاں تو پھر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا کہ جاؤ کیونکہ ان سے بڑھ کر سنت کا کوئی عالم باقی نہیں رہا۔''
معمر کہتے ہیں: ''حالانکہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ان جیسے اور بھی علماء اس وقت حیات تھے۔''
⑬ علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاز میں ثقہ لوگوں کا علم زہری رحمہ اللہ اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ پر منحصر ہے۔ بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر پر اور کوفہ میں ابواسحاق اور اعمش رحمہما اللہ پر۔
⑭ عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"ما رأيت انص والبصر بالحديث من الزهرى"
''یعنی میں نے حدیث کی عبارت اور فہم کے بارے میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''
⑮ ایوب رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا کہ زہری رحمہ اللہ کے بعد اہل حجاز کا سب سے بڑا عالم یحییٰ بن بکیر رحمہ اللہ ہے تو سفیان کہنے لگے:
"لم يكن فى الناس احد اعلم بالسنة من الزهرى"
''یعنی لوگوں میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر سنت کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔''
⑯ مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:
"ما بقى على ظهرها اعلم بسنة ماضية من الزهرى"
''یعنی زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی سنت ماضیہ کا عالم نہیں رہا۔''
⑰ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
"ما بقى عند أحد من العلم ما بقى عند ابن شهاب"
''یعنی کسی کے پاس وہ علم نہیں رہا جو ابن شہاب رحمہ اللہ کے پاس ہے۔''
⑱ امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تذکرۃ الحفاظ' میں اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی کتاب 'التاريخ' میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ لیث بن سعد رحمہ اللہ نے کہا:
"ما رأيت عالما قط أجمع من الزهرى"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’یعنی میں نے زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ جب وہ ترغیب میں روایت کرتے ہیں تو کہتے: لا يحسن إلا هذا بس یہی صحیح ہے اور جب وہ قرآن وسنت کی بات کریں تو ان کی بات جامع ہوتی ہے۔‘‘

⑲ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب رحمہ اللہ مدینہ میں آئے اور ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں چلے گئے۔ عصر کے وقت جب کمرہ سے باہر نکلے تو وہ فرما رہے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مدینے میں ربیعہ جیسا کوئی عالم نہیں اور ربیعہ کہہ رہے تھے کہ:

ما ظننت أن أحد أبلغ من العلم ما بلغ ابن شهاب‘‘

’’میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص علمی میدان میں ابن شہاب رحمہ اللہ تک رسائی حاصل نہیں کرسکا۔‘‘

⑳ عمرو بن دینار رحمہ اللہ دیر تک زہری رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھے رہے جب فارغ ہوئے تو فرمانے لگے: والله مثل هذا القرشي ما رايت قط ’’یعنی بخدا میں نے اس قریشی جیسا کہ کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

㉑ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ آئے تو وہاں کا کوئی عالم ان کے جانے تک حدیث بیان کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ مدینہ میں ۷۰، ۸۰ سالہ عمر رسیدہ مشائخ موجود تھے، لیکن ان شیوخ سے لوگ اس وقت علم حاصل نہیں کرتے تھے، بلکہ امام زہری رحمہ اللہ جو کہ عمر میں ان سے کم تھے ان کے ہاں طلباء کا اژدھام ہوا کرتا۔

㉒ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ نے ایک دفعہ امام زہری رحمہ اللہ کا امتحان لینا چاہا اور ان سے درخواست کی کہ میرے لڑکے کے لیے علم لکھوا دیں تو امام زہری رحمہ اللہ نے کاتب کو بلایا اور چار سو احادیث لکھوائیں پھر ایک مہینہ کے بعد ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ نے کہا کہ اے ابوبکر! وہ کتاب ضائع ہوگئی ہے تو امام زہری رحمہ اللہ نے کاتب کو بلایا اور پھر وہ چار سو اَحادیث لکھوادیں پھر ہشام رحمہ اللہ نے اس کتاب کا اور پہلی کا موازنہ کیا تو فما غادر حرفا ایک بھی حرف خلاف نہ پایا۔

㉓ ابوالزناد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف حلال وحرام کے مسائل لکھا کرتے تھے، لیکن ابن شہاب رحمہ اللہ ہر علمی بات کو لکھ لیا کرتے تھے۔ جب ان سے کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی تو معلوم ہوتا کہ وہ اعلم الناس ہیں۔

㉔ ابن عینیہ عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ ما رأيت انص للحديث عن الزهري یعنی زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر حدیث کے متن کے بارے میں، میں نے کسی کو نہیں پایا۔

㉕ ابن مہدی وهیب بن خلاد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سمعت أيوب يقول ما رأيت أحدا أعلم من الزهري یعنی زہری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔

㉖ عبدالرزاق معمر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”مارأيت مثل الزهري فى النص الذى هو فيه“ میں نے زہری رحمہ اللہ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جس طرح وہ اپنے فن میں ماہر تھے اور کوئی نہیں تھا۔

㉗ لیث جعفر بن ربیعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غراک بن مالک رحمہ اللہ کو کہا کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے اور سعید بن مسیّب، عروۃ، عبداللہ بن عبداللہ رحمہم اللہ کا نام ذکر کیا تو غراک رحمہ اللہ کہنے لگا وأعلمهم جميعا ابن شهاب رحمہ اللہ ان تمام سے زیادہ عالم ابن شہاب رحمہ اللہ ہیں۔

㉘ عجلی کہتے ہیں کہ روى عن ابن عمر نحوا من ثلاثة أحاديث یعنی امام زہری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تین روایتیں کی ہیں۔

(۴۹) امام ذہلی عبدالرزاق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے معمر سے کہا: ''هل سمع الزهری من ابن عمر قال نعم'' یعنی اے معمر کیا زہری رحمہ اللہ کا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔

ان تمام نصوص پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ ایسی شخصیت نہ تدلیس کا جرم کرسکتی ہے اور نہ ہی ادراج کا، اور نہ ہی ان کی مراسیل کی حیثیت ہوا کی ہے بلکہ ان تمام الزامات سے وہ شخصیت مبرا ہے۔ رہا امام زہری رحمہ اللہ کا بنوامیہ کے ساتھ تعلق خاص (جیسا کہ گولڈ زیہر مستشرق یہودی نے بھی کہا ہے) کہ دنیوی وجاہت کی خاطر ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے اموی خاندان کے ساتھ تعلقات قائم کئے تھے۔

حالانکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زہری رحمہ اللہ جیسے صادق، ثقہ، حجت آدمی کا خلفائے بنوامیہ سے تعلق ان سے فائدہ اٹھانے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے؟ ان پر الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ تعلق قائم کرنے کے بعد انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق احادیث میں امام زہری رحمہ اللہ سے فائدہ اٹھایا یعنی امام زہری رحمہ اللہ خلفائے بنوامیہ کے لیے وضع الحدیث کا کام کرتے اور اس طرح مال و وجاہت کا حصول ممکن بناتے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی علماء کا خلفاء سے تعلق رہا ہے لیکن اس تعلق کی وجہ سے ان ائمہ کی امانت، صداقت، ثقاہت داغدار نہیں۔ لہٰذا زہری رحمہ اللہ جیسے عظیم عالم کا ان خلفائے سے تعلق کسی طرح سے ان کے دین و امانت و ورع میں اثر انداز نہیں ہوسکا۔ امام زہری رحمہ اللہ سے بہر حال مسلمان مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح کے الزام کی کوئی بنیاد ہے نہ حقیقت۔

امام زہری رحمہ اللہ خلفائے کی مجلس میں جا کر بھی احادیث روایت کرتے یا کوئی علمی رائے پیش کرتے یا ان پر عائد ہونے والے عوامی فرائض کو ذکر کرتے اور احکام الٰہی اور اس کے فرائض کو بانگ دہل بیان کرتے۔

چنانچہ 'العقد الفرید' کے صفحہ ۶۰ جلد اوّل پر لکھا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ ولید بن عبدالمالک رحمہ اللہ کے پاس گئے تو ولید رحمہ اللہ کہنے لگا کہ اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اہل شام نے بیان کی ہے؟ تو امام زہری رحمہ اللہ پوچھنے لگے کہ کون سی حدیث؟ ولید بن عبدالمالک رحمہ اللہ کہنے لگا کہ اہل شام بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ کسی رعیت کا ذمہ دار بن جاتا ہے تو اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں، گناہ نہیں لکھے جاتے۔ امام زہری رحمہ اللہ فرمانے لگے: اے امیر المومنین یہ تو جھوٹی روایت ہے آپ بتائیں کیا جو نبی خلیفہ ہو وہ اللہ کے ہاں افضل ہے یا محض خلیفہ؟ تو ولید نے کہا جو نبی خلیفہ ہو وہ افضل ہے تو امام زہری رحمہ اللہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی داؤد کے بارے فرماتے ہیں کہ:

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ [ص:۲۶]

اور پھر فرمانے لگے کہ اے امیر المؤمنین یہ نبی خلیفہ کے لیے وعید ہے کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنا وگرنہ سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے اور جو لوگ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب ہوگا اور جو صرف خلیفہ ہو نبی نہ ہو، اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ تب ولید کہنے لگا کہ لوگ تو ہمیں غلط اُمیدوں پر لگا کر اپنے دین سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں دیکھیں، امام زہری رحمہ اللہ کا ولید کے ساتھ تعلق کوئی فائدہ نہیں دے رہا اور نہ ہی امام زہری رحمہ اللہ شاہی گھرانے کے اثر سے عالمانہ موقف پیش کرنے میں جھکے ہیں اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث گھڑنے میں ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رغبت کا ساتھ دیتے ہیں۔ بلکہ ایک اسلام پسند اور خیرخواہ عالم کی طرح اللہ کے دین اور مسلمانوں کی خیرخواہی چاہتے ہیں اور سنت رسول ﷺ سے جھوٹی، موضوع روایتوں کو دور کرتے ہیں اور خلیفہ وقت کو جھوٹے خوشامدیوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو دوسروں کو تو روکے اور خود ادراج یا تدلیس کرے یا پھر دنیوی مال کا طالب ہو حالانکہ خلیفہ کو اس کے منہ پر وعید الٰہی بھی سناتے ہیں۔

مزید شہادت کے لیے ابن عساکر رحمہ اللہ کی اس روایت کی طرف آیئے جو انہوں نے اپنی سند سے امام شافعی رحمہ اللہ تک پہنچائی ہے کہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ نے سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ کی تفسیر پوچھی تو سلیمان بن یسار رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ ہشام رضی اللہ عنہ نے امتحان لینے کے لیے کہا: نہیں بلکہ اس سے مراد تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ چونکہ ہشام رضی اللہ عنہ سنجیدہ نہیں تھا بلکہ وہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ کی صائب رائے پر مضبوطی کا امتحان لے رہا تھا۔ بہرحال سلیمان رحمہ اللہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ زیادہ جانتے ہیں۔ اتفاق سے کچھ دیر بعد ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پھر ادھر آ پہنچے تو ہشام رحمہ اللہ نے ان سے بھی آیت کی تفسیر پوچھی تو امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ ہشام رضی اللہ عنہ کہنے لگا: آپ غلط کہتے ہیں، اس سے مراد تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو امام زہری رحمہ اللہ غصے میں آ گئے اور کہنے لگے أنا أكذب؟ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں، لا أبالك تیرا باپ مرجائے اور فرمایا: فوالله لو نادانی مناد من السماء ان الله أحل الكذب ما كذبت یعنی اللہ کی قسم اگر آسمان سے اعلان کرنے والا کوئی اعلان کردے کہ اللہ نے جھوٹ کو حلال کردیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ کیونکہ ''حدثنی فلان و فلان إن الذی تولی کبره منهم هو عبد الله بن أبی بن سلول'' یعنی فلاں فلاں نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ اس آیت سے مراد عبداللہ بن اُبی بن سلول ہے۔

دیکھیں صدیوں پہلے ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت سے امام زہری رحمہ اللہ کی صداقت کو ثابت کیا ہے جبکہ خلفاء کے ساتھ رابطے کی بنا پر امام زہری رحمہ اللہ پر طعن بازی کرنے والے مستشرق یہودی اور اس کے ہم نوا وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔

کیا اس کو امام زہری رحمہ اللہ کی امانت داری اور دیانتداری کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ بادشاہ وقت کو منہ پر أنا أكذب؟ لا أبالك جیسا سخت کلمہ کہہ رہے ہیں۔ شاہ کے خوشامدیوں سے ایسی توقع قطعاً محال ہے۔

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کا تعلق ایسا نہیں تھا جو کہ ان کے دین میں اور امانتداری میں نقص پیدا کرے بلکہ امام زہری رحمہ اللہ ایک خوددار شخص تھے جو غلط بات سن کر غضبناک ہوجاتے اور رسول ﷺ کے اصحاب کے متعلق تاریخی حقیقت کو مسخ ہوتے دیکھتے تو آگ بگولہ ہوجاتے اور خلاف حقیقت کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر سن کر خلیفہ وقت کے سامنے تردید کردیتے۔

یہ بات بھی مدنظر رہے کہ مستشرق گولڈ زیہر کا الزام یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ کے علماء ان کے خلاف تھے، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ نے مدینہ میں نشو ونما پائی۔ علماء مدینہ سے ہی علم اخذ کیا۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی وفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تک ان کے پاس رہے اور جب بھی امام زہری رحمہ اللہ مدینہ میں آتے تو امام مالک ان سے استفادہ کرتے اور ۳۵ سال کے لمبے عرصے تک امام زہری رحمہ اللہ کی مدینہ اور شام کے درمیان آمدورفت جاری رہی، تو علماء مدینہ نے ان کی تکذیب کیوں نہ کی؟ اگر بنوامیہ کے لیے یہ جھوٹ گھڑ کر دنیوی مقاصد حاصل کرتے تھے تو اہل مدینہ ان کے خلاف کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوئے؟ اور ان کے شیخ ابن مسیّب نے ان سے برات کا اظہار کیوں نہ کیا؟ حالانکہ وہ رجال کی جرح میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح دولت عباسیہ نے ان پر تنقید کیوں نہ کی؟ حالانکہ بنوامیہ کے عباسی بہت خلاف تھے۔ ائمہ جرح وتعدیل (مثلاً احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام مسلم، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ) وغیرہ نے ان پر کوئی تنقید کیوں نہیں کی؟ حالانکہ وہ دین کے بارے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

کیا ائمہ جرح و تعدیل کی توثیق، علماء مدینہ، ان کے شیخ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی خاموشی اور علماء کا ان سے احادیث کو لینا (دور عباسیہ میں) اور علماء دور عباسیہ کا کلام نہ کرنا اس بات کے ٹھوس دلائل نہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ ان تمام اعتراضات اور شبہات (جو فی الحقیقت انکار حدیث کی پیداوار ہیں) سے بہت بلند اور فائق ہیں اور کذب ووضع و ادراج و تدلیس و تعلق لنیل المال والعز کے الزام سے کہیں اعلیٰ و بلند و بالا ہیں۔

مستشرقین اور ان کے ہم نواؤں کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس طرح استخفاف حدیث پیدا کر کے، اس امام کو مجروح کردیا جائے جس نے تدوین حدیث میں بنیادی خدمات انجام دی ہیں۔ جس کے بعد ہر کسی حدیث کو اس طرح کی طعنہ سازی کے ذریعے اپنے مقاصد کی تکمیل میں رد کردیا جائے اور اس اصل بنیاد کو مشکوک کردیا جائے جو علم حدیث کی پہلی کڑی ہے۔ جیسا کہ امام مالک کا فرمان گزر چکا ہے۔

◉ **اعتراض:** نماز کے اندر روایت حفص کے علاوہ دوسری قراءات کو نہیں پڑھا جاسکتا، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا کام کیا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے یوں مروی ہے۔

جواب: اگر تو اس اعتراض سے قراءات کا مکمل انکار مقصود ہے تو اس کی حقیقت اور ہمارا استدلال واضح ہے اور اگر اس اعتراض کی نوعیت یہ ہے کہ یہ قراءتیں ویسے تو صحیح ہیں، لیکن نماز میں درست نہیں تو بات بنتی ہی نہی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک قرآن نماز کے علاوہ تو تلاوت پر مستحق ثواب بناتا ہے لیکن نماز میں اس کی تلاوت درست نہ ہو۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث (جو متواتر درجے کی ہے) میں قراءات کا یہ واقعہ خارج نماز نہیں بلکہ دوران نماز کا ہے کہ حضرت ہشام نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ملاحظہ کریں: فتصبرت حتی سلم کہ میں نے بمشکل نماز میں صبر کیا حتیٰ کہ اس نے سلام پھیر دیا۔ اس عمل کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوا جس کی آپ نے تردید نہ کی۔ گویا یہ تقریری حدیث ہوئی اور بعد ازاں نبی اکرم ﷺ کا فرمان قولی حدیث کے ضمن میں آ گیا۔ غرض صحابہ رضی اللہ عنہم نماز پڑھ سکتے ہیں تو ہمارے لیے بھی آج کوئی مانع نہیں ہے اگر صحابہ رضی اللہ عنہم سنت کی اتباع کرتے تھے تو ہم پر بھی واجب ہے کہ اس سنت کا احیاء کریں۔

◉ **اعتراض:** نماز کے اندر دوسری قراءت پڑھنے سے خشوع وخضوع خراب ہوتا ہے، اس لیے نماز میں دوسری قراءت نہیں کرنا چاہئے؟

جواب: فی الحقیقت یہ پہلے اعتراض کا حصہ ہے۔ غور طلب بات ہے کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا خشوع خضوع خراب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا تھا تو مجرد قراءتوں سے ہمارا خشوع وخضوع کیسے خراب ہوسکتا ہے؟ ہاں ہم میں آج کل جو دینی کمزوریاں ہیں، اس کی بنا پر تو خشوع میں فرق آ سکتا ہے لیکن صرف اگر خشوع وخضوع خراب ہونے کو قراءتوں سے مشروط کردیا جائے تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے خشوع کے بارے میں کیا خیال ہے جو نمازوں میں دوسری قراءات پڑھتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں گزرا ہے اور آئندہ بھی مزید احادیث میں آنے والا ہے بلکہ یاد رہنا چاہئے کہ یہ احیائے سنت نبوی ہوگا جس کا ثواب بہت عظیم ہے۔

اعتراض: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تو اعرابیوں کے لیے عذر تھا جس کی بنا پر قراءات کا جواز ہوا، اب وہ عذر باقی نہیں رہا، اس لیے نہیں پڑھنی چاہئیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کی ہرطرح سے تلاوت کی کھلی اجازت ہے یا اس کی تلاوت صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پر منحصر وموقوف ہے، تو واضح رہنا چاہئے کہ یہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت پر ہی موقوف ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قراءات سکھلائی تھیں ہرطرح سے پڑھنے کی کھلی اجازت نہیں دے دی تھی جیسا کہ ہمیں ’’أقرأنی رسول الله‘‘ سے معلوم ہوتا ہے اور جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سکھلا دیں یا حکم فرما دیں یا جس پر سکوت فرمایا وہ قیامت تک شریعت کا حصہ بن جاتی ہے۔إنی بعثت إلی الناس کافة کا تقاضا یہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ ”عذر الماضین حجة علی الباقین“ جس کو فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔یعنی متقدمین کا عذر متاخرین کے لیے حجت کا حکم رکھتا ہے چنانچہ اس وقت عذر تھا تو اس وقت وہ عذر ہم پر حجت ہے کیونکہ آسانی ہمیں بھی چاہئے۔

صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۶۱۰، ۶۱۱ میں روایت ہونے والی حدیث سے یہ اصول قرار پایا ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قدم رسول الله ﷺ وأصحابه فقال المشرکون أنه یقدم علیکم وقد وهنهم حمی یثرب وأمرهم النبی ﷺ أن یرملوا الاشواط الثلثة وأن یمشوا مابین الرکنین ولم یمنعه أن یأمرهم أن یرملوا الا شواط کلها إلا الابقاء علیهم قال ارملوا فیه المشرکون قوتهم والمشرکون من قبل قعیقعان .

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم جب بیت اللہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیانی حصہ میں رمل کریں (یعنی پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر اور کچھ اکڑ کر چلیں کیونکہ قعیقعان پہاڑ کی طرف بیٹھے ہوئے مکہ کے مشرکین کو یہ دکھلانا تھا کہ مسلمان طاقتور ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے: قد وهنهم حمی یثرب کہ مکہ کے بخار نے مسلمانوں کو لاغر کردیا ہے، یہ ہم سے کیسے لڑسکتے ہیں، لیکن جب انہوں نے صحابہ کو دیکھا تو کہنے لگے کانهم غزلان گویا کہ یہ تو ہرن ہے۔‘‘ (اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے)

اب دیکھیں اس وقت رمل کا عذر مشرکین مکہ کو دکھلانا تھا کہ ہم میں جسمانی طاقت ہے لیکن کیا کوئی ذی عقل مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اس وقت عذر تھا اور آج وہاں مشرکین نہیں، اس لیے حج یا عمرہ کرنے جائیں تو رمل نہیں کرنا چاہئے۔ نہیں بلکہ اب یہ ہمارے لیے رکن کی حیثیت رکھتا ہے جب تک رمل نہیں کریں گے، مناسک حج کی تکمیل نہیں ہوگی۔ یہ حج تو صرف اس پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھے لیکن قرآن کا معاملہ تو اس سے بلند تر ہے تو کیوں نہ پہلوں کا عذر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم پر حجت کے طور پر لاگو ہو۔

◉ **اعتراض:** یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو دوسری قراء ت کا علم ہی نہیں تھا جو ہشام بن حکیمؓ پڑھ رہے تھے حالانکہ وہ ہر وقت آپﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے تھے۔؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور کا دیگر صحابہ کو علم نہیں تھا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو علم تو ہو لیکن ذہن میں حاضر نہ ہو اور جب کوئی یاد دلائے تو یاد آ جائے۔ مثال کے طور پر نبی اکرمﷺ کی وفات کا واقعہ، صحیح بخاری جلد نمبر۲ صفحہ ۶۴۰ پر مذکور حدیث کو پڑھیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

إن أبابكر أقبل على فرس من مسكنه بالسنح حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس حتى دخل على عائشة فتيمم رسول اللهﷺ وهو مغشى بثوب حبرة فكشف عن وجهه ثم أكب عليه فقبله وبكىٰ ثم قال بابى أنت وأمى لايجمع الله عليك موتتين أما الموتة التى كتبت عليك فقد متها .

پھر آگے دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

إن أبابكر خرج و عمر يكلم الناس فقال إجلس يا عمر فابى عمر أن يجلس فاقبل الناس إليه وتركوا عمر فقال أبوبكر أما بعد من كان يعبد محمدا فإن محمدا قد مات ومن كان يعبد الله فإنه حيى لا يموت قال الله تعالىٰ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌﷺ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ... الشّٰاكِرِيْنَ﴾ وقال والله لكان الناس لم يعلموا أن الله أنزل هذه الاية حتى تلاها أبوبكر فتلقاها منه الناس كلهم...... الخ .

”ان دونوں احادیث کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ جب آپﷺ فوت ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ آئے، اور آ کر یمنی کپڑا چہرہ مبارک سے اٹھا کر بوسہ دیا اور کہا کہ آپﷺ پر جو موت لکھی تھی وہ آ چکی ہے۔ادھر حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو یہ کہے کہ محمدﷺ فوت ہوگئے ہیں، میں اس کا سرتن سے جدا کردوں گا تب حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور فرمایا:”جو محمدﷺ کی عبادت کرتا تھا، تو اس کا رب آج دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اس کا رب زندہ اور حی قیوم ہے اور پھر آپؓ نے سورہ آل عمران کی آیت :﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌﷺ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ... الشّٰاكِرِيْنَ﴾ (پڑھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم گویا کہ لوگوں کو اس آیت کا پتہ ہی نہیں تھا اور جیسا کہ یہ اب ہی نازل ہوئی ہے پھر لوگوں پر خاموشی چھا گئی اور ہر ایک نے حضرت ابوبکرؓ سے وہ آیت پڑھی۔“

اب دیکھیں کہ نبیﷺ کی وفات کے موقع پر کتنے صحابہ حافظ قرآن اور قاری تھے کیا کسی نے بھی یہ آیت نبی اکرمﷺ سے نہیں سنی تھی؟ ہرگز نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرام کو اس کا علم ہوگا اور اس کا مفہوم بھی ان کے ذہن میں ہوگا لیکن اس وقت کسی کو یاد نہیں آئی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ”گویا ان کو اس کا پتہ ہی نہیں تھا اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ آیت ابھی ابھی نازل ہوئی ہے۔“

اسی طرح أنزل القرآن على سبعة أحرف کا حضرت عمرؓ کو علم تو ضرور ہوگا، لیکن اگر انہوں نے کسی صحابی کو دیکھ لیا کہ وہ اس قراء ت کے مخالف پڑھ رہا ہے جو نبی اکرمﷺ نے انہیں سکھائی تھی، تو دین میں شدت کی وجہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقتی طور پر اس کو پکڑ کر نبی اکرمﷺ کے پاس لے گئے۔ جب آپﷺ نے یہ فرمایا کہ یہ بھی نازل شدہ ہے اور یوں بھی نازل ہوا ہے اور أنزل القرآن علی سبعة أحرف کا فرمان دہرایا تو آپؓ کو یاد آ گیا اور خاموش سے سرِ تسلیم خم کر لیا۔

سبعۂ اَحرف سے کیا مراد ہے؟

مناسب یہ ہے کہ 'علی سبعة أحرف' کی تشریح ہو جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ حروف سے کیا مراد ہے؟ آیا وہ قراءات ہیں یا پھر کوئی اور چیز؟

لغوی طور پر 'حرف' کا لفظ چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

① حافہ ② ناحیہ ③ وجہ ④ طرف ⑤ حد ⑥ کسی چیز کا ٹکڑا

حافظ ابوعمرو دانی ؒ کے مطابق اَحرف کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

❶ **حرف بمعنی وجہ:** یہ لغوی معنی کے مطابق ہے یعنی قرآن سات وجوہ پر نازل ہوا ہے اور ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ ''بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں'' بھی اسی معنی سے ہے۔ پھر آگے اس کی توضیح فرمائی ہے کہ اگر ان کو خیر (نعمت و راحت، مال، عافیت، دعا کی قبولیت وغیرہ) حاصل ہوتی ہیں تو ایمان پر جمے رہتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں اور اگر سختی، نقصان اور آزمائش کی حالت پیش آ جاتی ہے تو کفر اختیار کر کے (حرف بمعنی) عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔

❷ **حرف بمعنی قراءت:** حرف کا یہ معنی مجازی ہے اور یہ اس بنا پر کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کسی شے کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس چیز کا جزو یا قریب یا مناسب یا سبب یا اس سے تعلق رکھنے والی چیز کا نام ہو۔ بس چونکہ مختلف قراءات حروف میں تغیر سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً حرکات کی تبدیلی، ایک حرف کا دوسرے سے اِبدال، تقدیم و تاخیر، اِمالہ، زیادتی و کمی اس لیے عرب کے استعمال پر اعتماد کرتے ہوئے رسالت مآبﷺ نے قراءت کو (گو وہ طویل کلام ہو) حرف فرما دیا۔ گویا یہاں کل کی بجائے جزو کا نام استعمال کیا ہے جس کو اِصطلاح میں مجاز مرسل کہتے ہیں (یعنی حرف کہہ کر وہ کلمہ قرآنیہ مراد لیا گیا) جس میں خاص قراءت پائی جا رہی ہو، یہ ایسے ہی ہے جیسے تحریر رقبة سے مراد صرف گردن آزاد کرنا نہیں بلکہ پورا غلام آزاد کرنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں سبعة أحرف لفظ کا جو استعمال ہوا ہے، وہ لغوی اعتبار سے وجہ کے معنی میں ہے اور مجازاً قراءت کے معنی میں...... لیکن اگر مذکورہ اَحادیث پر غور کیا جائے تو حرف کی حقیقت واضح تر ہو جاتی ہے۔

حرف سے مراد 'قراءت' ہیں

① حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشامؓ کو سنا ''یقرأ علی حروف کثیرة'' ...... اس کے بعد جب حضرت ہشامؓ نے نبی اکرمﷺ کے فرمانے پر پڑھنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ''فقرأ علیه القراءة التی سمعته یقرأ'' ...... اب دیکھیں پہلے جملے میں فرمایا کہ وہ حروف پڑھے تھے، بعد میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس نے وہ قراءت پڑھی جو میں نے اسے پڑھتے سنا تھا۔ گویا حروف سے مراد انہوں نے قراءت لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے......اور ہم قراءت کی تعریف میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ
”عبارة عن لفظ الأحرف مجموعا“ ......”یعنی حروف کے مجموعہ کو قراءۃ کہتے ہیں۔“
یہی مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں استعمال کی ہے۔ پہلے حروف کہا بعدازاں دوسرے جملے میں ان حروف کو قراءت سے تعبیر کر دیا۔

② اسی طرح حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ”فقرأ قراءة أنكرتها عليه“ کہا ہے، حالانکہ نزول تو حروف کا ہوا تھا، چونکہ قراءت حروف سے مرکب ہوتی ہے اس لیے قراءت کہہ دیا اور بعد میں بھی اسی لفظ کو دھرایا ہے۔”إن هذا قرأ قراءة سوى قراءة صاحبه“ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف تو حروف میں تھا جس کو قراءت کہہ رہے چونکہ حروف کے مجموعہ کو قراءت کہتے ہیں، لہٰذا انہوں نے حروف کو قراءت کہہ دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف کا تعلق قراءت سے ہے، جیسا کہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے تعریف میں اس کی وضاحت کردی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سات حروف پر نازل ہونے کا سبب کیا تھا؟

سات حروف پر نازل ہونے کا سبب......اُمت کی سہولت

قرآن مجید کا سات حرف پر نازل ہونے کا سبب اُمت کو آسانی دینا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اعلیٰ ترین کتاب اور اشرف ترین رسول عطا فرما کر سب اُمتوں پر فوقیت دی۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش، اُمت کی ضرورت اور اپنی خصوصی رحمت سے اُمت کے لیے مزید آسانی فرماتے ہوئے قرآن مجید کو سات حروف پر نازل فرمایا۔ چنانچہ اَحادیث میں موجود ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت اور مدد چاہتا ہوں، میری اُمت اس پر عمل نہیں کرسکے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار درخواست کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سات حروف کی اِجازت دے دی۔

نیز صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا اور پہلی کتابیں ایک ہی دروازے سے ایک ہی حرف پر نازل ہوتی تھیں اور یہ فرق اس لیے تھا کہ پہلے انبیاء کو صرف ان کی قوم کے لیے بھیجا جاتا تھا اور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب وعجم اور سفید وسیاہ یعنی تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور قرآن عرب کی لغت میں نازل ہوا تھا اور عرب کی لغات جدا جدا تھیں۔ زبانیں متفرق تھیں اور ایک لغت والے کو دوسروں کی لغت میں پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض تو پڑھ ہی نہیں سکتے تھے دوسری قوم کے انداز قراءت میں پڑھنا تعلیم و تدبیر سے بھی ممکن نہیں تھا۔ خصوصاً بوڑھوں، عورتوں، اَن پڑھ لوگوں کو اور بھی دشواری تھی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ پس اگر ہر حالت میں یہ حکم ہوتا کہ ایک ہی حرف پر قرآن مجید پڑھنا ہے تو یہ ان کی طاقت سے باہر ہوتا یا سخت مشقت درپیش آتی اور طبیعتیں قرآن کی تلاوت سے مشکل محسوس کرتیں۔

چنانچہ ابومحمد عبداللہ بن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی کتاب مشکل میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آسانی عطا کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ”اپنی اُمت کو ان کی زبان اور عادت کے مطابق قرآن پڑھائیں۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اَصحاب ہذیل 'حتّٰی' کی بجائے 'عتی' بولتے تھے اور بنو اسد ﴿تَعلمُون تَعلَم تَسوَدُّ وُجوہٌ، اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ﴾ وغیرہ میں علامت مضارع کو کسرہ سے ادا کرتے تھے جب کہ بنی تمیم ﴿یَأْلَمُوْنَ، شِئْتَ یُؤمِنُوْنَ﴾ وغیرہ میں ہمزہ پڑھتے تھے، لیکن قریش اس ہمزہ میں ابدال کرتے اور بعض ﴿قِیْلَ لَھُمْ﴾ اور ﴿غِیْضَ الْمَاءُ﴾ میں اِشمام کرتے تھے۔

اسی طرح ﴿لَا تَأْمَنَّا﴾ میں ادغام اور ضمہ کا اشمام کرتے ...... بعض ﴿عَلَیْھِمْ، فِیْھِمْ﴾ جبکہ بعض ﴿عَلَیْھِمُوْ اور مِنْھُمُوْ﴾ پڑھتے تھے۔ اسی طرح بعض ﴿قَدْ اَفْلَحَ، قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ﴾ میں نقل کرتے جبکہ بعض ﴿مُوْسٰی، عِیْسٰی، دُنْیَا﴾ کو امالہ سے، بعض تقلیل، (تھوڑے امالہ) سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح بعض ﴿خَبِیْراً اور بَصِیْراً﴾ کی راء کو ترقیق کے ساتھ اور بعض ﴿اَلصَّلَاۃَ اور الطَّلَاقَ﴾ کی لام کو تفخیم سے پڑھتے تھے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ان حضرات سے ہر گروہ یہ چاہتا کہ وہ اپنی لغت یعنی بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی پڑی ہوئی عادت کو چھوڑ دے تو اس میں ان کو بڑی دشواری پیش آتی اور بڑی محنت کرنا پڑتی اور ایسا عرصہ تک مشق کرنے اور زبان کو مسخر کرنے اور عادت کو ترک کرنے کے بعد ممکن ہوتا، پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُمت کو دین میں آسانی دی تھی اسی طرح اپنے لطف وکرم و انعام سے قرآن مجید کو پڑھنے میں بھی وسعت کردی تاکہ آسانی ہوجائے اور اُمت سے رحمت کا معاملہ ہوجائے۔

قرآن مجید سات حروف پر کیوں نازل ہوا؟ کم یا زیادہ پر کیوں نہیں؟

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ عرب کے اصل اور بڑے بڑے قبیلے سات ہی تھے یا عرب کی فصیح اور باقاعدہ لغات سات ہی تھیں۔ اسی لیے قرآن مجید سات حروف پر ہی نازل ہوا کم یا زیادہ پر نہیں، لیکن یہ محض دعویٰ ہے۔ اسی طرح بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ سبعہ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں جس میں زیادتی و کمی کی گنجائش نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں وسعت وسہولت دے کر حق تعالیٰ نے مطلقاً اجازت دی ہے کہ قرآن مجید کو عرب کی لغات میں سے کسی لغت میں پڑھنا چاہو پڑھ سکتے ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھ کر سکھایا ہو۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ عرب کی عادت ہے کہ سبعة، سبعین اور سبع مائة بول کر اس سے معین عدد کی بجائے کثرت مراد لیتے ہیں۔ جیسے قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ﴿کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ... اِنْ تَسْتَغْفِرْلَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَاللّٰہُ لَھُمْ﴾ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ استعمال موجود ہے: «والجنة إلی سبعمائة ضعف إلی أضعاف کثیرة» اور «الایمان بضع وسبعون شعبة» اسی قبیل سے ہیں، یہ توجیہ بظاہر تو بڑی عمدہ ہے، لیکن درحقیقت یہ بھی درست نہیں ہے۔ (جس کی وجہ آگے ذکر ہوگی)

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث پر ۳۰ سال تک غوروفکر کیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کا ایک مطلب ظاہر فرمادیا اور وہ یہ کہ میں نے تمام قراءات کو تلاش کیا تو ان کے تغیر کو ذیل کی سات اَنواع سے مزید نہیں پایا۔ انہیں میں نے دیکھا کہ سات قسموں میں سے کسی نہ کسی طرح کا تغیر ہوتا ہے۔

1. حرکات میں تغیر ہوجائے، لیکن لفظ کی صورت اور معنی میں کوئی فرق نہ آئے جیسا کہ بالبُخل ، بالبَخل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ حرکات اور معنی میں تغیر ہوجائے، لیکن صورت میں نہ ہو جیسے ﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ اور ﴿آدَمَ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٌ﴾

❸ حروف اور صورت میں تغیر ہوجائے، لیکن معنی میں نہ ہو۔ جیسا کہ بصطة اور بسطة اور الصراط والسراط میں ہے۔

❹ حروف اور معنی میں تغیر ہوجائے، لیکن صورت میں نہ ہو، جیسے تَبْلُوْا تَتْلُوا اور نُنَجِّيْكَ نُنْجِيْكَ

❺ حروف ومعنی وصورت تینوں ہی میں تغیر ہوجائے، جیسے اَشَدَّ مِنْكُمْ، اَشَدَّ مِنْهُمْ اور يَأْتَلِ، يَتَأَلَّ

❻ تقدیم وتاخیر کا تغیر فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ اور فَيُقْتَلُوْنَ، وَيَقْتُلُوْنَ

❼ حروف کی زیادتی وکمی کا تغیر ہو وَاَوْصٰى وَوَصّٰى

آپ مزید کہتے ہیں کہ اُصولی اختلافات جیسے اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مد، قصر، اماله، فتحه، تحقیق، تسهيل، ابدال اور نقل وغیرہ میں لفظ ومعنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ صرف کیفیت ہی میں ہوتی ہے اور اگر مان لیں کہ تبدیلی ہوتی ہے تو پھر یہ ان سات میں سے پہلی قسم میں داخل ہوں گے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ ابوالفضل رازی رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے بھی قدرے مختلف عناوین سے یہی تشریح مراد لی ہے یعنی انہوں نے بھی سات حروف سے لفظی تغیر مراد لیا کہ جو بھی حرف ہوگا ان تغیرات سے باہر نہیں ہوگا۔

بعض علماء محققین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ جب ہم قراءات متواترہ میں تغیرات کا شمار کرتے ہیں تو وہ ان سات صورتوں سے زیادہ ہوتی ہیں اور نہ ہی کم اور وہ صورتیں یہ ہیں:

① **اسماء میں اختلاف:** جو مفرد، تثنیہ، جمع اور مبالغہ کے قبیل سے ہوگا۔

جیسا کہ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ [البقرۃ:۱۸۴] وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ [البقرۃ:۲۸۵] فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ [المائدۃ:۶۷] اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [الانعام:۱۲۴] وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ [الاعراف:۱۵۷] أَنْ يَعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ [التوبۃ:۱۷] وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ [الرعد:۴۲] اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجْلِسِ [المجادلۃ:۱۱] یہ تمام الفاظ مِسْكِيْن، كُتُبِهٖ، رِسَالَتَهٗ، إِصْرَهُمْ، مَسَاجِدَ، الْكُفَّار، الْمَجَالِسِ مفرد وجمع پڑھے گئے ہیں۔ ان میں ہر ایک میں دو دو قراءتیں ہیں۔ ایک مفرد کے ساتھ اور دوسری جمع کے ساتھ۔

کبھی اسماء میں تذکیر وتانیث کے اعتبار سے اختلاف ہوتا ہے۔

جیسا کہ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ کو وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ [البقرۃ:۴۸] كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ کو كَأَنْ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ [النساء:۷۳] وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ کو وَاِنْ تَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ [الانفال:۶۵] پڑھا گیا ہے۔ اسی طرح کبھی اسماء میں اختلاف مبالغہ کا ہوتا ہے۔ جیسے عالم الغیب کو علّام الغیب پڑھا گیا ہے۔

② **افعال میں اختلاف:** افعال میں اختلاف تصرف وتغیر کے قبیل سے ہوتا ہے۔

جیسا کہ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا [البقرۃ:۱۵۸] کو وَمَنْ يَطَّوَّعْ خَيْرًا، وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ [البقرۃ:۱۲۵] کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ، قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ کو قُلْ كَمْ لَبِثْتُم [المومنون:۱۱۲]قَالَ اَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [البقرة:۲۵۹]کو قَالَ اعْلَمْ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھا گیا ہے۔

③ **إعراب کے وجوہ میں اختلاف:** جیسا کہ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيمِ کو وَلَا تَسْئَلْ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيمِ [البقرة:۱۱۹]، إِلَّا اَنْ تَكُونَ تِجَارَةً کو اِلَّا اَنْ تَكُونَ تِجَارَةٌ [النساء:۲۸۲]، اَللهِ الَّذِىْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کو اَللهُ الَّذِىْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ [ابراهيم:۲] اور فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ کو فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٌ [البروج:۲۲] پڑھا گیا ہے۔

④ **زیادتی اور نقص کا اختلاف:** جیسا کہ وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ کو سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ [آل عمران:۱۳۳]، وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا کو اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا [التوبة:۱۰۷]، وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ کو وَمَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ [يس:۳۵] وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ کو مَا تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ [الزخرف:۷۱] اور فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ کو بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ [الشورىٰ:۳۰] اور فَاِنَّ اللهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ کو فَاِنَّ اللهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ [الحديد:۲۴] پڑھا گیا ہے۔

⑤ **تقدیم وتاخیر کا اختلاف:** جیسا کہ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا کو وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا [ال عمران:۱۹۵]، وَنَاٰى بِجَانِبِهٖ کو وَنَاءَ بِجَانِبِهٖ [بنی إسرائيل:۸۳]، اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کو اَفَلَمْ يَايَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [الرعد:۳۱] اور خِتٰمُهٗ مِسْكٌ کو خَتَمُهٗ مِسْكٌ [المطففين:۲۶] پڑھا گیا ہے۔

⑥ **اِبدال کا اختلاف:** ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کی جگہ بدل دینا:

جیسا کہ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ کو هُوَ الَّذِيْ يَنْشُرُكُمْ [يونس:۲۲]، وَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ کو وَمَا اَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ [النمل:۸۱،الروم:۵۳]، لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا کو لَنُثْوِيَنَّهُمْ [العنكبوت:۵۸]، يَقُصُّ الْحَقَّ کو يَقْضِ الْحَقَّ [الانعام:۵۷]، كَيْفَ نُنْشِزُهَا کو كَيْفَ نُنْشِرُهَا [البقرة:۲۵۹]، وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا کو لَعْنًا كَثِيرًا [الاحزاب:۵۸]، هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ کو هُنَالِكَ تَتْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ [يونس:۳۰]، وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ کو بِظَنِيْنٍ [التكوير:۲۴]، وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا کو فَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا [الشمس:۱۵] پڑھا گیا ہے۔

⑦ **لہجات میں اختلاف:** جیسا کہ فتح، اماله، اظهار، ادغام، روم، اشمام، تفخيم، ترقيق، تسهيل، تحقيق، ابدال، نقل، تخفيف اور تشديد اس میں وہ کلمات بھی داخل ہیں جن کی ادائیگی میں قبائل نے اختلاف کیا ہے۔

جیسا کہ خُطُوَاتٍ کو خُطْوَاتٍ، بُيُوْتَ کو بِيُوْتَ، خُفْيَةً کو خِفْيَةً، يَحْسِبُ کو يَحْسَبُ، بِزَعْمِهِمْ کو بِزُعْمِهِمْ يَعْزُبُ کو يَعْزِبُ، اَلْقِسْطَاس کو اَلْقُسْطَاس، يَلْحَدُوْنَ کو يُلْحِدُوْنَ، بِالْبُخْلِ کو بِالْبَخَلِ، ضُعْفًا کو ضَعْفًا، شَنَآنُ کو شَنْآنُ، يَقْنَطُ کو يَقْنِطُ، فَلْيَسْحِتَكُمْ کو فَلْيَسْحَتَكُمْ پڑھا گیا ہے۔

اب آیئے ان اقوال کی روشنی میں درج ذیل عبارت کی مدد سے سمجھتے ہیں کہ سات میں کمی و زیادتی کیوں نہیں؟

حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن کو ایک حرف پر لے کر آئے تو میکائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے آسانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی درخواست کی۔ پھر وہ دو حروف لے کر آئے۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ سو آپ ﷺ نے پھر آسانی کی درخواست کی، پھر تین حروف لے کر آئے اور اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ حروف کی تعداد سات تک پہنچ گئی۔

ابوبکرہ کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد میں نے میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ خاموش ہوگئے میں نے اس سے سمجھا کہ اب شمار ختم ہو چکا ہے (اس پر زیادتی نہیں ہوگی) پس یہ دلیل ہے کہ معین عدد سات ہے۔

اصل میں اس حدیث سے جو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور دیگر احادیث جن کا مضمون بھی یہی ہے، سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد آپ کا درخواست نہ کرنا اور دل کا مطمئن ہوجانا اس بات پر دال ہے کہ سات کے عدد کو کافی سمجھ لیا۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا اطمینان قلب بھی قدرتی حکمت کے تابع ہے گویا اللہ کی مرضی ومنشا بھی یہ تھی کہ سات حروف میں قرآن مجید کو نازل کریں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے دل کو اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے مزید سوال نہیں کیا تھا۔ دراصل معلوم یہ ہوتا ہے کہ جتنے بھی الٰہی عظیم افعال ہیں، ان میں خدا نے سات کی رعایت رکھی ہے۔ دیکھیں آسمان بنائے تو سات، زمینیں بنائی تو سات اور ان دونوں کی تکمیل کے بعد ساتویں دن ہی عرش پر مستوی ہوئے۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ سات سال کا بچہ ہوجائے تو اس کو نماز کا حکم دو، اس لیے کہ یہ وہ مدت ہے کہ جب اس کو بہر صورت اللہ کے ساتھ تعلق جوڑنا چاہیے۔ گویا جتنے بھی بڑے کام، انجام کے اعتبار سے ہوں یا بنفسہٖ معظم ہوں، اس میں سات کے عدد کی رعایت کی ہے۔ اس طرح برتن میں اگر کتا منہ ڈال دے تو سات بار دھونے کا حکم ہے۔ گویا صفائی یہ بھی اللہ کو چونکہ نہایت پسند ہے، اس میں بھی سات کو پسند فرمایا۔ قرآن مجید کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اسے کل کائنات کے لیے نمونہ اور کتاب ہدایت بننا تھا تو اس کو بھی سات حروف پر نازل کیا۔ کمی وزیادتی نہیں کی لیکن اب اگر کوئی قرآن کو ایک حرف پر محصور کردے تو گویا اس نے اللہ کے حکم اور حکمت کی مخالفت کی جس کا حساب اسے روز حشر اللہ تعالیٰ کے سامنے دینا ہوگا۔

قراءات کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے علمی فوائد

قراءت کا بظاہر اختلاف تنوع اور تغایر کی قسم سے ہوتا ہے تضاد وتناقض کے قبیل سے نہیں یعنی قراءت سے طرح طرح کے معانی سامنے آتے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ ہونے کے باوجود باہم متضاد اور مخالف نہیں ہوتے، کیونکہ کتاب اللہ میں تضاد محال ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ [النساء:۸۲]

’’اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا چنانچہ ناممکن ہے کہ ایک قراءت میں امر ہو اور دوسری میں نہی ہو یا کسی طرح تعارض ہو۔‘‘

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام قراءتوں کے اختلاف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصداق کے اعتبار سے اختلاف کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: یہ کہ لفظ میں تبدیلی ہوجائے، لیکن معنی دونوں قراءتوں میں ایک ہی رہے جیسے الصراط ، السراط ...... عَلَيْهِمْ ، عَلَيْهُمْ ...... القدْس ، القدُس ...... يحسِب يحسَب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوم: لفظ اور معنی میں تبدیلی تو ہو جائے، لیکن دونوں کا مصداق ایک ہو یعنی دونوں ایک ہی ذات پر صادق آتے ہوں جیسے سورۃ فاتحہ میں مٰلِكِ اور مَلِكِ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہی ہیں، اس لیے کہ وہ قیامت کے دن کے مالک بھی ہیں اور اس روز کے بادشاہ بھی، کیونکہ اس دن سب مجازی سلطنتیں بھی ختم ہو جائیں گی...... بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور يُكَذِّبُوْنَ (بقرہ) اس میں دونوں قراءتوں پر فعل کی ضمیر منافقین کے لیے ہے۔ پہلی قراءت کی صورت میں معنی یہ ہوں گے ''یہ منافقین اپنے آپ کو مومن بتلانے میں جھوٹ بولتے ہیں'' جبکہ دوسری قراءت کے یہ ہوں گے کہ ''یہ منافقین نبی کریمﷺ کو جھوٹا بتاتے ہیں'' ...... كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور نُنْشِرُهَا (بقرہ) اس میں بھی دونوں قراءتوں میں مفعول کی ضمیر عظم (ہڈیوں) کے لیے ہے جو مونث لفظی ہے چنانچہ پہلی قراءت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہڈیوں کو دیکھو ہم ان کو کس طرح ایک دوسرے پر چڑھاتے ہیں حتیٰ کہ وہ سب جڑ کر ایک ہو جاتی ہیں جبکہ دوسری قراءت کا معنی یہ ہوگا کہ دیکھو ہم ان ہڈیوں میں جان ڈال کر ان کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں۔ پس قراءتوں کے ذریعے دونوں معانی ادا ہو گئے۔

سوم: لفظ و معنی دونوں میں تبدیلی آ جائے اور دونوں کا مصداق بھی جدا جدا ہو، لیکن کوئی ایسی توجیہ کرنا ممکن ہو جو دونوں کو متحد کر دے اور تضاد پیدا نہ ہونے پائے۔

❶ مثالیں: وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا اور كُذِّبُوْا میں ذال کی تخفیف والی قراءت پر ظن، وہم کے معنی میں ہے اور جمع کی تینوں ضمیریں کفار کے لیے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ کفار کو یہ وہم ہو گیا کہ رسولوں نے جو خبریں دی ہیں ان میں ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ تشدید کی صورت میں ظن یقین کے معنی میں ہے اور تینوں ضمیریں رسولوں کے لیے ہیں یعنی رسولوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب ان کی قوم نے انہیں پوری طرح جھٹلا دیا ہے۔ ضد اور مخالفت کے سبب اب ان کے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہیں رہی۔

❷ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور لَتَزُوْلُ مِنْهُ الْجِبَالُ: پہلی قراءت میں ان نافیہ ہے جو لام نفی کی تاکید کے لیے ہے جب کہ مضارع اَن مقدرہ کی بنا پر منصوب ہے اور الجبال سے مجاز کے طور پر نبی کریمﷺ کی نبوت، دین اسلام اور قرآن مجید مراد ہے یعنی کفار کی تدبیریں تو فی نفسہا بڑی بڑی اور مضبوط تھیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کی تدبیر ایسی نہ تھی جن سے پہاڑ (نبوت، قرآن، دین حق) اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دین الٰہی مٹ جاتا بلکہ ان کی مخالفت کے باوجود بھی دین حق غالب ہی رہا اور ان کی تدبیریں نیست و نابود ہو گئیں اور دوسری قراءت پر اَن مخففہ من المثقلہ ہے اور لتزول کے پہلے لام پر فتحہ ہے اور یہ لام ابتدائیہ ہے جبکہ دوسرے لام کا رفع ہے اور الجبال حقیقی معنی میں ہے پس اس سے یہی ظاہری پہاڑ مراد ہیں یعنی یہ بات یقینی ہے کہ کفار کی تدبیریں اس قدر مضبوط اور سنگین تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے مٹ جاتے، لیکن اس کے باوجود وہ دین الٰہی کو مغلوب نہ کر سکے جو دین اور نبی کریمﷺ کی صداقت پر واضح ترین دلیل ہے۔

③ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ اور عَلِمْتُ (الاسراء) تاء مفتوحہ کی صورت میں عَلِمْتَ کا فاعل اور مخاطب فرعون ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ آیات و معجزات حق تعالیٰ نے نازل کئے ہیں۔ پس علم کے باوجود تیرا انکار ضد اور عناد کی بنا پر ہے، شک و شبہ کے طور پر نہیں اور تاء مضمومہ والی قراءت میں فاعل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس میں فرعون کے قول ﴿إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِيٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾ کا جواب ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مجنون کہا تھا۔ پس قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ میں فرمایا کہ مجھے اس بات کا پورا علم ہے کہ یہ اَحکام و آیات آسمان و زمین کے رب کے نازل کئے ہوئے ہیں اور کیا مجنون عالم ہوسکتا ہے پس عالم کو مجنون کہنے والا خود مرض جنون میں گرفتار ہے۔

ان مثالوں پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ ضدیت اور منافات کسی بھی قراءت میں نہیں۔ اگر ہمیں کسی قراءت کی ضدیت کا شبہ ہو تو وہ ہماری ہی کم فہمی اور کم علمی وکم عقلی کا نتیجہ ہے جس سے کلام الٰہی بالکل بری اور پاک ہے۔ ہر قراءت میں متفقہ مراد کی توجیہ ممکن ہے۔ جو قراءت بھی نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہوجائے اس کا ماننا واجب ہے اور اس کو قبول کرنا لازم ہے اور اُمت میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ اس کو رد کرے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس امر پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہر قراءت حق تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے، کیونکہ ہر قراءت کا تعلق دوسری قراءت کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ہے۔ پس ہر آیت اور قراءت جس معنی پر مشتمل ہے اعتقاداً بھی اس کی پیروی کرنا ضروری ہے اور عملاً بھی اور یہ بھی جائز نہیں کہ دو قراءتوں میں تعارض ومخالفت کا گمان کرکے ایک پر تو عمل کرلیا جائے اور دوسری کے حکم کو نظر انداز کردینے کا طرزِ عمل اختیار کیا جائے۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا تختلفوا فی القرآن ولا تنازعوا فإنه لایختلف ولا یتساقط...... الخ

''قرآن مجید میں جھگڑا نہ کرو، کیونکہ نہ تو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے اور نہ کوئی حصہ اس کا حذف ہوسکتا ہے۔''

چنانچہ فقہاء اور قراء کے اختلاف میں نمایاں فرق یہ ہے کہ فقہاء کا اختلاف اجتہادی ہوتا ہے اور قراء کا اختلاف روایتی ہوتا ہے۔ اس لیے فقہ کی اِختلافی وجوہ میں فی الواقعہ ایک ہی صحیح، حق اور راست ہے اور ہر مذہب دوسرے کی نسبت سے درست ہے، لیکن خطا کا احتمال رکھتا ہے جبکہ قراءت متواترہ کی اختلافی وجوہ میں سے واقع میں ہر ایک صحیح حق اور منزل من اللہ ہے اور کلام الٰہی ہے۔ جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ جس صحابی یا تابعی کی طرف اس کی نسبت ہے اس نے اس کو اسی طرح پڑھا اور اپنا معمول بنا رکھا تھا اور وہ اس کے لیے اضبط واقرا تھا یعنی اس کو سب سے زیادہ محفوظ رکھتا اور نہایت عمدگی سے پڑھتا تھا اور قراءت کے اماموں اور راویوں کی طرف قراءات اور روایات کی جو نسبت ہوتی ہے اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ قاری یا راوی نے معتبر حضرات سے پڑھ کر ان وجوہ کو اختیار کرکے اپنے لیے لازم کرلیا تھا اور ہمیشہ انہیں وجوہ کو پڑھتا اور پڑھاتا تھا اور لوگوں نے اس سے اسی کو روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ قراءات کی کسی قاری یا صحابی کی طرف نسبت ترتیب، اختیار ولزوم اور ہمیشگی کی وجہ سے ہے اس لیے نہیں کہ انہوں نے ان وجوہ کو اپنے اجتہاد اور رائے سے خود بنا لیا تھا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مختلف وجوہ پڑھنے والوں میں سے ہر ایک کو أحسنت، أصبت اور ھکذا أنزلت فرما کر درست بتایا تھا۔ حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورہ نحل پڑھی برخلاف اس کے جیسا کہ میں پڑھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تجھے یہ سورت کس نے پڑھائی ہے تو کہنے لگا نبی کریم ﷺ نے...... پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی سورہ نحل پڑھی اور ہم دونوں کے خلاف تیسری طرح پڑھی میں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے میرے دل میں شک پیدا ہوگیا اور میں ان دونوں کو نبی کریمﷺ کے پاس لے گیا آپﷺ نے ایک سے سن کر فرمایا: 'أحسنت'تو نے اچھی پڑھی اور دوسرے سے سن کر فرمایا: 'أصبت'یعنی تو درستی کو پہنچا۔ پھر مجھ سے سن کر فرمایا: 'ھکذا أنزلت'یعنی یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے اور پھر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: أعیذك باللہ یا أبی من الشك ''اے اُبیؓ! میں تمہیں شک وشبہ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ

''ان میں سے جو وجہ بھی پڑھو وہ ہی درست ہے شک نہ کرو، کیونکہ ان میں شک کرنا کفر ہے۔''

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

''جو شخص ایک حرف پڑھے، وہ اس کو ترک کرکے دوسرے کی طرف نہ جائے یعنی کسی وجہ کا انکار نہ کرے۔

ھدیہ تبریک

ہم مجلّہ ماہنامہ 'رشد' کے حالیہ مدیر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کو علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی تکمیل پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین حنیف کی مزید توفیق عطاء فرمائے۔

منجانب: اساتذہ جامعہ، اراکین مجلس التحقیق الاسلامی وانتظامیہ ماہنامہ 'رشد' لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ علی خلف حسینی☆☆

مترجم: حافظ محمد صفدر☆

جمع قرآن اور مصاحفِ عثمانیہ کی رو سے ثبوتِ قراءات

[اَسبابِ جمع کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
نے عہد صدیقی میں تمام وجوہ سمیت قرآن مجید جمع کیا]

قراءات متواترہ کے انکار کے سلسلہ میں بعض معاصر 'مفکرین' سخت گمراہی کا شکار ہیں، لیکن اس حد تک وہ بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس قرآن کو جمع کیا تھا اور جس 'قراءات عامہ' پر مصحف کی کتابت کروائی تھی، اس میں مکتوب ہر شے قرآن ہی ہے اور وہی قرآن (مصحف) آج تک امت میں اتفاقی تعامل سے مقروء ہے، لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات قرآنیہ کو ختم نہیں فرمایا تھا اور جو مصاحف لکھوائے تھے، وہ موجودہ تمام قراءات کے مطابق تھے، بلکہ علمائے قرآن کے ہاں تو ثبوت قراءات کی ایک متفقہ شرط یہ ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے ہر صورت کسی نہ کسی کے متن (رسم) سے مطابقت رکھتی ہوں۔ مزید برآں سلف کے ہاں 'قراءات عامہ' سے مراد بھی روایت حفص کے بجائے 'قراءات سبعہ وعشرہ' ہیں۔ اسی طرح روایت حفص کی طرح دیگر تمام قراءات بھی امت میں پچھلی چودہ صدیوں سے اتفاقی تعامل کے ساتھ منقول چلی آرہی ہیں۔

زیر نظر مضمون میں جمہوریہ مصر کے نامور عالم قراءات شیخ القاری علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ نے جمع عثمانی کی نوعیت اور مصاحف عثمانیہ کے مختلف قراءات پر مشتمل ہونے کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کی زیر نظر تحریر ان کی کتاب الکواکب الدّریۃ سے اخذ کرکے قارئین کی نظر کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی جب وحی کا انقطاع حتمی ہوگیا تو فطرت نے جمع قرآن کا تقاضا کیا۔ اللہ نے اُمت محمدیہ کے لیے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا کرتے ہوئے خلفاء راشدین کے دل میں جمع قرآن والی بات القاء کی۔ اس (مبارک کام) کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ڈالی۔ سو جمع قرآن کا کام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔ یہ مصحف تاحیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا اور ان کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تاحین حیات رہا۔

(زید رضی اللہ عنہ کا جامع کردہ مصحف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو منتقل کردیا گیا اور انہی کے پاس رہا۔ جسے ضرورت ہوتی وہ ان سے حاصل کرکے اسے دیکھ لیتا۔

☆☆ جمہوریہ مصر کے مایہ ناز عالم قراءات اور محقق

☆ فاضل کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابن باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن جمع کرنا فرض کفایہ تھا جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے:
«لا تکتبوا عنی شیئًا غیر هذا القرآن» ''مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ مت لکھو۔''
اور اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾
''اس قرآن کا پڑھانا اور جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

سبب:

اس کے پس منظر میں مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہے۔ جب اس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے دعوتِ توحید کا پیغام بھیجا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کرڈالا اور اپنا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کی اِطلاعات اس تک پہنچاتا تھا اور وہی منقول اَخبار وغیرہ مسیلمہ اہل یمامہ کے سامنے پڑھتا تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ اسی پر نازل ہوا ہے۔ جب اس نے رحمٰن کا نام سنا تو اس نے اپنا نام بھی رحمٰن رکھ لیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مشہور ومعروف ہوا تو اب اس کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اسے اپنی طرف منسوب کرکے لوگوں کے سامنے بیان کرسکے تو اس نے قرآن میں اختلاط کرنے کی کوشش کی۔ مسیلمہ جادوگری میں معروف تھا اور بہت فریبی اور کمینی طبیعت کا مالک تھا۔ نیز قراء کا سب سے بڑا دشمن بھی تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو مسیلمہ نے اپنے اوچھے پن کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی باطل اور جھوٹی خرافات کے ذریعے بنوحنیفہ کو مرتد بناڈالا۔ جب اس بات کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں چار ہزار گھڑ سواروں پر مشتمل لشکر روانہ کیا۔ دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے شہادت حاصل کی جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی زید رضی اللہ عنہ بھی تھے اور انہی شہداء میں سے سات سو قراء بھی تھے۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ پر حملہ کرکے اس کی فوج کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا۔ اللہ کی مدد نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمن کی فوج کو شکست سے دوچار کیا اور ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ انہیں ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ مسیلمہ کے ساتھیوں نے باغ میں داخل ہوکر خود پر دروازہ بند کرلیا۔ براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال سے چھپتے ہوئے ان میں داخل ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کے لیے دروازہ کھول دیا وہ اندر داخل ہوئے، انہوں نے مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا اور اس باغ کا نام 'موت' رکھا گیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق مسیلمہ کو قتل کرنے والے وحشی رضی اللہ عنہ تھے اور وہ کہا کرتے تھے: ''میں نے ایک بہترین آدمی (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو شہید اور بدترین آدمی (مسیلمہ) کو قتل کیا۔''

امام شاطبی رحمہ اللہ اس واقعہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ اس میں ناکام ہوا۔ شدید لڑائی کے بعد وہ میدان ہی اس کی قبر ثابت ہوا اور یہ لڑائی قراء پر بھی سخت بھاری تھی۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو روئے زمین سے قراء کے اُٹھ جانے کے ساتھ قرآن کے اُٹھ جانے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا اور قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ اسی بات کو امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'المحکم' میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مختلف علاقوں میں بکثرت قراء کے شہید ہونے کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہیں قرآن ختم نہ ہوجائے، لہٰذا آپ جمع قرآن کا حکم جاری فرمائیے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کے کرنے کے بارہ میں ہمیں کہا ہے تو میں ایسا کام کیوں کروں؟ تو عمرؓ نے فرمایا: آپ یہ کام کیجئے، اللہ کی قسم اس میں خیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ دکھایا جو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور ایک روایت کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس کام کے لیے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرے سینے کو اس کام کے لیے کھول دیا۔''

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلایا ان کے پاس عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے مجھے قرآن جمع کرنے کا کہا۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم وہ کام کیسے کرسکتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ سراسر خیر ہے۔ وہ مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔ انہوں نے کہا تو عقل مند نوجوان آدمی ہے اور کاتب وحی بھی ہے، لہٰذا میں تمہیں اس کام کی زحمت دوں گا۔ آپ قرآن کو کتابی شکل میں جمع کریں۔ میں نے ان دونوں سے کہا جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ آپ کیوں کررہے ہیں؟ ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم اس میں خیر ہے۔ وہ مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دیا اور مجھے بھی وہ (خیر) نظر آنے لگی جو انہوں نے دیکھی تھی۔

سوال: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کا علم ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن ختم ہونے کا خوف کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

جواب: عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید چونکہ مختلف لوگوں کے پاس تھا، جب لوگ فوت ہوگئے تو ان کے جانے کے ساتھ وہ لکھا ہوا بھی ختم ہونے کا اِمکان تھا، کیونکہ نامعلوم متوفی نے وہ مکتوب آیات کہاں رکھی ہوں اور کیسے لکھی ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب الفاظِ قرآن کا ختم ہونا نہ تھا بلکہ کتابت قرآن کا ختم ہونا تھا۔

* یا عمر رضی اللہ عنہ نے تواتر کے ختم ہونے کا اندیشہ محسوس کیا۔
* یا یہ کہ آیات کو محفوظ کرلینا تحریف سے محفوظ کرنے کے مترادف ہے۔

سوال: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول لم يأمر يا رسول الله بكتابة القرآن کا کیا مطلب ہے اور اس پر مستزاد بخاری میں موجود روایت «لا تكتبوا عني غير القرآن شيئا ومن كتب غيره فليمحه» بھی سامنے ہو تو؟

جواب: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم ان مختلف جگہ پر لکھے جانے والے قرآن کو ایک مصحف کی شکل میں جمع کریں یا لکھیں۔

سوال: تیس سے زائد کاتبین وحی کی موجودگی کے باوجود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہی انتخاب کیوں؟ حالانکہ کاتبین وحی میں بڑے بڑے نام بھی موجود تھے، مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابان بن سعید، خالد بن ولید، ابی بن کعب، ارقم بن ابی ارقم، معاویہ بن ابی سفیان، ثابت بن قیس، حنظلہ بن ابی الربیع، ابورافع قبطی، خالد بن سعید بن عاص، زید بن ثابت، علاء بن حضرمی اور اسی طرح کتابین اَموال صدقہ میں سے زبیر بن عوام، اور جہم بن صلت، کھجوروں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز ے لکھنے کے لیے حذیفہ بن یمان، معاملات کے کاتبین مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر رضی اللہ عنہم ایسے ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر باغیوں نے حملہ کیا اور انہی میں سے ایک نے ان کے ہاتھ پر تلوار سے وار کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مفصل سورتیں تحریر کیں۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے معاویہ! دوات (کا منہ) کھلا رکھو، قلم کو ٹیڑھا قط لگاؤ (کاٹو)، باء کو سیدھا لکھو، سین کے شوشوں کو جدا جدا کر کے لکھو، میم کے منہ کو گول کرو، لفظ اللہ خوبصورت لکھو، رحمٰن پر کھڑی زبر ڈالو، اور رحیم کو نہایت خوبصورت لکھو۔ قلم اپنے بائیں کان پر رکھو یہ آپ کو زیادہ یاد کروانے والی ہے۔''

پھر ان میں سے ہجرت کے بعد زیادہ تر وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تحریر کی، فتح مکہ کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے، قریشیوں میں سے پہلے عبداللہ بن سعد بن ابی السرح (لیکن یہ مرتد ہوگئے مدینہ سے بھاگ کر مکہ آ گئے اور فتح مکہ کے وقت دوبارہ مسلمان ہوگئے تھے) اور مدینہ میں سب سے پہلے کاتب وحی ابی بن کعب تھے۔ ان سب کی موجودگی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ ہی کو کیوں منتخب کیا؟

جواب: زید رضی اللہ عنہ کو خاص کرنے کی وجہ ان کا دینی کمال، عدالت، حسن سیرت اور علم تھا۔

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید رضی اللہ عنہ علم، فقہ اور فرائض میں اُمت میں سے سب سے بہتر تھے۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید رضی اللہ عنہ نے رکاب میں پاؤں رکھا تاکہ سواری پر سوار ہوسکیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی لگام تھام لی۔ زید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی چھوڑ دیجئے اور ہمیں شرمندہ نہ کیجئے، تو فرمایا: ہم تو علماء کے ساتھ اسی (اَدب کے ساتھ) پیش آتے ہیں، زید رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے معززین اور کبار کا اسی طرح اَدب کرنے کا حکم دیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، زید رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں:

أنه من الراسخين في العلم ''وہ علم میں پختگی رکھنے والوں میں سے تھے۔''

اور انہی کی بابت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات پر مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

فمن للقوافي بعد حسان وابنه
ومن للعماني بعد زيد بن ثابت

''شعر گوئی میں حسان رضی اللہ عنہ اور اس کے بیٹے کا کوئی ہمسر نہیں اور نکتہ رسی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہیں۔''

زید رضی اللہ عنہ نہایت ذہین و فطین تھے۔ انہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس خط آتے ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ ہر ایک ان سے باخبر ہو کیا آپ سریانی زبان سیکھ سکتے ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں! چنانچہ میں نے سترہ (١٧) راتوں میں وہ زبان سیکھ لی۔

انہوں نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن جمع کیا (لکھا) اور عرضۂ اخیرہ کے مطابق دونوں مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت بھی کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام شاطبی رحمہ اللہ نے عقیلہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

نادی أبابکر الفاروق خفت علی الـ
قراء فادرك القرآن مستطرا
فاجمعوا جمعه فی الصحف واعتمدوا
زید بن ثابت العدل الرضا نظراً

''عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قراء کے شہید ہونے کی وجہ سے مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے لہٰذا قرآن مجید کتابی شکل میں جمع کروایئے۔

انہوں نے قرآن مجید کو مصاحف میں جمع کروانے پر اتفاق کیا اور اس معاملہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو عادل و پسندیدہ ہیں، پر جانچ کر اعتماد کیا۔

زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام (جمع قرآن) سے زیادہ مشکل نہ تھا اور دوسری روایت کے مطابق اگر مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ میرے لیے اس (جمع قرآن) سے زیادہ آسان تھا۔ فرماتے ہیں میں نے قرآن میں اوراق عسب (کھجور کے پتوں) لنحاف (سفید باریک چوڑا پتھر) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے قرآن مجید لوگوں کے سینوں (حفظ) رقاع (کپڑوں سے) اضلاع (پسلی کی ہڈیوں سے) اور عسب (پتھر کے ٹکڑوں) سے جمع کیا۔ یعنی عہد نبوی میں قرآن مجید مذکورہ متفرق چیزوں پر بلا ترتیب سورہ لکھا جا چکا تھا اگرچہ ایک جگہ پر جمع نہ تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آیت جو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا مجھے صرف ایک انصاری صحابی کے پاس (لکھی) ہوئی ملی۔ وہ آیت مندرجہ ذیل ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْ اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ... الاية﴾ سو میں نے اسے اس کے مقام پر لکھ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مجھے ایک اور آیت نہ ملی میں اس کی تلاش میں نکلا اور مہاجرین و انصار سے اس کی بابت پوچھتا رہا یہاں تک کہ مجھے وہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی، وہ آیت یہ ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ... الاية﴾ سو میں نے یہ آیت سورہ توبہ کے آخر میں لکھ دی۔ پھر میں نے پورا قرآن خود پڑھا تو اس میں کوئی بھی کمی نہ تھی۔

سوال: حضرت زید رضی اللہ عنہ حافظ قرآن اور کاتب وحی ہونے کے باوجود مذکورہ آیات کی تلاش و تتبع میں کیوں نکلے نیز کیا ایک آدمی سے آیت ملنے پر تواتر ثابت ہو جاتا ہے۔

جواب: حضرت زید رضی اللہ عنہ دوسروں سے سوال اس وجہ سے کرتے تھے تاکہ منزل حروف سبعہ کا احاطہ کر سکیں اور اگر کوئی وجہ رہ گئی ہو تو اسے دوسرے سے پوچھ کر مکمل کر سکیں چونکہ مکتوبات قرآنیہ متفرق تھے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے جانے والے مکتوبات سے زائد تھے۔ لہٰذا یقین کامل اور انداز تحریر کے جانچنے کے لیے ضروری تھا کہ زید رضی اللہ عنہ لکھا ہوا دیکھتے اور اگر مسئول حافظ بھی ہوتا تو اپنے حافظے سے اس کی تصدیق و تائید کرتا تاکہ انہیں (زید رضی اللہ عنہ

رُشد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو) معلوم ہو سکے کہ آیا اس میں کوئی اور قراءت ہے یا نہیں اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جب لکھتے وقت حافظ بھی اصل پر اعتماد کرے تو یہ زیادہ موزوں اور قابل اعتماد ہوتا ہے، کیونکہ مکتوب رسم الخط کے موافق لکھنا زیادہ بلیغ اور ممکن الحصول ہے اور اس لیے بھی کہ خبر واحد کی بجائے قطعی طریقے سے حاصل ہونے والا علم زیادہ قوی اور پختہ ہوتا ہے۔

سوال کے دوسرے حصے کا جواب کہ زید رضی اللہ عنہ کے قول:

" فقدت اية لم أرها مكتبوة اورلم أجدها إلا عند رجل کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ آیت مجھے لکھی ہوئی صرف ایک آدمی کے پاس سے ملی۔ مزید اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول پر غور کیا جائے تو اس میں عند رجل (ایک آدمی کے پاس تھی) ہے نہ کہ فی حفظ رجل (صرف ایک حافظ کے علم میں تھی) اور یہ بھی یاد رہے کہ تواتر کتابت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ قراء کی تعداد تو عدد تواتر سے کہیں زیادہ تھی۔''

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زید نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق منزل اَحرف سبعہ کی تمام معتبر وجوہ قراءات (برابر ہے کہ وہ متفقہ تھیں یا مختلفہ) کو مصحف میں جمع کیا، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سارا قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور حروفِ سبعہ کا ہر ہر حرف قرآن مجید ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جاتا تو مکمل نہ ہوتا۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اسی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فقام فيه بعون الله يجمعه
ياالقصح والجدوا لعزم الذى بهرا
من كل أوجه حتى استتم له
بالسبعة الأحرف العليا كما اشتهرا

''حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اللہ کی مدد، جہد مسلسل اور عزم مصمم کے ساتھ امت کی خیر خواہی کو سامنے رکھتے ہوئے جمع قرآن کے کام کا بیڑا اٹھایا حتیٰ کہ انہوں نے احرف سبعہ کی تمام وجوہ معروفہ ومشہورہ کو مصاحف میں جمع کر دیا۔''

عہد عثمانی میں زید کا جمع کردہ مصحف کس کے پاس رکھا گیا؟ نیز عہد عثمانی میں اسی مصحف سے مزید مصاحف کس نے اور کیوں جمع کئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید مکمل لکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ یہ قرآن انہی کے پاس تاوفات رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہی نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو یہی مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو عمر رضی اللہ عنہ کو نص کی وجہ سے منتقل کیا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ مصحف منتقل اس لیے نہیں کیا تھا، کیونکہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

نوٹ: اس سے مصحف کے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہونے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مصحف کا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہونا نقل کیا ہے۔

عہد عثمانی میں حذیفہ رضی اللہ عنہ، آرمینیہ اور آذربائیجان کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ اتفاقاً یہ دونوں لڑائیاں ایک ہی سال میں ہوئی تھیں اور ان میں سے ہر دو میں شام اور عراق سے لشکر شامل ہوئے۔ آرمینیہ کئی شہروں پر مشتمل ایک بہت بڑا شہر ہے۔ یہ شمال کی طرف واقع ہے۔ یہ شہر اپنی خوبصورتی، معتدل آب و ہوا، کثیر پانی اور درختوں کی وجہ سے اپنی مثال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ ہے۔ آذر بائیجان یہ عراق کے مغربی پہاڑی سلسلہ کے مضافات میں آرمینیہ سے ملا ہوا ایک بہت بڑا شہر ہے۔
سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل حمص جنہوں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ ان کی قراءت دوسروں سے بہتر ہے۔ اہل دمشق کی بھی یہی رائے تھی اور اہل کوفہ جنہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی کا بھی یہی حال تھا اور اہل بصرہ جنہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی ان کی بھی یہی حالت تھی اور مزید یہ کہ انہوں نے اپنے مصحف کا نام 'الباب القلوب' رکھا ہوا تھا۔
حذیفہ رضی اللہ عنہ اس صورت حال سے گھبرا گئے۔ سیدھے مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! میں نے لوگوں کو قرآن میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں کی قراءت ہے اور 'الوسیلة' میں ہے لوگوں نے تو قرآن میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کہیں انہیں بھی وہ چیز نہ آن لے جو اختلاف کی وجہ سے یہود و نصاریٰ کو آ پہنچی تھی جب اہل کتاب کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی قراءۃ ہے اور یہ فلاں کی۔ آپ اس وقت کیا کریں گے لہٰذا اس سے پہلے کچھ کیجئے۔
چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے اور ایک روایت میں ہے مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی قراءت کو ترجیح دے رہے ہیں، قریب ہے کہ یہ معاملہ کفر تک جا پہنچے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے لوگوں نے کہا جو آپ چاہیں (ویسا کریں) اور دوسری روایت میں ہے جیسا کہ 'درہ' میں بھی ہے لوگوں نے جواب دیا جو آپ کی رائے وہی ہماری رائے ہے۔ آپ نے فرمایا میری رائے میں تو تمام لوگوں کو ایک مصحف پر اکٹھا کر دینا چاہیے تا کہ اختلاف ختم ہو جائے تو لوگوں نے اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا تا کہ اس سے مزید نقول تیار کی جا سکیں اور فرمایا یہ مصحف بعد میں واپس بھجوا دیں گے سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصحف عثمان بھجوا دیا۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال ۲۵ ہجری میں پیش آیا۔
امام جزری رحمہ اللہ کے بقول یہ واقعہ ۳۰ ہجری کے لگ بھگ کا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصار میں سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریش کی ایک جماعت جن میں عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص، ابان بن سعید، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم شامل تھے کو جمع کیا اور کہا سب سے اچھا کون لکھتا ہے؟ جواب ملا کاتب رسول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، پھر فرمایا سب سے زیادہ اعراب کون جانتا ہے اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ فصیح لہجہ کس کا ہے؟ انہوں نے کہا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا۔ سو آپ نے فرمایا سعید لکھوائے اور زید لکھے اور ان سے کہا اس مصحف سے مزید مصاحف تیار کرو۔ اس کمیٹی کا سربراہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ سو صحابہ کرام نے بالاتفاق بغیر تقدیم و تاخیر اور نقص و زیادتی کے منزل قرآن مجید کو جبرئیل کی بتلائی ہوئی لوح محفوظ والی ترتیب کے مطابق دو گتوں کے درمیان کتابی شکل میں محفوظ کر دیا۔
امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
صحابہ نے قرآن مجید بالکل اسی طرح تالیف کیا جس طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ عرضہ اخیرہ میں آپ کے ساتھ موجود تھے اور اسی ترتیب کے ساتھ اپنی وفات تک لوگوں کو پڑھاتے رہے۔ اسی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جمع قرآن کے معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتماد کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مصاحف کی کتابت انہی کے سپرد کی۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو حافظ ہونے کے باوجود مصحف صدیقی سے نقول تیار کرنے کا حکم دیا کیونکہ مصحف صدیقی کا اعتماد ان مکتوبات متفرقہ پر تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف صدیقی کو اصل بنا کر قرآن میں قیل وقال کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے مصاحف میں کچھ زائد لکھا گیا ہو یا قرآن کا کچھ حصہ لکھنے سے رہ گیا ہو؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ خیال باطل ہے، کیونکہ صحابہ نے جو کچھ لکھا اس کی صحت پر مصاحف دلالت کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور ان کی سپردگی میں مصاحف کی کتابت کروائی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شیخین نے بھی کتابت مصاحف میں انہی (زید رضی اللہ عنہ) پر اعتماد کرتے ہوئے انہی کا انتخاب فرمایا تھا اور انہوں نے زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مدد اور حصول عدالت کے لیے ایک جماعت مقرر کردی اور یہ جماعت قریشیوں پر مشتمل تھی کیونکہ قرآن اولاً ان کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا اور وہ اپنے ضبط کی خاص شہرت کی وجہ سے متعین کیے گئے۔

چنانچہ انہوں نے احرف سبعہ پر مشتمل پورا قرآن جو ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل تھا اور جس کی ابتداء الحمد سے اور انتہا الناس پر ہوتی ہے، کو جمع کیا۔ انہوں نے ہر ہر سورہ کے شروع میں ماسوائے سورہ توبہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی۔

سورہ التوبۃ کی بسم اللہ والی جگہ کو مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ جس کا اعتماد عہد نبوی کے مکتوبات متفرقہ پر تھا، کی اقتداء کرتے ہوئے خالی چھوڑا گیا اور اسی طرح انہوں نے سورتوں کے نام، نستعین، تعداد، اجزاء واحزاب اور آیات کے نشانات سے بھی ان مصاحف کو مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں خالی رکھا اور اسی طرح انہوں نے ہر اس چیز کو جو قرآن نہ تھی، سے ان کو خالی رکھا۔ حالانکہ صحابہ میں سے بعض اپنے مصاحف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموعہ تفسیری کلمات بھی لکھ لیا کرتے تھے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات صحابہ کرام اپنے مصاحف میں تبیین وضاحت کی خاطر تفسیری کلمات بھی لکھ لیا کرتے تھے کیونکہ وہ باخبر تھے اور قرآن وغیر قرآن کے التباس کا انہیں اندیشہ نہ تھا اور بعض لوگ تو قرآنی کلمات کے ساتھ ان تفسیری کلمات کو ملا کر لکھ لیا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس عمل کو ناپسند کرتے اور لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے چنانچہ مسروق سے مروی ہے کہ وہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قراءۃ میں تفسیر کو ناپسند کرتے تھے اور مسروق کے علاوہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ: قرآن مجید کو تفسیری کلمات وغیرہ سے خالی رکھو اور غیر قرآن کو قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔''

مصاحف عثمانیہ کی بابت

قرآن مجید کن قراءتوں پر مشتمل ہے۔
اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن مجید کا بعض حصہ عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہوا۔ اس بارے میں کئی ایک صحابہ کے اقوال وآثار موجود ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زر بن حبیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کون سی دو قراءتیں پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا عرضہ اخیرہ کے مطابق پڑھتا ہوں۔ پھر کہا کہ نبی جبریل علیہ السلام سے ہر سال دور کیا کرتے تھے، لیکن آپ نے زندگی کے آخری سال دو مرتبہ دور کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی تائید کی اور ان کی قراءت اس کے مطابق تھی جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رکھا گیا''۔ [النشر فی القراء ات العشر]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کامل تسلی ہوگئی کہ یہ قرآن ہے، آپ سے منقول ہے اور عرضہ اخیرہ میں اسے منسوخ نہیں کیا گیا تب انہوں نے اسے مصاحف میں لکھا اور جو اس کے علاوہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ مثلاً فامضوا وکان یأخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا۔ وأما الغلام فکان کافراً وغیرہ وغیرہ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے متعدد مصاحف تیار کئے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان مصاحف کو حکومتی سطح پر بڑے بڑے شہروں میں نافذ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء کی طرف مصاحف بھجوائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اثبات و حذف والے کلمات کو مصاحف میں متفرق طور پر لکھ دیا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرف سبعہ پر مشتمل مصاحف کا ارادہ رکھتے تھے لہٰذا کاتبین نے کلمات میں وہ رسم الخط اختیار کیا جس سے متعدد قراء ات سمجھی جاتی تھیں۔ مثلاً فتبینوا۔ ننشرھا۔ اف۔ ھیت۔ أخویکم۔ کو مصاحف میں اسی طرح لکھ دیا۔

اور کچھ کلمات ایسے تھے جو مختلف قراء ات میں مختلف تھے اور ان کو جمع کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا صحابہ نے ان کلمات میں سے بعض کو بعض مصاحف میں اور بعض کو بعض مصاحف میں لکھ دیا۔ مثلاً وأوصیٰ، ووصیٰ۔ سارعو، وسارعو۔ وبالزبر وبالکتاب، والزبر والکتاب۔ خیراً منھا، خیراً منھما۔ فتوکل، وتوکل۔ شرکائیھم، شرکائھم۔ تجری تحتھا، تجری من تحتھا۔ اشد منکم۔ اشد منھم۔ بما کسبت، فبما کسبت۔ فان اللہ ھو الغنی، فإن اللہ الغنی۔ وغیرہ۔

مذکورہ طرز کے کلمات کو متفرق طور پر مصاحف میں لکھ دیا گیا۔ اگر ان کلمات کی ایک صورت اصل اوراق پر اور ایک حاشیہ میں لکھ دی جاتی تو شاید سمجھا جاتا کہ حاشیہ میں غلط کی تصحیح کی گئی ہے۔ اگر یکے بعد دیگرے ان کلمات کو اصل میں لکھا جاتا تو ان کلمات کے اسی طرح نازل ہونے کا شبہ ہوسکتا تھا۔ (لہٰذا اس طرح کے کلمات کو متفرق طور پر لکھ دیا گیا تا کہ اختلاف کا ہر ذریعہ مسدود کیا جائے)

صحابہ نے مصاحف کو نقاط واعراب سے بھی خالی رکھا تا کہ ایک کلمہ سے مختلف قراء ات سمجھی جاسکیں۔

دانی رحمہ اللہ نے 'المقنع' میں نقل کیا ہے کہ اسی وجہ سے ابن مسعود وغیرہ مصاحف میں نقاط واعراب کو ناپسند سمجھتے تھے کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ اپنے مصاحف کو (اعراب ونقاط وغیرہ) سے خالی رکھو۔ صحابہ نے مصاحف کو نقاط واعراب سے خالی رکھا تا کہ آپ سے منقول مختلف وجوہ قراء ات ان کلمات سے اَخذ کی جاسکیں (اس کی وجہ یہ تھی قراءت کا مدار اصل میں تو حفظ پر تھا نہ کہ صرف کتابت پر)

لہٰذا	یعلمون	کو	تعلمون
	فتبینوا	کو	فتثبتوا
	یقبل	کو	تقبل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ننشز	کو	ننشر
ولايسئل	کو	ولايسئل
أخويكم	کو	اخوتكم

اس طرح قرآن ایک ہی خط سے دونوں منقول عن الرسول قراءات کے مطابق پڑھا جاسکتا ہے۔

صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے قراءات حاصل کیں۔ آپ کو قرآن مجید معانی اور الفاظ پہنچانے کا حکم اللہ نے دیا تھا۔ صحابہ کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے منقول اور ثابت شدہ قرآن مجید کے کسی حصہ کو کم کرتے۔

مصاحف عثمانیہ پر صحابہ کا اجماع تھا حتیٰ کہ کوئی دو آدمی بھی ایسے نہیں ملتے جنہوں نے ان سے اختلاف کیا ہو۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مصاحف کا کام میرے سپرد کیا جاتا تو میں بھی وہی کرتا جو عثمان نے کیا اور جب انہیں خلافت ملی تو حدیث: «أن النبی یأمرکم ان تقرؤ القرآن کما علمتم» ''آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں جیسے قرآن پڑھایا گیا ہے ویسے ہی پڑھو۔'' کے راوی ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان مصاحف میں کچھ بھی تغیر نہ کیا۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور فاروقی رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو حضرت عثمان نے کیا کیا؟

جب نقل قرآن کے اتفاقی یا اختلافی حروف کا اعتماد حفاظ پر تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر حفاظ کو بلادِ اسلامیہ میں تعلیم قرآن کے لیے مبعوث فرمایا اور مصاحف کو (اِضافی طور پر) اُصول مقرر کردیا تاکہ ان کے نافذ کرنے سے لوگوں کا شوق بڑھے۔ لہٰذا آپ نے ہر صوبہ کی طرف ان کی اکثریتی قراءت کے موافق مصحف روانہ کردیا (اور یہ کوئی ضروری نہ تھا)۔

مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اہل مدینہ کو پڑھائیں اور اس طرح عبداللہ بن سائب مکی رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو شامی مصحف کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ کو کوفہ اور عامر بن عبدقیس رضی اللہ عنہ کو بصری مصحف کے ساتھ روانہ کیا۔ یاد رہے مذکورہ شہروں میں اس وقت حفاظ تابعین کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ مدینہ میں ابن مسیّب، عروہ، سالم، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان، عطاء بن یسار، معاذ بن حارث المعروف قاری، عبدالرحمٰن بن ھرمز، ابن شہاب زہری، مسلم بن جندب اور زید بن اسلم رحمہم اللہ (جیسے کبار تابعین موجود تھے)

مکہ میں، عبیداللہ بن عمر، عطاء، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ۔

کوفہ میں۔ علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، عمرو بن شرجیل، حارث بن قیس، ربیع بن خثیم، عمرو بن میمون، ابوعبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، عبید بن فضیلہ، ابوزرعہ بن عمرو، سعید بن جبیر، نخعی اور شعبی رحمہم اللہ

بصرہ میں عامر بن قنبل، ابوالعالیہ، ابورجاء، نصر بن عاصم، یحییٰ بن نصیر، جابر بن زید، حسن، ابن سیرین اور قتادہ رحمہم اللہ۔

شام میں مغیرہ بن ابی شہاب مخزومی (عثمان کے شاگرد قراءت) خلید بن سعد رحمہ اللہ (ابودرداء کے شاگرد) اور ان کے علاوہ دیگر حضرات موجود تھے۔

چنانچہ ہر شہر والے نے اپنے مصحف سے ان صحابہ کی نگرانی میں جنہوں نے قرآن نبیؐ سے حاصل کیا تھا، قراءت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی، پھر صحابہ کے شاگرد ان کے قائم مقام ہوگئے پھر ایک قوم نے اپنے آپ کو قراءۃ کے اَخذ وضبط کے لیے خاص کیا انہوں نے قراءات کا علم خوب اہتمام سے حاصل کیا حتیٰ کہ وہ اس فن میں مقتداء اور راہنما بن گئے۔لوگ ان سے قراءات اخذ کرنے کے لیے آتے۔ان کے شہریوں نے بھی ان کی قراءات پر اجماع کرلیا حتیٰ کہ کوئی دو آدمی بھی ایسے نہیں ملتے جنھوں نے ان کی قراءات کی صحت کے متعلق اختلاف کیا ہو۔قراءت کے ساتھ خاص تعلق کی وجہ سے قراءات انہی کی طرف منسوب کی جانے لگیں اور آج تک اسی نسبت کے ساتھ رائج ہیں۔

اب اُمت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ان ائمہ نے جو کچھ بھی مصاحف کے مطابق کمی وزیادتی کا اختلاف نقل کیا ہے وہ قرآن ہے (اور جو ترک کیا ہے وہ غیر قرآن ہے)

مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ

رہی بات مصحف صدیقی کی تو جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتابت مصاحف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے (وعدہ کے مطابق) مصحف صدیقی حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کردیا۔جب مروان (بن عبدالحکم) کا دور آیا تو اس نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ قرآن جلانے کے لیے منگوایا مگر آپ نے انکار کردیا۔جب حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو مروان ان کے جنازہ میں شریک ہوا اور ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قرآن طلب کیا۔جنازے سے واپسی کے بعد وہ قرآن مروان کے پاس لے گئے۔مروان نے اس قرآن کو جلا دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر پھر اختلافات کا شکار نہ ہو جائیں۔

سوال: اختلاف تو آج بھی موجود ہے پھر دعویٰ اتفاق کے کیا معنی؟

جواب: مروّجہ قراءات میں اختلاف نقص وزیادتی کا ہو یا نقاط واعراب کا وہ رسم مصاحف سے خارج نہیں، کیونکہ مصاحف نقاط و اِعراب سے اسی غرض سے خالی رکھے گئے تھے۔(تاکہ تمام قراءات صحیحہ کو منطبق کیا جا سکے)

مثلاً

فَصُرْهُنَّ	کو	فَصِرْهن
إِنَّ الامر كلّه لله	کو	ان الأمر كُلُّهُ لله
يَضُرُّكُم	کو	يَضِرْكُمْ
يَقُصُّ	کو	يَقْضِ پڑھنا

ان تمام قراءات کا رسم عثمانی میں احتمال موجود ہے۔

مصاحف جلانے کا حکم

امام دانی رحمہ اللہ، ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا مصحف واپس کرنے کے بعد باقی تمام مصاحف کو جلا دیا۔[المقنع]

اور 'اللبیب' نامی کتاب میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو مصحف لوٹانے کے بعد باقی جلانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے انہوں نے خود جلائے۔

شرح 'جعبری' میں ہے کہ پھر آپ نے مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر صحابہ کے مصاحف کی طرف توجہ کی جو آنحضرت سے تفسیری کلمات سن کر لکھ لیتے تھے تاکہ انہیں جلا کر ختم کردیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد اضافی مکتوبات متفرقہ بلا ترتیب کو جلانا ہو، تا کہ ان کی موجودگی میں پھر اختلاف نہ ہو جائے)۔

لبیب رحمہ اللہ کے قول 'أمر ھا' (انہوں نے حکم دیا) پر غور کیجئے اور قاضی رحمہ اللہ نے بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ صحابہ نے ان اوراق (زائدہ) کو پہلے پانی سے دھویا تا کہ ان کے نشانات اچھی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے بعد انہیں جلایا۔ قصہ مختصر یہ کہ تیار کردہ مصاحف کے علاوہ کو جلانے پر کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔

سرید بن علقمہ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں خلیفہ بنتا تو میں بھی وہی کام کرتا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اوراق کو جلایا تو میں نے بہت سے لوگوں کو متعجب ہوتے دیکھا، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی عثمان پر عیب نہیں لگایا۔ اس میں احراق کتب مقدسہ کی دلیل ہے اور ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ایسی کتابوں کے جلانے کی دلیل ہے جن میں ''اللہ'' لکھا ہو، کیونکہ یہ نوری (حروف) کے اکرام کی خاطر ہے تا کہ وہ پاؤں میں نہ روندے جائیں۔

اور 'الاتقان' میں ہے جب قرآن کے بوسیدہ حروف کو تلف کرنے کی ضرورت ہو تو انہیں گڑھے میں دفن کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ پاؤں تلے روندے جائیں گے انہیں پھاڑنا بھی درست نہیں، کیونکہ اس سے حروف اور کلمات متفرق ہو جائیں گے جس سے مکتوب مصاحف معیوب ہوں گے۔ حلیمی نے اسی طرح کہا ہے اور مزید کہا ہے کہ اگر انہوں نے جلایا تھا تو پہلے اس کو پانی سے دھو لیا تھا لہٰذا عثمان کے مصاحف جلانے میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ انہوں نے وہ اوراق جلائے تھے جن میں منسوخ قراءات تھیں اور ان کے علاوہ بعض دیگر لوگوں کا مؤقف ہے کہ دھونے سے جلانا بہتر ہے، کیونکہ دھونے کے بعد تو پانی زمین پر گرا دیا جائے گا اور قاضی حسین رحمہ اللہ نے بالجزم مذکورہ بات پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے مصاحف کے جلانے کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ خلاف احترام ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اہل علم میں مختلف فیہ ہے۔ واللہ اعلم

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارہ میں

مصاحف عثمانیہ کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مندرجہ ذیل چھ ہیں۔ ابن عامر رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

① مکی ② شامی ③ بصری ④ کوفی

⑤ مدنی عام، (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک جگہ پر عام لوگوں کے لیے رکھوایا تھا)

⑥ مدنی خاص (جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے رکھا تھا۔ اسے مصحف امام بھی کہا جاتا ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بقول پانچ تھے اور صاحب 'زاد القراء' نے لکھا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک نقل تیار کروا لی جس کا نام 'امام' رکھا تو پھر اس سے مزید نقول تیار کروا کر ایک ایک مکہ، کوفہ، بصرہ، شام کی طرف روانہ کیا اور ایک نسخہ مدینہ میں رکھا۔ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مدینہ میں ایک نسخہ عام لوگوں کے لیے تھا اور ایک آپ نے اپنے لیے رکھا تھا اور باقی اپنے گورنروں کی طرف بھیج دیئے۔ پھر فرماتے ہیں مصاحف کی تعداد آٹھ ہے۔ پانچ اتفاقی اور تین اختلافی ہیں یعنی متفق علیہ تو کوفی، بصری، شامی، مدنی عام اور مدنی خاص ہیں جبکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکی، بحرینی اوریمنی کے بارہ میں اختلاف ہے ان کی دلیل علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

وسار في نسخ منها مع المدني
كوف شام ولبصر ثملا البصرا
وقيل مكه والبحرين مع يمن
ضاعت بها نسخ في نشرها قطرا

''ان نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ مدینہ، کوفہ، شام اور بصریٰ کی طرف بھی روانہ کیا جس نے آنکھوں کو (خیر و برکت) سے بھر دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ، بحرین اور یمن کی طرف بھی ایک ایک نسخہ بھیجا۔ یہ نسخے خوشبو کی طرح چارسو پھیل گئے۔''

اگر آپ یہ کہیں کہ شاطبی رحمہ اللہ کے مذکورہ اشعار میں تو سات کا تذکرہ ہے نہ کہ آٹھ کا؟ تو ہم کہیں گے کہ مدنی سے مراد مدنی عام وخاص دونوں ہیں اس کی دلیل شاطبی کا یہ قول ہے۔

سورہ بقرہ میں:

وأوصىٰ الإمام مع الشامي والمدني

''(ووصیٰ کو) شامی، امام (مدنی خاص) اور مدنی (عام) میں وأوصیٰ (لکھا گیا ہے)

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن ایک مصحف میں جمع کرلیا تو اس کا نام مصحف امام رکھا اور پھر اس سے مزید نقول تیار کروا کر مصحف امام کو اپنے لیے خاص کرلیا اور مصحف مدنی (عام) کو (افادہ عام کے لئے) اس کے مقام پر رکھ دیا اور باقی مصاحف اپنے امراء کی طرف روانہ کردیئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مصحف مصر کی طرف روانہ کیا۔

مصاحف وصحف اور جمع صدیقی وعثمانی کا فرق

مُصاحف اور صحف کا فرق:

صحیفوں سے مراد وہ اوراق ہیں جنہیں عہد صدیقی میں جمع کیا گیا تھا۔ یہ متفرق سورتیں تھیں اگرچہ آیات کے اعتبار سے مرتب تھیں، لیکن موجود ترتیب سور کے مطابق نہ تھیں جب انہی سورتوں کو موجودہ ترتیب کے مطابق مرتب شکل میں لکھ دیا تو یہی مصحف بن گیا۔

جمع صدیقی وعثمانی کا فرق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو قرآن مجید ختم ہوجانے کے اندیشے کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی آیات کو سورکی ترتیب کے مطابق جمع کردیا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اختلاف قراءت رونما ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی لغات کی وسعت کی بنا پر قرآن اپنی لغات کے مطابق پڑھنا شروع کردیا اور معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ لوگ ایک دوسرے کی لغت کو غلط کہنے پر اتر آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملے سے گھبرائے، لہٰذا انہوں نے ان متفرق صحائف کو ایک مصحف میں جمع کردیا۔ سو صحائف میں آیت کی اور مصاحف میں سور و آیات کی ترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق تھی۔

امام دانی رحمہ اللہ عدد قرآن کی بحث میں فرماتے ہیں: صحابہ نے آیات کے سرے (اختتام) اور ان کی ترتیب نیز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کی ترتیب بھی آپ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ جیسا کہ امام ترمذی، نسائی، ابوداؤد رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب آپ ﷺ پر آیات نازل ہوتیں تو آپ ﷺ فرماتے فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو۔

اسی کی طرف امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:

فامسك الصحف الصديق ثم إلي الفاروق اسلمها لما قضى العمر
وعند حفصة كانت بعد فاختلف القراء فاعتزلوا فى احرف زمراً
وكان فى بعض مغزاهم مشاهدهم حذيفه فرأى فى خلفهم عبرا
فجاء عثمان مذعوراً فقال له أخاف أن يخلطوا فادرك الشير
فاستحضر الصحف الالى التى جمعت وخص زيدا ومن قريشه لفرا
فجردو كما يهوى كتابته ما فيه شكل ولا نقط فيتجرا

''(جمع شدہ) صحیفے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھے جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کیا تو وہ صحیفے ان کے سپرد کردیئے۔ وہ صحیفے عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے اور انہی کے پاس رہے یہاں تک کہ قراء کا اختلاف گروہوں کی شکل میں رونما ہوا۔ اس اختلاف کو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض مہمات میں دیکھا تو اس کے انجام و نتائج کو بھانپ گئے۔ سو وہ اس خوف کی کیفیت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس سے پہلے کہ اختلاف بڑھے لوگوں کی راہنمائی کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے سے جمع شدہ صحیفے منگوائے اور زید رضی اللہ عنہ (کی نگرانی میں) قریش کی ایک جماعت کو (اس کام کے لیے) خاص کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر منزل متفرق حروفِ سبعہ کو لغت قریش کے مطابق لکھا۔ ہاں انہوں نے مصاحف کو نقاط اور اعراب سے خالی رکھا (تاکہ دوسری قراءات بھی اس پر منطبق ہوسکیں) اس بات پر مصاحف کی کتابت بھی دلالت کرتی ہے۔''

ضروری اِعلان

ملکی حالات سے آگاہی رکھنے والا ہر شخص واقف ہے کہ مہنگائی کے طوفان سے ہر طبقہ اور ادارہ متاثر ہے۔ اسی مہنگائی اور طباعت کے بڑھتے ہوئے خرچ کی وجہ سے ادارہ 'رُشد' کو علم قراءات نمبر (حصہ اوّل) میں تقریباً سوا لاکھ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ ادارے کے مالی حالات اجازت نہیں دیتے کہ فی شمارہ اتنی خطیر رقم اپنی طرف سے ادا کرے، چنانچہ انتظامیہ رُشد کو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑ رہا ہے کہ

(۱) حالیہ اور آئندہ شمارہ یعنی حصہ دوم وسوم کی قیمت مبلغ -/300 روپے فی شمارہ ہوگی۔

(۲) اس سلسلے میں عام قاری اور طلباء کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔

(۳) ماہنامہ رُشد کے مستقل خریدار مبلغ -/200 روپے بھیج کر شمارہ حاصل کرسکیں گے۔ (ادارہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری نجم الصّبیح تھانوی ☆

متنوع قراءات کا ثبوت مصاحفِ عثمانیہ کی روشنی میں

انکارِ قراءات کے علمبرداروں کی عام ذہنیت کے مطابق قرآن کریم کی صرف وہی قراءات منزل من اللہ ہے، جو کہ مصاحف میں ثبت ہے۔ مستشرقین کے غلط نظریات کے پیش نظر عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومتی سطح پر متفق علیہ مصحف لکھوا کر موجودہ قراءات قرآنیہ کو تلف کر دیا تھا۔ زیر نظر تحریر میں فاضل مضمون نگار نے قراءات عشرہ کو مصاحف عثمانیہ میں موجود اختلاف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اہل فن اس بات پر متفق ہیں کہ قراءات قرآنیہ کے ہر اختلاف کو مصاحف عثمانی کے متون میں ملحوظ رکھ لیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ مضمون محترم مولف کی کتاب ''تاریخ تجوید وقراءات'' سے ماخوذ ہے، جسے قراءات اکیڈمی، لاہور نے شائع کیا ہے اور اس مضمون کو ہم مولف و ناشر کی اجازت کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ [ادارہ]

1. جمہور علماء و ائمہ متقدمین و متاخرین کہتے ہیں کہ عثمانی مصاحف میں وہ سات حروف ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عرضۂ اَخیرہ میں موجود تھے جس میں آپ ہر سال حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حرف بھی ترک نہیں ہوا، پس ان کے یہاں عثمانی مصاحف سات حروف میں سے صرف انہی وجوہ پر مشتمل ہیں جن کی رسم کی گنجائش ہے اور جو عرضۂ اَخیرہ کے موافق ہیں۔ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی حق ہے جیسا کہ صحیح اَحادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

2. اسی طرح علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنے معروف قصیدہ عقيلة أتراب القصائد المعروف قصیدة رائیة میں فرماتے ہیں:

مِن كلّ أوجهه حتّى استتمّ له
بالأحرف السّبعة العليا كما اشتهَرا

یعنی ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا یہ جمع کرنا قرآن کی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ تھا، حتیٰ کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف اَدائی طریقوں کے ساتھ (یعنی سبعہ احرف) تکمیل پذیر ہوا۔ چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

3. علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول البرهان في علوم القرآن میں نقل کرتے ہیں:
''والسابع اختاره القاضي أبوبكر، وقال: الصّحيح إن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله! وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصّحابة في المصحف''

☆ صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءات، مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[البرهان في علوم القرآن:۲۲۳/۱]

''ساتواں قول قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں مصاحف میں باقی رکھا ہے۔''

4. علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کی بڑے سخت الفاظ میں تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چھ حروف کے ختم کرنے کا قول بالکل غلط ہے اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کرنا بھی چاہتے تو نہ کر سکتے، کیونکہ عالم اسلام کا چپہ چپہ ان حروف سبعہ کے حافظوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

وأما قول من قال: 'أبطل الأحرف الستة' فقد كذب من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك أو أراده لخرج عن الإسلام ولما مطل ساعة بل الأحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة في القراء ات المشهورة المأثورة[الفصل في الملل والأهواء والنحل:۷۷/۲،۷۸]

''یہ قول کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو منسوخ کر دیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہو جاتے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں کے ساتوں حروف ہمارے پاس بعینہٖ موجود، مشہور اور قراءتوں میں محفوظ ہیں۔''

5. مشہور شارح مؤطا علامہ ابوالولید باجی مالکی رحمہ اللہ [م ۴۹۴ھ] 'سبعہ احرف' کی تشریح سات وجوہ قراءات سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإن قيل: هل تقولون أن جميع هذه السبعة الأحرف ثابتة في المصحف فإن القراء ة بجميعها جائزة، قيل لهم: كذلك نقول، والدليل على صحة ذلك قوله عز وجل: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾، ولا يصح انفصال الذّكر المنزل من قراء ته فيمكن حفظه دونها ومما يدل علىٰ صحة ما ذهبنا إليه أن ظاهر قول النبي ﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيرا على من أراد قراء ته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسّر عليه وبما هو أخف على طبعه وأقرب إلى لغته لما يلحق من المشقّة بترك المألوف من العادة في النطق ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا وبعدنا عن فصاحة العرب أحوج [المنتقى شرح الموطأ:۳۴۷/۱]

''اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مصحف میں آج بھی موجود ہیں اس لیے کہ ان سب کی قراءت آپ کے نزدیک جائز ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ جی ہاں، ہمارا قول یہی ہے، اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ''ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اور قرآن کریم کو اس کی قراءات سے الگ نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہو جائیں اور ہمارے قول کی صحت پر ایک دلیل یہ بھی کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد کھلے طور پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس کی قراءت کرنے والے کو آسانی ہو، تاکہ ہر شخص اس طریقہ سے تلاوت کر سکے جو اس کے لیے آسان ہو اس کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سہل اور اس کی لغت سے زیادہ قریب ہو، کیونکہ گفتگو میں جو عادت پڑ جاتی ہے، اُسے ترک کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور آج ہم لوگ اپنی زبان کی عجمیت اور عربی فصاحت سے دور ہونے کی بناء پر اس سہولت کے زیادہ محتاج ہیں۔''

6. حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اُصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب المستصفی میں قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”ما نقل إلینا بین دفتي المصحف علی الأحرف السبعة المشهورة نقلًا متواترا“
[المستصفی: ۱/۶۵]

''وہ کلام جو مصحف کی دفتین میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ بھی 'سبعہ اَحرف' کے آج تک باقی رہنے کے قائل ہیں۔

7 اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر مصحف تیار کیا ہوتا تو اس کی کہیں کوئی صراحت تو ملنی چاہئے تھی، حالانکہ نہ صرف اس کی کوئی صراحت نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف موجود تھے، مثلاً روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع فرمودہ صحیفوں کے مطابق لکھوایا تھا اور لکھنے کے بعد دونوں کا مقابلہ بھی کیا گیا۔ جس کے بارے میں خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فعرضت المصحف علیها فلم یختلفا في شيء“ [مشکل الآثار: ۴/۱۹۳]

''میں نے مصحف کا مقابلہ ان صحیفوں سے کیا تو دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحیفوں میں قرآن کریم کو یقیناً ان ساتوں حروف پر لکھا گیا تھا لہٰذا اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر دیا ہوتا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کیسے درست ہوسکتا ہے کہ:

''دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

8 علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا مصاحفِ عثمانیہ سبعۂ احرف پر مشتمل تھے یا نہیں؟

فقہاء، قراء اور متکلمین میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ حروف سبعہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ جب کہ سلف سے خلف تک جمہور علماء اور مسلمانوں کے ائمہ کا یہ قول ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ سبعۂ احرف میں سے صرف ان حروف پر مشتمل ہیں جن کا احتمال ان مصاحف کے رسم الخط سے ہوسکتا ہے اور یہ مصاحف اس 'عرضۂ اخیرہ' کے جامع ہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا تھا اور یہ مصاحف اس 'عرضۂ اخیرہ' کے مکمل طور پر موافق ہیں حتیٰ کہ اس 'عرضۂ اخیرہ' کا ایک حرف بھی اس میں کم نہیں کیا گیا ہے۔

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہی وہ قول ہے جس کا درُست ہونا واضح طور پر عیاں ہے۔

[الإتقان في علوم القرآن: ۱/۱۳۱]

9 ابن ابی داؤد رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کی ترتیب میں جو کچھ بھی کیا وہ ہماری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کے مشورے سے کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا آپ لوگ قرآن کی قراءات کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ بعض اشخاص ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کہنا تقریباً کفر ہے۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے عرض کیا پھر امیرالمؤمنین آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا مجھے تو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جائے (اور اس کی نقول کروا کر تمام ممالک میں بھیج دی جائیں) تاکہ پھر کسی قسم کا افتراق اور اختلاف پیدا نہ ہو سکے تو ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کی رائے بہت مناسب ہے۔

⑩ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الانتصار میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح صرف قرآن کو 'ما بین اللوحین' ہی جمع کر دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت شدہ قراءات پر جمع کرنے کا ارادہ کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آرہی تھیں اور اس کے ماسواء شاذ قراءات کو ختم کردینے کا ارادہ کیا نیز انہوں نے مسلمانوں کو ایک ایسا مصحف دیا جس میں کوئی تقدیم، تاخیر اور تاویل نہیں۔ وہ تنزیل کے ساتھ ثبت کیا گیا۔ اس میں منسوخ (عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہونے والی آیات اور قراءات) درج نہیں کی گئیں وہ مصحف رسم کے زبردست اور شاندار اُصولوں پر لکھا گیا اور اس کی قراءات اور حفظ کا اہتمام کیا گیا تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں کسی فساد اور شبہ میں نہ پڑ سکیں اور یہ خدشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

⑪ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ کل سات مصاحف لکھے گئے جن میں سے ایک ایک مصحف مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ روانہ کئے گئے اور ایک مصحف مدینہ میں محفوظ رکھا گیا۔ میرے خیال سے یہ مصحف امام کے علاوہ کا شمار ہے اسے ملا کر کل آٹھ مصاحف بنتے ہیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصحف قرآنی مرتب کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنائی، تو ان سے فرمایا تھا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم"[صحيح البخاري مع الفتح: باب جمع القرآن :١٦/٩]

''جب تمہارے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو قریش کی زبان پر لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساتوں حروف باقی رکھے تھے تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف قریش کو مصحف میں باقی رکھا تھا، لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے حرف قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا۔ بلکہ مجموعی روایات دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تھا کہ اگر قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا، جس کا ذکر امام زہری نے اس طرح فرمایا ہے۔

"فاختلفوا يومئذ في التابوت والتابوة، فقال النفر القرشيون: التابوت، وقال زيد بن ثابت:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التابوة، فرفع اختلافهم إلى عثمان، فقال: اكتبوه التابوت، فإنه بلسان قريش نزل"
[كنز العمّال:۱/۲۸۲، ابن سعد، فتح الباري:۹/۱۶، سنن الترمذي]

''چنانچہ اس موقع پر ان کے درمیان 'تابوت' اور 'تابوۃ' میں اختلاف ہوا، قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ تابوت (بڑی تاء سے لکھا جائے) اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تابوۃ (گول تاء سے لکھا جائے) پس اس اختلاف کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا جس پر انہوں نے فرمایا کہ اسے التابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے مراد رسم الخط کا اختلاف تھا نہ کہ لغات کا۔ [علوم القرآن از مولانا محمد تقی عثمانی]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو تلف کیا، وہ کیا تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ختم کیا، وہ کیا تھا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اکٹھے کئے ہوئے صحائف جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے، کو لے کر انہیں مصاحف میں نقل کیا، کیونکہ یہ عرضۂ اَخیرہ، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری دور ہوا تھا، اس کے مطابق تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ کو ہر سال قرآن کا دور کرواتے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كان يعرض على النبي ﷺ القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذى قبض فيه"
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن ہر سال پیش کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والے سال دو دفعہ آپ پر قرآن پیش کیا گیا۔''
[صحيح البخاري:۸/۴۹۹]

ابن سعد رحمہ اللہ نے مشہور تابعی علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:
"فانا أرجو أن تكون قراءتنا العرضة الأخيرة" [الطبقات الكبرى:۲/۱۹۵]
''پس مجھے امید ہے کہ ہماری موجودہ قراءات اسی عرضہ اخیرہ کے مطابق ہیں۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرضۂ اَخیرہ والے قرآن کو ہی نقل کیا تھا جب کہ عرضۂ اَخیرہ والا قرآن وہ قرآن تھا جس میں آخری اَحکام اور جو تبدیلی مقصود تھی، کردی گئی۔ اب یہ قرآن جو تبدیلیوں سے مبرا تھا، اسی کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف نقل کئے اور تبدیل شدہ چیزیں جن میں منسوخ آیات، شاذ قراءات اور سبعہ احرف میں سے جزوی چیزیں بدلی جاچکی تھیں اور لوگوں میں شائع ہوچکی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع شدہ قرآن کی اطلاع نہ پاسکے، نتیجتاً جس کسی کے پاس جو کچھ تھا وہ تلاوت کرتا رہا، جس سے اختلافات کا ہونا لازمی امر تھا۔ اب جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلف کئے تھے، ان میں یہ چیزیں شامل تھیں، مثلاً ایسی منسوخ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی مگر لوگ پڑھ رہے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فأنزلت هذه الآية ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْعَصْرِ﴾ فقرأناها ما شاء الله ثم نزلت ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [فتح الباري:۸/۱۹۸]
'' پہلے یہ آیت نازل ہوئی ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْعَصْرِ﴾ تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، ہم اسے پڑھتے رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾''

اور یہ منسوخ شدہ آیت عرضۂ اَخیرہ میں موجود نہیں تھی۔ اسی طرح کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن لکھتے ہوئے تفسیری کلمات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی ساتھ لکھ دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وكان لا يعتقد تحريم ذلك وكان يراه كصحيفة يثبت فيها ما يشاء وكان رأي عثمان والجماعة منع ذلك لئلا يتطاول الزمان ويظن ذلك قرآنا“ [شرح النووی:۳۴۹/۶]

”وہ قرآن کے متن کے ساتھ اس کی تفسیر کو لکھنا حرام نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اسے مصحف کی بجائے ایک صحیفہ سمجھتے تھے اور اس میں جو چاہتے لکھ لیتے، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس کو ممنوع سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک مدت گزرنے کے بعد لوگ اسے بھی قرآن سمجھ لیں۔“

جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں یہ تمام چیزیں نکالی گئی تھیں اور انہوں نے سات حروف میں سے چھ کو قطعاً ختم نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے وہی کچھ نکالا تھا جو عرضۂ اَخیرہ کے وقت اللہ کی طرف سے نکال دیا گیا تھا۔

قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الانتصار میں فرماتے ہیں:

”ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے لکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کو منسوخ نہیں کیا اور نہ اس کے نزول کے بعد اس کی تلاوت کو منسوخ کیا یہ وہی قرآن ہے جو 'ما بین الدفتین' پایا جاتا ہے اور جس کو مصاحف عثمانیہ میں ثبت کردیا گیا ہے۔ اس قرآن میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ ہی کوئی زیادتی۔ اس کی ترتیب اور ضبط ٹھیک اسی انداز پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں ضبط فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سورتوں کی ترتیب (بحکم الٰہی) کی اور اس میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل نہیں کیا پھر اُمت نے اس مصحف کو اسی ترتیب کے مطابق یاد کیا۔“ [الإتقان في علوم القرآن:۶۵/۱]

والد گرامی قدر فضیلۃ الشیخ القاری المقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

”یہ خیال بہت سے پڑھے لکھے لوگوں میں بھی بڑی مضبوطی سے قائم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف اپنے دورِ خلافت میں لکھوائے تھے وہ اختلاف قراءات کو ختم کرنے کے لیے تھے۔ یہ غلط تخیل بالعموم کالجوں کے پروفیسروں اور بعض غیر محقق علماء میں، میں نے پایا ہے۔ سوچنا چاہئے کہ جو اختلاف قراءات منزل من السماء ہے اور جس کے لیے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں، جیسا کہ اَحادیث میں ہے اور جس کے متعلق مشہور حدیث «أنزل القرآن علیٰ سبعة أحرف» شاہد ہے، اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے ختم کرسکتے ہیں۔“ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حکم الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اور شریعت کے اَحکام میں حجت ہوتا ہے اسے کوئی بھی اُمتی اپنی مرضی سے تبدیل یا منسوخ نہیں کرسکتا)“

[تیسیر التجوید کے حواشی مفیدہ، ص۵۹]

ایک اِشکال کا ازالہ

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام لغات اور حروف کو منسوخ کردیا تھا اور صرف ایک حرف اور لغت کو باقی رکھا اور وہ لغت قریش تھی اس لیے بس یہی ایک قراءت ہے جو اس وقت پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

جواب: اوّل تو یہ تسلیم ہی نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو ختم کردیا تھا۔ اس لیے کہ روایت حفص رحمہ اللہ ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ان کے لیے مَجْرِيْهَا (ہود) میں را اور اس کے بعد والے الف کا اِمالہ ہے۔ حالانکہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے، اسی طرح فُعلٌ کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے اور روایت حفص رحمہ اللہ میں دونوں ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت موجود ہیں۔

اسی طرح ہمزۂ ساکنہ کی تحقیق تمیمی لغت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ قریش کے علاوہ باقی سب لغت ہی ختم نہیں کر دیئے گئے تھے۔ بلکہ اُن لغات کو ختم کیا گیا تھا جو غیر فصیح تھے (ان کو عرضہ اخیرہ میں منسوخ کیا گیا تھا) اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً ہذیل کے یہاں حتّٰی کے بجائے عتّٰی اور اسد کے یہاں تَعْلَمُون، أَعْهَد وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنوتمیم کے یہاں رُدَّتْ، رُدُّوا میں را کا کسرہ اور غیر اسن کے بجائے غیر یاسن پڑھا جاتا تھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط قریشی ہی رکھا تھا۔ جس کی چند وجوہ ہیں:

① پہلے زمانہ میں وسعت و رخصت اور سہولت و آسانی کے لیے قرآن کو سات لغات میں پڑھنے کی اِجازت تھی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا۔ اس لیے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کے لغت کی تردید و تنقیص شروع کر دی۔

② بعض حضرات نے تفسیری جملے و الفاظ اپنی قراءات میں شامل کر لیے تھے۔

③ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بنا پر منسوخ التلاوت آیات بھی اپنی قراءات میں داخل کر لیں۔

ان حالات کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے موافق اِعراب اور نقطوں کے بغیر لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اَطراف و ممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں اور نظم و ضبط اور اَمن قائم ہو جائے۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بنا پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ اسی کے موافق اُترا تھا نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق نازل ہوا تھا۔ پھر آسانی اور رخصت کی غرض سے اور لغات میں پڑھنے کی اِجازت ہوگئی تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لیے رکھا کہ ایک ہی قرآن سے مختلف لغات و حروف سبعہ اور منقول قراءات سب کی سب نکل سکیں، پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان میں بعض اختلافی الفاظ و کلمات کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ مصاحف بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے۔ پھر آپ نے ایک مصحف کو خاص اپنی تلاوت کے لیے رکھ لیا۔ جسے 'مصحف امام' کہا جاتا ہے اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عنایت کیا اور ایک ایک مصحف کوفہ، بصرہ، شام، بحرین، یمن کی طرف معلمین قراءات سمیت روانہ فرمایا۔ (مدنی مصحف کے معلّم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کوفی کے حضرت ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ اور بصری کے حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ اور شامی کے حضرت مغیرہ بن ابی شہاب رضی اللہ عنہ اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ تھے)

اگر لغات و قراءات اور 'سبع احرف' کے نسخ کو تسلیم کر لیں تو لازم آئے گا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، جملہ ائمہ و مشائخ اور بعد کے سب لوگ آج تک ایک منسوخ چیز کی خدمت و تبلیغ اور تعلیم و اشاعت میں لگے رہے۔ حالانکہ جو چیز قرآن میں نہ ہو۔ اس کے پڑھنے، سننے اور لکھنے پر تو ادنیٰ درجہ کا مومن بھی صبر نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ ذمہ دار اکابر اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو یہ بات بالکل ناممکن ہے۔

اور ائمہ کے طبقات و حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۷۵ سال سے لے کر ۹۹ سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے قرآن مجید اور اس کی قراءات کی خدمت میں ۶۰ برس سے زیادہ عرصہ صرف کیا۔ روزانہ بے شمار طلباء ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ امام نافع رحمہ اللہ فجر سے پہلے تہجد کے وقت پڑھانا شروع کرتے اور عشاء تک برابر پڑھاتے رہتے تھے۔ امام ابوعمر رحمہ اللہ کے گرد مجمع دیکھ کر ان کے شیخ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء ارباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔

اسی طرح ائمہ قراءات کے بعد ہر قرن و ہر زمانہ اور ہر زبان میں علماء قراءات اور مشائخ اہل ادا نے اس اشرف ترین علم کی خدمت کی۔ اس کی تعلیم و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور اشاعت میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا۔ ان حضرات نے اس علم کی ترویج اور نشر و احیاء کے لیے اپنی ذات کو ہر لحاظ سے فارغ کر لیا تھا اور اس کی خاطر اپنی عزیز ترین عمریں اور پاکیزہ زندگیاں وقف کر دی تھیں اور تعلیم و تالیف دونوں ہی طریقوں سے 'اختلافی وجوہ' اور 'اختلاف قراءات' کی صیانت و حفاظت اور نشر و توضیح کا کام کیا اور اس فن میں قابل فخر تصانیف یادگار چھوڑیں۔

'وجوہ قراءات' کے متعلق تیسری صدی سے آج تک صدہا کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور وہ سب اس فن کی معتبر اور نہایت صحیح تصانیف شمار ہوتی ہیں۔

① سب سے پہلے ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ [م ۲۲۴ھ] نے کتاب القراء ت (۲۵ قراءتوں میں) لکھیں۔
② امام ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری رحمہ اللہ [م ۲۴۸ھ] شاگرد امام یعقوب رحمہ اللہ نے کتاب القراء ت لکھی جس میں ۲۵ قراءات شامل تھیں۔
③ قاضی اسماعیل رحمہ اللہ [۲۸۲ھ] شاگرد قالون رحمہ اللہ نے کتاب القراء ت (۲۰ سے زیادہ قراءتوں میں) لکھی۔
④ امام التاریخ طبری رحمہ اللہ [۳۱۰ھ] نے کتاب الجامع (۲۰ سے کچھ زائد قراءات میں) تصنیف کی۔
⑤ ابوبکر داجونی رحمہ اللہ [۳۲۴ھ] نے بہت سی قراءتوں کو ایک تالیف میں جمع کیا۔
⑥ ابن مجاہد رحمہ اللہ [۳۲۴ھ] نے کتاب السبعة تحریر کی۔
⑦ کتاب القراء ت تالیف احمد شذائی رحمہ اللہ [۳۷۰ھ]
⑧ کتاب الشامل اور
⑨ کتاب الغاية (دس قراءتوں میں) یہ دونوں تالیف ابن مہران رحمہ اللہ [۳۸۱ھ] نے لکھیں۔
⑩ کتاب المنتهی (بہت سی قراءتوں میں) تالیف خزاعی رحمہ اللہ [۴۰۸ھ] ہے۔

نوٹ: اس موقع پر یہ بات یاد رکھیں کہ ہر مصنف نے اپنی تالیف میں وہی قراءتیں بیان کی ہیں جو اس کو متصل اور صحیح سند سے پہنچی تھیں اور وہ سبھی 'سبعہ احرف' کے مصداق میں شامل ہیں، لیکن اس وقت دس قراءات متواترہ ہیں۔

⑪ تا ⑬ چوتھی صدی کے آخر میں اندلس اور مغربی شہروں میں کسی قراءات کا رواج نہ تھا، پس ان شہروں سے سب سے پہلے ابوعمر طلمنکی رحمہ اللہ [۴۲۹ھ] نے پھر ابومحمد مکی رحمہ اللہ [۴۳۷ھ] اور امام ابوعمر ودانی رحمہ اللہ [۴۴۴ھ] نے قراءات کی تحصیل کے لیے سفر کیا اور مصر وغیرہ سے پڑھ کر ان کو اندلس میں پہنچایا اور بیش بہا کتب علم قراءات میں تحریر کیں۔
⑭ پانچویں صدی میں ابوعلی اہوازی رحمہ اللہ [۴۴۶ھ] دمشق میں اُستاذ القراء ات تھے۔ انہوں نے الوجیز (۸ قراءتوں میں) اور 'إیجاز' اور 'إیضاح' وغیرہ کتب علم قراءات میں لکھیں۔
⑮ اسی عرصہ میں ابوالقاسم ہذلی رحمہ اللہ [۴۶۵ھ] نے مشرق سے مغرب تک کا سفر کیا اور بہت سے ملکوں اور شہروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پھرتے اور ائمہ قراءات سے روایت کرتے رہے، حتیٰ کہ ماوراء النہر تک پہنچ گئے۔ نیز غزنی وغیرہ میں بھی قراءات پڑھیں۔ پھر کتاب الکامل (۵۰ قراءتوں اور ۱۴۵۹ روایات وطرق میں) تالیف کی۔ خود فرماتے ہیں کہ میں مغرب کے شہروں کے اخیر سے لے کر فرغانہ کے ابواب تک دائیں بائیں پہاڑ، ہموار زمین خشکی، تری غرض کہ ہر جگہ پھرا ہوں اور میں نے ۳۶۵ شیوخ سے ملاقات کی۔

⑯ اسی زمانہ میں مکہ مکرمہ میں عبدالکریم طبری رحمہ اللہ [۴۷۸ھ] استاذ القراء ات تھے۔ انہوں نے کتاب سوق العروس (۱۵۵۰ روایات وطرق میں) لکھی۔

⑰ ابوالقاسم عیسیٰ اسکندری رحمہ اللہ [۶۲۹ھ] نے کتاب الجامع الأکبر والبحر الأذخر (۷۰۰۰ روایات وطرق میں) تالیف کی (النشر في القراء ات العشر)

کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو باور کرسکتی ہے کہ یہ مقدس جماعتیں جن پر دین کا مدار ہے قرآن میں کوئی ایسی چیز پڑھیں یا لکھیں جو قرآن میں نہ ہو، نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ غرض کہ اب اُمت کے پاس دس متواتر قراءتیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں۔ حق تعالیٰ منکرین قراءات کو توبہ کی اور ہمیں حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

قرآن کریم میں دو طرح کے الفاظ ہیں:

① اتفاقی جن کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے۔

② اِختلافی جن کو عرب کے لغات کے مختلف فیہ ہونے کی بنا پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے اور پھر انہی الفاظ سے ائمہ قراءات نے قواعد اور شروط کی پابندی کرتے ہوئے مختلف ترتیبیں اختیار کرلیں۔

جن کی بناء پر دورِ اوّل میں بے شمار قراءتیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جن کی تعداد ابوعبید رحمہ اللہ اور قاضی اسماعیل رحمہ اللہ نے پچیس لکھی ہے۔ بعد میں جوں جوں لوگوں میں سستی پیدا ہوتی گئی۔ شوق اور ہمت گھٹتی چلی گئی اور قوت ضبط وحافظہ میں کمی ہوتی گئی تو ان قراءات کی تعداد بھی کم ہوتے ہوتے دس قراءات اور بیس روایات تک رہ گئی۔ پھر اس علم کی نسبت ان قراءات وروایات کے ائمہ ہی کی طرف ہونے لگی، کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اس علم کی خدمت و اِشاعت کے لیے فارغ ومخصوص کرلیا تھا۔ اسی لیے وہ اس میں مشہور ہوگئے اور عوام وخواص سب نے ان پر اعتماد کرلیا۔ اس وقت قراءت سے یہ دس قراءات دس ائمہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور انہی کی دو دو روایتیں مل کر ایک قراءت بنتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ جات

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ ☆

ائمہ اسلاف اور عرب مفتیان کے فتاویٰ

اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر ائمہ نے اپنے اپنے دور میں ورثة الأنبياء ہونے کا پورا پورا حق ادا کیا ہے اور حق کی پورے طور پر وضاحت فرمائی ہے۔ ایسے اہل علم، جنہوں نے حق کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے دیئے ہیں، ان کی موجودگی میں کس طرح یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ عجم سے چند فتنہ پروروں نے اُٹھ کر قرآن کریم میں متنوع قراءات کے عنوان سے اس قدر تحریف کردی ہو اور ان کو اس طرح جاری کردیا ہو کہ آج مسلمان اُنہیں بطور قرآن قبول کئے ہوئے ہیں اور نمازوں میں سرعام تلاوت کررہے ہیں؟ یقیناً ایسی باتوں کا امر واقعہ ہونا تو دور کی بات، ایسا سوچنا بھی انتہائی کم عقلی کی بات ہے۔ ایسے لوگوں کو پوری امت پر 'گمراہی' کا الزام عائد کرنے کے بجائے اپنے ذہنی علاج کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم ذیل میں آئمہ اسلاف اور معاصر عرب مفتیان کی نمائندہ شخصیات کے قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق فتاویٰ جات پیش کررہے ہیں۔ ان فتاوی کو مجلس تحقیق الاسلامی، لاہور کے فاضل رکن جناب قاری مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ نے بڑی محنت سے جمع کیا ہے اور ان کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ فرمادیا ہے۔ [اِدارہ]

سوال: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان " أنزل القرآن على سبعة أحرف" [صحيح البخاري:۴۹۹۲، صحيح مسلم:۸۲۰] کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس حدیث میں سبعہ سے کیا مراد ہے؟ اور کیا امام عاصم رحمہ اللہ اور امام نافع رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف منسوب یہ سات قراءات، سبعہ احرف ہیں یا سبعہ احرف میں سے ایک حرف ہیں؟ اور مصحف کے احتمالی خط میں قراء کرام کے اختلاف کا کیا سبب ہے؟ اور کیا روایت اعمش اور روایت ابن محیصن جیسی قراءات شاذہ کے ساتھ قراءت کرنا جائز ہے؟ اور اگر انکے ساتھ قراءات کرنا جائز ہے تو کیا ان کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے یا کہ نہیں؟ جواب دے کر ماجور ہوں۔

جواب: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ ایک مختلف فیہ سوال ہے جس میں فقہاء، قراء، محدثین، مفسرین اور اہل کلام سمیت متعدد علماء نے کلام کی ہے۔ اور اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، اس سلسلے کی آخری کتاب امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابراہیم الشافعی، المعروف بابن ابي شامہ رحمہ اللہ کی ہے۔ اگر اس مسئلہ میں وارد تمام اقوال اور ان کے دلائل کو ذکر کیا جائے تو جواب بہت طویل ہو جائے گا، جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے، یہاں ہم صرف چند اہم نکات بیان کریں گے، جو مطلوب ہیں:

اس امر پر اہل علم میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس حدیث مبارکہ " أنزل القرآن على سبعة أحرف" میں مذکور 'سبعہ أحرف' سے مراد مشہور 'سات قراءات' نہیں ہیں، بلکہ ان سات قراءات کو سب سے

☆ فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلے تیسری صدی ہجری میں امام ابوبکر بن مجاہد رحمہ اللہ نے جمع کیا ، انہوں نے حرمین (مکہ ومدینہ) عراقیین (کوفہ وبصرہ) اور شام کے مشہور سات قراء کرام کو جمع کر دیا ، کیونکہ اس زمانے میں یہی پانچوں شہر علوم وفنون کے مرکز تھے ، اور فقہ واُصول فقہ ، حدیث واُصول حدیث اور علوم دینیہ کا گہوارہ تھے ۔ چنانچہ انہوں نے ان پانچ شہروں کے سات مشہور قراء کرام کی قراءات کو جمع کر دیا ۔ تاکہ سات کا عدد حدیث مبارکہ میں مذکور 'سبعة أحرف ' کے موافق ہو جائے ۔ ان کا یا ان کے علاوہ کسی بھی اہل علم کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ مذکورہ قراءاتِ سبعہ ہی 'أحرف سبعة' ہیں ، یا ان سات قراءات کے علاوہ کوئی اور قراءات پڑھنا جائز نہیں ہے ۔

اسی لیے بعض ائمہ قراءت میں سے بعض کہنے والوں نے کہا ہے کہ اگر امام ابن مجاہد رحمہ اللہ ، امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ کو ذکر کرنے میں مجھ پر سبقت نہ لے جاتے تو میں امام حمزہ رحمہ اللہ کی جگہ امام یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ کو ذکر کرتا جو دوسری صدی ہجری میں جامع مسجد بصرہ اور اپنے زمانے میں قراء بصرہ کے امام تھے ۔

مسلمانوں کا اس امر پر بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سبعہ احرف پر نازل فرمایا ہے اور یہ ساتوں حروف باہم متناقض اور متضاد نہیں ہیں ۔ بلکہ بسا اوقات ان کا معنی متفق ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کسی کو کہو: هَلُمَّ ، أَقْبِلْ اور تَعَال ان سب کا ایک ہی معنی ہے کہ '' آؤ'' ۔

اور بسا اوقات دونوں کا معنی مختلف ہوتا ہے مگر دونوں کے معنی میں تناقض اور تضاد کی بجائے تنوع اور تغایر ہوتا ہے ، اور دونوں معنی ہی برحق ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" أنزل القرآن على سبعة أحرف ، إن قلت : غفورا رحيما ، أو قلت:عزيزا حكيما ، فالله كذلك ، مالم تختم آية رحمة بآية عذاب ، أو آية عذاب بآية رحمة " [سنن أبوداؤد:١٤٧٧]

'' قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے ۔ اگر آپ "غفورا رحيما" کہیں یا " عزيزا حكيما " کہیں تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے ۔ جب تک آپ آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کریں''

اور یہی حکم ان قراءات مشہورہ کا بھی ہے:

[رَبَّنَا بَاعَدَ] اور [رَبَّنَا بَاعِدْ]

[إِلَّا اَنْ يَّخَافَا أَلَّا يُقِيمَا] اور [إِلَّا أَنْ يُّخَافَا أَلَّا يُقِيمَا]

[وان كان مكرهم لِتَزُوْلَ] اور [وان كان مكرهم لَتَزُوْلُ]

[بل عَجِبْتَ] اور [بل عَجِبْتُ] وغیرہ وغیرہ ۔

اور بعض قراءات ایسی ہیں جن کا معنی من وجہ متفق ہوتا ہے اور من وجہ متباین ہوتا ہے ، جیسے:

[يَخْدَعُوْنَ] اور [يُخٰدِعُوْنَ]

[يَكْذِبُوْنَ] اور [يُكَذِّبُوْنَ]

[لَمَسْتُمْ] اور [لٰمَسْتُمْ]

[حَتّٰى يَطْهُرْنَ] اور [حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ] وغیرہ وغیرہ

وہ قراءات جن میں معنی متغایر ہوتا ہے سب کی سب برحق ہیں ، اور ہر قراءۃ دوسری قراءۃ کے ساتھ ، ایک ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آیت کے مرتبے میں ہے۔ ان تمام پر ایمان لانا اور ان کے تقاضوں کی اتباع کرنا واجب ہے۔ اوران دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"من كفر بحرف منه فقد كفر كله" [تفسیر الطبری:۱/۵۴] جس شخص نے قرآن مجید کے ایک حرف کا بھی انکار کردیا اس نے سارے قرآن کا انکار کردیا۔

وہ قراءات جولفظاً ومعناً متحد ہیں فقط ان کی نطقی کیفیات میں تنوع ہے جیسے : ہمزات، مدات، امالات، نقل الحرکات، اظہار، ادغام، اختلاس، ترقیق اللامات والراءات اوران کی تغلیظ وغیرہ وغیرہ۔ یہ زیادہ ظاہر اور بین ہیں اوران میں 'متنوع اللفظ والمعنی قراءات' کی نسبت بالکل ہی تضاد اور تناقض نہیں ہے، کیونکہ متنوع نطقی کیفیات سے لفظ ایک ہی رہتا ہے۔

اسی لیے علماء اسلام نے تمام مسلم ممالک میں ایک ہی معین قراءت پڑھنے پر زور دیا ہے، بلکہ جس شخص کے نزدیک امام حمزہ رحمہ اللہ کے شیخ الاعمش رحمہ اللہ یا امام یعقوب رحمہ اللہ کی قراءت ثابت ہو اور اس کے نزدیک قراءتِ حمزہ وکسائی بھی ثابت ہو تو اس کے لئے تمام اہل علم کے نزدیک بلانزاع اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اکثر ائمہ کرام نے قراءتِ حمزہ کو لیا ہے جیسے سفیان بن عیینہ، احمد بن حنبل اور بشر بن الحارث رحمہم اللہ ، جبکہ دیگر نے امام ابوجعفر بن قعقاع رحمہ اللہ اور شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ مدنیین کی قراءت کو اختیار کیا ہے۔

بعض اہل علم نے بصریوں کی قراءت جیسے یعقوب بن اسحاق رحمہ اللہ کے شیوخ ہیں، کو اختیار کیا ہے، جبکہ بعض نے حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کی قراءت کو لیا ہے۔

اس مسئلہ میں اہل علم کی معروف کلام موجود ہے۔ اس لیے اہل عراق جن کے نزدیک قراءات سبعہ کی مانند قراءات عشرہ یا قراءات الاحدعشر ثابت ہیں، وہ ان تمام قراءات کو اپنی کتب میں جمع کرتے ہیں اور نماز وغیر نماز میں ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور یہ امر تمام اہل علم کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔

ابن شنبوذ رحمہ اللہ پر انکار کے حوالے سے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ چوتھی صدی ہجری میں نماز میں قراءات شاذہ کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے، ان کا قصہ مشہور ہے، یہ دراصل مصحف سے خارج قراءاتِ شاذہ کے بارے میں تھا جیسا کہ عنقریب ہم واضح کریں گے۔

اہل علم میں سے کسی نے بھی قراءاتِ عشرہ کا انکار نہیں کیا، لیکن جو شخص ان قراءات کا عالم نہ ہو، یا کوئی قراءت اس کے نزدیک ثابت نہ ہو، جیسے بلادِ مغرب میں رہنے والے کسی شخص تک کوئی قراءت پہنچی نہ ہو تو اس کے لئے ایسی قراءات کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے جس کا اسے علم نہیں۔ بیشک قراءت [جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ] سنت ہے جسے بعد والے پہلوں سے اخذ کرتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز شروع کرتے وقت استفتاح کی متعدد دعائیں ثابت ہیں، اذان اور اِقامت کی کئی اَنواع منقول ہیں، نمازِ خوف کی کئی صورتیں مروی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ تمام صورتیں حسن اور جائز ہیں اور ان کا علم رکھنے والے کے لئے ان پر عمل کرنا مشروع ہے۔

لیکن جو شخص ان تمام صورتوں میں سے کسی ایک کا علم رکھتا ہو، دیگر کا نہیں، تو اس کے لئے معلوم صورت کو چھوڑ کر غیر معلوم صورت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی جہالت کی بناء پر عالم پر انکار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے یا اس کی مخالفت کرے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"لا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا" [صحيح البخاري:٢٤١٩، مسند أحمد:٤٠١/١]''اختلاف نہ کرو بیشک تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔''

مصاحف عثمانی کے رسم سے خارج قراءاتِ شاذہ، جیسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔[وَاللَّيۡلِ إِذَا يَغۡشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ وَالذَّكَرِ وَالۡأُنثَىٰ]

[صحيح البخاري:٤٩٤٣، صحيح مسلم:٨٢٤]

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے [فصيام ثلاثة ايام متتابعات] ، [ان كانت الا زقية واحدة] مذکورہ قراءات اگر صحابہ کرام سے ثابت ہوں تو کیا نماز میں ان کی تلاوت کرنا جائز ہے؟

اس سلسلے میں اہل علم کے دو قول ہیں۔امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سے بھی دو مشہور روایتیں منقول ہیں:

① **جائز ہے:** کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام ان قراءات شاذہ کے ساتھ نماز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔

② **ناجائز ہے:** یہ اکثر اہل علم کا قول ہے، کیونکہ یہ قراءات نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہیں اور اگر ثابت بھی ہیں تو عرضۂ اخیرہ سے منسوخ ہو چکی ہیں۔اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ہر سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے، لیکن جس سال آپ نے وفات پائی ہے اس سال جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے ساتھ دو مرتبہ دور کیا۔

[صحيح البخاري:٣٦٢٤، صحيح مسلم:٢٤٥٠]

عرضۂ اَخیرہ ہی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کی قراءت ہے، اور اسی پر ہی خلفاء راشدین نے مصاحف کو لکھنے کا حکم دیا تھا۔خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کر دیں۔پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کے کئی نسخے تیار کروا کر مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیئے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس نزاع کو اس اصل پر محمول کیا جائے جس کے بارے میں سائل نے سوال کیا ہے کہ کیا قراءات سبعہ، حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہیں یا کہ نہیں؟

جمہور اہل علم کے نزدیک قراءات سبعہ، حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مصحف عثمان حروف سبعہ میں سے ایک حرف تھا جو عرضۂ اخیرہ کو متضمن تھا۔متعدد اَحادیث وآثار اس قول پر دلالت کرتے ہیں۔

فقہاء، قراء اور اہل کلام کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مصحف (عثمان) ساتوں حروف پر مشتمل تھا، کیونکہ اُمت کے لئے سبعہ احرف میں سے کسی (حرف) کو نقل نہ کرنا جائز نہیں ہے۔اور ان کا مصحف عثمان کو نقل کرنے، اور اس کے علاوہ دیگر مصاحف کو چھوڑنے پر اتفاق ہے، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے صحف سے نقل کرنے کا حکم دیا تھا اور صحابہ کرام کے مشورے سے کئی نسخے تیار کروا کر مختلف شہروں کی طرف بھیجے تھے۔اور ان (سرکاری) مصاحف کے علاوہ باقی مصاحف کو جلا دینے کا حکم دیا تھا۔

نیز ان کا کہنا ہے کہ بعض احرف سبعہ کی قراءت سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔امام محمد بن جریر رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں کہ احرف سبعہ پر قراءت کرنا اُمت پر واجب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک رخصت اور اجازت تھی کہ وہ جس حرف کو آسان سمجھیں اسے اختیار کرلیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے سورتوں کی ترتیب وجوبی نہیں ہے بلکہ اجتہادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے مصحف سے مختلف تھی، لیکن آیتوں کی ترتیب منزل من اللہ ہے۔ ان کو سورتوں کی مانند آگے پیچھے کرنا جائز نہیں ہے۔

یہی صورتِ حال سبعہ احرف کی ہے، جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ اگر ہم ایک حرف پر جمع نہ ہوئے تو اُمت متفرق ہو جائے گی اور منتشر ہو جائے گی، تو انہوں نے ایک حرف پر اجماع کرلیا اور وہ اس امر سے معصوم ہیں کہ گمراہی پر جمع ہو جائیں، اور اس میں نہ تو ترکِ واجب ہے اور نہ ہی فعلِ مخظور ہے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سبعہ احرف پر پڑھنے کی رخصت شروع اسلام میں تھی، کیونکہ اس وقت ایک حرف پر پڑھنے سے مشقت محسوس ہوتی تھی، جب زبانیں مانوس ہوگئیں اور ایک ہی حرف پر پڑھنا آسان ہو گیا تو انہوں نے ایک ہی حرف پر اجماع کرلیا، جو حرف عرضۂ اخیرہ میں تھا۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ عرضۂ اخیرہ نے دیگر حروف کو منسوخ کر دیا ہے۔

ان کے قول کے موافق اس شخص کا بھی قول ہے جو کہتا ہے کہ سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہما کے جو حرف رسم عثمانی کے مخالف ہیں وہ منسوخ ہیں، لیکن جو شخص سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہتا ہے کہ وہ قراءت بالمعنی کو جائز کہتے تھے وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: میں نے قراء کی قراءات کو باہم متقارب پایا ہے، جیسے تم میں سے کوئی شخص کہے: أقبل، تعال، هلم۔ جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے ویسے ہی پڑھو۔

پھر جو شخص مصحف سے خارج صحابہ کرام سے ثابت قراءات کی تلاوت کو جائز قرار دیتا ہے، اس کے نزدیک نماز میں تلاوت کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ وہ احرف سبعہ میں سے ہے جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ اور جو شخص ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے پاس تین دلائل ہیں:

1. وہ اَحرف سبعہ میں سے نہیں ہے۔
2. وہ حروفِ منسوخہ میں سے ہے۔
3. اسے چھوڑنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔
4. جن ذرائع سے قرآن ثابت ہوتا ہے وہ ان ذرائع سے ثابت نہیں ہوا۔

(۳) اس مسئلے میں تیسرا قول میرے دادا ابو البرکات رحمہ اللہ کا اختیار ہے کہ اگر کوئی شخص ان قراءات کو قراءتِ واجبہ [جیسے سورۃ الفاتحہ] میں پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، کیونکہ اسے اپنی قراءت واجبہ کی ادائیگی کا یقین نہیں ہوتا، کیونکہ اس قراءت کے قرآن ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر وہ ان قراءات کو قراءتِ غیر واجبہ [جیسے سورۃ الفاتحہ کے بعد والی قراءت] میں پڑھتا ہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس نے نماز کو باطل کرنے والی کوئی شے سرانجام نہیں دی، نیز ممکن ہے کہ وہ قراءت احرف سبعہ میں سے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز سائل کا یہ سوال کہ مصحف کے احتمالی خط میں قراء کرام کے اختلاف کا کیا سبب ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ قراءات کا مرجع و مصدر نقل اور لغت عربیہ ہے، کسی کے لئے مجرد اپنی رائے سے قراءت کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ قراءت سنت متبعہ ہے۔ جب انہوں (صحابہ) نے مصحف امام میں مکتوب قرآن مجید پر اتفاق کرلیا اور بعض نے یاء کے ساتھ اور بعض نے تاء کے ساتھ پڑھا تو ان دونوں قراءات میں سے کوئی ایک قراءت بھی مصحف سے خارج نہیں ہے۔ (کیونکہ خط مصحف دونوں قراءات کا احتمال رکھتا تھا)

بعض مقامات پر تمام قراء کرام 'یاء' یا 'تاء' پڑھنے پر متفق ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ [البقرۃ:۷۴] اس جگہ تمام قراء کرام بالتاء ہی پڑھتے ہیں۔ جبکہ دیگر دو مقامات پر قراء کرام کے درمیان اختلاف ہے اور ہم پہلے ہی یہ بتا چکے ہیں کہ دو قراءات دو آیتوں کی مانند ہیں۔ جتنی زیادہ قراءات ہوں گی اتنی ہی آیات شمار ہوں گی، لیکن جب دونوں قراءتوں کا خط ایک ہی ہو جو دونوں کا ہی احتمال رکھتا ہو تو رسم میں آسانی ہو جاتی ہے۔

نقل قرآن میں اصل اعتماد مصاحف کی بجائے حفظ القلوب پر ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ کھڑا ہو جا اور قریش کو ڈرا! میں نے کہا: اے میرے رب! وہ تو میرا سر کچل دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تجھے بھی آزمانے والا ہوں اور تیرے ساتھ (دیگر لوگوں) کو بھی آزمانے والا ہوں اور میں تیرے اوپر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔ آپ اسے نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں پڑھیں گے۔ آپ ایک لشکر روانہ کریں میں اس سے دوگنا بڑا لشکر روانہ کروں گا۔ اور اپنے مطیع لوگوں کو ساتھ لے کر نافرمانوں سے لڑائی کر اور تو خرچ کر میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔[صحیح مسلم:۲۸۶۵]

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اپنی حفاظت میں صحیفوں کی محتاج نہیں ہے، جن کو پانی سے دھویا جاسکتا ہو، بلکہ نبی کریم ﷺ ہر حالت میں اسے پڑھتے تھے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے اس امت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"أناجیلھم فی صدورھم" [مجمع الزوائد:۲۷۴/۸] ''ان کی اناجیل یعنی قرآن ان کے سینوں میں ہے۔''

بخلاف اہل کتاب کے، کیونکہ وہ اپنی کتاب کی حفاظت صرف کتابوں میں کرتے تھے، اسے زبانی یاد نہیں کرتے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو جمع کرلیا تھا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ معروف قراء کرام جیسے امام نافع رحمہ اللہ، اور امام عاصم رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف منسوب قراءات، سبعہ احرف نہیں ہیں، جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا تھا، اور اس پر تمام سلف وخلف اہل علم کا اتفاق ہے۔

اسی طرح موجودہ قراءات سبعہ بھی احرف سبعہ میں سے مکمل ایک حرف نہیں ہیں، جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ بلکہ دیگر آئمہ قراءات سے ثابت قراءات بھی [جیسے امام اعمش، امام یعقوب، امام خلف، امام ابوجعفر یزید بن قعقاع اور امام شیبہ بن نصاح رحمہم اللہ کی قراءت ہیں] ان قراءات سبعہ کے مقام و مرتبہ میں ہیں۔ جس طرح یہ قراءات سبعہ ثابت ہیں ایسے ہی وہ قراءات بھی ثابت ہیں۔ آئمہ فقہاء اور قراء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
متاخرین نے مصحف عثمانی کے بارے میں اختلاف کیا۔ جس پر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اجماع ہے، کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مصحف میں قراءات سبعہ یا مکمل قراءات عشرہ موجود تھیں؟ کیا وہ اُحرف سبعہ میں ایک حرف تھا جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے یا سبعہ احرف کا مجموعہ تھا؟ اس میں دو مشہور قول ہیں:

① وہ مصحف سبعہ احرف میں سے ایک حرف پر مشتمل تھا۔ یہ سلف آئمہ اور اہل علم کا قول ہے۔
② وہ مصحف تمام سبعہ احرف پر مشتمل تھا۔ یہ بعض اہل کلام اور قراء کرام وغیرہ کا قول ہے۔

اور تمام اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ احرف سبعہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں کہ ان کے معنی میں تضاد اور تناقض ہو بلکہ وہ ایک دوسرے کے معنی کی تصدیق وتائید کرتے ہیں۔ جس طرح آیات قرآنیہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ مصحف کے احتمالی خط میں قراءات کے تنوع کا سبب شارع کی طرف سے اجازت ہے، کیونکہ قراءات کا مصدر سنت اور اتباع ہے، رائے اور بدعت نہیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ قراءات ہی احرف سبعہ ہیں تو بطریق اولی واضح ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کو سبعہ احرف میں پڑھنے کی اجازت دے دی جو سب کے سب شافی وکافی ہیں۔ باوجودیکہ رسم میں احرف کا تنوع تھا۔ اب جبکہ رسم میں حروف کا اتفاق ہے تو اسے بالاولی جائز ہونا چاہیے۔ یعنی ایک رسم کی وجہ سے یاء اور تاء کی قراءت بالاولی صحیح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عہد صحابہ کرام میں قرآن مجید کو اعراب اور نقطوں کے بغیر لکھا گیا تھا تاکہ رسم کی صورت دونوں قراءات کا احتمال رکھے۔ جیسے یاء اور تاء، ضمہ اور فتحہ۔ اور وہ ان دونوں قراءات کو تلفظ سے ضبط کرتے تھے۔ اور ایک ہی رسم الخط دونوں قراءات پر دلالت کرتا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اکٹھے حاصل کئے۔ جیسا کہ ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خيركم من تعلم القرآن وعلمه» [صحيح البخاري: ٥٠٢٧]

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن مجید سیکھتا ہے اور اسے آگے سکھاتا ہے۔“

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سیکھتے تھے اور اس وقت تک اگلی آیات نہ پڑھتے تھے جب تک ان آیات میں موجود علم وعمل سے آگاہ نہ ہو جاتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کا علم اور عمل اکٹھے سیکھے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کے حروف اور معانی کی اکٹھی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول «خيركم من تعلم القرآن وعلمه» کے معنی میں داخل ہے بلکہ حروف کی تعلیم حاصل کر کے معانی سیکھنا ہی مقصود ہے۔ اور اسی سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

جیسا کہ جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ؟ وغیرہ فرماتے ہیں:

”ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا جس سے ہمارا ایمان زیادہ ہو گیا، اور تم پہلے قرآن سیکھتے ہو پھر ایمان سیکھتے ہو۔

صحیحین میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں، جن میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے جبکہ دوسری کے انتظار میں ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی ہے، پھر قرآن نازل ہوا ہے۔“ [صحيح بخارى: ٦٤٩٧، صحيح مسلم: ١٤٣]

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا تھا اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حروف اور معانی کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِن جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا...﴾[الشوریٰ:۵۲]

نماز اور غیر نماز میں رسم مصحف کے موافق قراءات ثابتہ کی تلاوت کرنا جائز ہے،لیکن قراءتِ شاذہ کے ساتھ نہیں۔[مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة:۱۳/۳۸۹]

قراءاتِ سبعہ کو جمع کرنے کا حکم

سوال: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا قراءاتِ سبعہ کو جمع کرنا سنت ہے یا بدعت؟ اور کیا عہد نبوی میں ان قراءات کو جمع کیا گیا یا نہیں؟ اور کیا قراءات کو جمع کرکے پڑھنے والے کو ایک روایت پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نفسِ قراءات کی معرفت اور ان کا حفظ سنت متبعہ ہے، جسے بعد والے پہلے والوں سے اَخذ کرتے چلے آئے ہیں قرآن مجید کی معرفت، جسے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھاتے رہے اور جس پر ان کا اجماع ہے، سنت ہے، اور قراءات کو جاننے اور انہیں حفظ کرنے والے کے لئے صرف ایک روایت جاننے والے کی نسبت زیادہ ثواب ہے۔

نماز یا عام تلاوت میں ان قراءات کو جمع کرکے پڑھنا بدعت مکروہہ ہے، لیکن حفظ اور تعلیم کے لئے ان کو جمع کرکے پڑھنا اجتہاد ہے جس پر ایک گروہ نے عمل کیا ہے۔[مجموع فتاویٰ لابن تیمیة:۱۳/۴۰۴]

[نیز یاد رہے کہ آج کل محافل قراءات میں جمع کرکے پڑھی جانے والی قراءات کا مقصد بھی تعلیم ہی ہوتا ہے تاکہ عوام الناس کو قراءات کا تعارف ہو جائے اس اعتبار سے محافل قراءات میں جمع کرکے پڑھنا جائز ہے۔ مترجم]

سوال: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص قوم کی امامت کرتے وقت اپنی نماز میں عموماً امام ابوعمرو بصری کی قراءت پڑھتا ہو، لیکن کبھی کبھار قراءتِ ابوعمرو بصری کے ساتھ ساتھ روایت ورش یا قراءت نافع، یعنی مختلف روایات، میں قراءت کرلیتا ہو تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟ یا اس کی نماز میں نقص واقع ہو جائے گا؟ یا وہ اپنی نماز کو دوبارہ پڑھے گا؟

جواب: شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کا بعض حصہ امام ابوعمرو بصری کی قراءت میں اور بعض حصہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت میں پڑھنا جائز ہے، برابر ہے کہ وہ ایک ہی رکعت میں ہو یا دو رکعات میں ہو، داخل نماز میں ہو یا خارج نماز میں ہو۔[الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة:۱/۲۳۰]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءات قرآنیہ کا تعدد

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قراءات قرآنیہ کے متعدد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اختلاف ہے اور وہ کافی وشافی معانی تک دلالت نہیں کرتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُوراً﴾ [الاسراء:۱۳]

جواب: نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن القرآن نزل من عند الله على سبعة أحرف" [صحیح البخاري:۴۹۹۲، صحیح مسلم:۸۱۸]

''بیشک قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف پر نازل ہوا ہے۔''

یعنی آسانی کے لئے عربوں کی سات لغات اور لہجات پر نازل ہوا ہے۔ اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ قراءات کا تعدد تحریف وتغیر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

ایسی قراءات میں سے ایک، اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا﴾ [الاسراء:۱۳]

اس آیت مبارکہ میں لفظ "یلقاہ" میں دو قراءات ہیں۔

① يَلْقَاهُ (بفتح الياء والقاف مخففة) اس قراءت کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہوگا۔ اگر وہ شخص جنتی ہوگا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہوگا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

② يُلَقَّاهُ (بضم الياء وتشديد القاف) اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روز قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شئی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ [البقرة:۱۰]

اس آیت مبارکہ میں لفظ یکذبون میں دو قراءاتیں ہیں۔

① يَكْذِبُونَ: (بفتح الياء وسكون الكاف وكسر الذال) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

② یُکَذِّبُوْنَ:(بضم الیاء فتح الکاف وتشدید الذال المکسورۃ) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے منافقین کے اَوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔

پہلا وصف: وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کی اخبار میں جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسرا وصف: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

اور منافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اندر جمع کرلیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔ تحریف وتغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

الرئيس	نائب رئيس اللجنة	عضو	عضو
عبد العزيز بن باز	عبد الرزاق عفيفي	عبد الله بن غديان	عبد الله بن قعود

[فتویٰ رقم: ۱۰/۴،۴،۱۹۷۷]

روایت ورش میں قراءت کرنے کا حکم

سوال: کیا نماز میں روایت ورش کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے؟ حالانکہ ہمارے ہاں روایت حفص عن عاصم متداول ہے۔

جواب: روایت ورش عن نافع کے ساتھ قراءت کرنا فی نفسہا علماء قراءات کے نزدیک صحیح اور معتبر ہے، لیکن ایسی جگہ اس کی قراءت کرنا جہاں اس کے علاوہ کوئی دوسری روایت، مثلاً روایت حفص عن عاصم متداول ہو تو وہاں روایت ورش کی تلاوت مقتدیوں کے دل میں خلش پیدا کر دے گی لہٰذا مقتدیوں کی خلش کو دور کرنے کے لئے روایت ورش کی قراءت نہ کی جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص منفرد (تنہا) نماز ادا کر رہا ہو تو اس کے لئے عدم مانع کی بناء پر اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ وباللہ التوفیق

اللجنة الدائمه للبحوث العلمية والإفتاء

الرئيس	نائب رئيس اللجنة	عضو	عضو
عبد العزيز بن باز	عبد الرزاق عفيفي	عبد الله بن عديان	عبد الله بن قعود

[فتویٰ رقم: ۱۳/۴،۷۳۳۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نماز میں ایک آیت کو مختلف قراءات سے پڑھنے کا حکم

سوال: کیا نماز کی ایک ہی رکعت میں کسی آیت کو مختلف قراءات متواترہ ثابتہ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے؟ مثلا ہم پڑھیں" مالك يوم الدين۔ ملك يوم الدين "اور اگر ناجائز ہے تو ایسا کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہمارے علم کے مطابق یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سورۃ الفاتحہ وغیر الفاتحہ کے کسی بھی کلمہ کو دو مختلف قراءتوں سے نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی خلفاء راشدین یا صحابہ کرام میں سے کسی سے ایسا کرنا منقول ہے۔ اور نہ ہی ایسا کرنا مناسب ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے اور اس پر استمرار کرتا ہے تو وہ شخص دین میں بدعت ایجاد کرتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شروع نہیں کیا۔ بدعت کی مذمت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد

لیکن ایسا کرنے والے آدمی کی نماز صحیح ہوگی۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو	نائب رئيس اللجنة	الرئيس
عبد الله بن قعود	عبد الله بن غديان	عبد الرزاق عفيفي	عبد العزيز بن باز

[فتویٰ رقم ۳۲۷۶:۲/۳۹۴]

سوال: شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ بات درست ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے وقت سبعہ احرف میں سے بعض احرف یا بعض قراءات کو حذف کر دیا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ما تيسر منه»

محقق اہل علم فرماتے ہیں کہ اس سے متقارب المعنی، مختلف الالفاظ حرف مراد ہیں۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اختلاف کی خبر ملی اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آکر کہا "أدرك الناس" لوگوں کو سنبھالیے! تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جمع قرآن کا مشورہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کرنے کی تجویز دی تا کہ لوگ اختلاف نہ کریں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکنی کمیٹی بنا دی اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا رئیس مقرر کر دیا۔ اس چار رکنی کمیٹی نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کر دیا۔ اور مملکت اسلامیہ کی تمام بڑے شہروں کی طرف اس کی ایک ایک کاپی بھیج دی۔

موجودہ قراءات سبعہ یا قراءات عشرہ اسی ایک حرف کے اندر موجود تھیں۔ قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کرنے کا مقصد، کلام اللہ کی حفاظت، لوگوں کو اختلاف سے روکنا اور فتنے سے بچانا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ رب العزت نے سبعہ احرف پر پڑھنے کو واجب قرار نہیں دیا، بلکہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: «فاقرء وا ما تیسر منه» اس میں سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔
لوگوں کو ایک حرف پر جمع کرنا، انتہائی پاکیزہ کام ہے جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شکریے کے لائق ہیں، کیونکہ اس میں لوگوں کی تسہیل و آسانی ہے اور مسلمانوں کے درمیان موجود اختلاف کا خاتمہ ہے۔
[مجموعہ فتاوی لابن باز:۳۲۱/۹]

سوال: شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا سورۃ الضحی سے لے کر آخر قرآن تک تکبیر کہنا ثابت ہے؟
جواب: انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ نبی کریمﷺ سے ثابت نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ الضحی کی تفسیر کے شروع میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لیکن یہ ایک عادت ہے جس پر بعض قراء کرام ایک ضعیف حدیث کو بنیاد بنا کر عمل کرتے ہیں۔ اس کو ترک کر دینا اولیٰ ہے، کیونکہ عبادات ضعیف احادیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔ [مجموعہ فتاوی لابن باز:۴۴۰/۱]
تنبیہ: یہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی ذاتی رائے ہے حقیقت یہ ہے کہ سورۃ الضحی سے لے کر آخر قرآن تک تکبیر کہنے کے حوالے سے اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ تفصیلات جاننے کے لئے اسی شمارہ میں موجود شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے مضمون [تکبیر کا بیان] کا مطالعہ فرمائیں۔

سعودی عرب کے ہی نامور عالم دین شیخ ابن جبرین حفظہ اللہ، تکبیر کے حوالے سے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
جواب: قراءِ عشرہ میں سے امام ابن کثیر مکی کی قراءت میں تکبیر (الله أكبر کہنا) وارد ہے اور انہوں نے اپنے مشائخ سے لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کی سند سے یہ روایت کیا ہے کہ سورۃ الضحی سے لے کر سورۃ الناس کے آخر تک ہر سورت کے بعد "الله أكبر" کہا جائے، لیکن محدثین سے یہ تکبیر منقول نہیں ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مرفوعاً ثابت نہیں ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے علاوہ قراء عشرہ میں سے کسی نے بھی تکبیر کو نقل نہیں کیا۔ لہٰذا جو شخص امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت پڑھ رہا ہو، وہ تکبیر کہہ لے، لیکن تکبیر کہنے والے یا نہ کہنے والے میں سے کسی پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ [فتاوی إسلامیہ:۴۷/۴]

سوال: دس آیات کی تلاوت میں سے کیا ہر آیت کو جدا جدا قراءت میں تلاوت کرنا جائز ہے؟ یا دس کی دس آیات کو پہلی آیت میں پڑھی گئی قراءت میں ہی مکمل کرنا لازم یا اولی ہے؟
جواب: اولیٰ یہی ہے کہ جس قراءت میں پہلی آیت کو شروع کیا جائے، دس کی دس آیات کو اسی قراءت میں تلاوت کیا جائے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس آیت کے موضوع سے متعلقہ تمام آیات کو اسی قراءت میں تلاوت کیا جائے۔ [فتاوی و مسائل لابن الصلاح:۲۳۰/۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سوال: کیا قراءاتِ شاذہ کے ساتھ تلاوت کرنا جائز ہے؟ اور کیا نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت مکروہ ہے؟

جواب: قراءات متواترہ کے سوا تلاوت کرنا ناجائز ہے۔اور وہ قراءات جو تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہیں، نماز وغیر نماز دونوں حالتوں میں ان کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، اور ہر صاحب استطاعت شخص پر واجب ہے کہ وہ قیام واجب کیلئے اٹھ کھڑا ہو۔[فتاویٰ ومسائل لابن الصلاح:۲۳۱/۱]

سوال: اگر قراءاتِ شاذہ کے ساتھ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی شخص ان کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر مصر ہے تو کیا اسے گناہ کرنے والے کی مانند منع کیا جائے گا؟

جواب: اسے منع کرنا واجب ہے، اگر اسے اس قراءت کے شاذہ ہونے کا علم بھی ہو تو وہ گناہ گار ہے اور تعزیر کا مستحق ہے۔[فتاوی و مسائل لابن الصلاح:۲۳۲/۱]

سوال: اگر کوئی شخص روکنے کے باوجود قراءات شاذہ کی تلاوت کرنے سے باز نہیں آتا تو اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: اسے قید کر دیا جائے اور اس کی توہین کی جائے، صاحب قدرت شخص پر واجب ہے کہ وہ اسے دوبارہ قراءات شاذہ کے ساتھ تلاوت کرنے کی اجازت نہ دے۔[فتاوی ومسائل لابن الصلاح:۲۳۲/۱]

امام ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الملل والنحل' میں جمع قرآن، سبعہ احرف اور قراءات کے حوالے سے عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پہلی شق:

ان لوگوں نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ تم لوگ اپنی کتاب (قرآن) کی نقل کو کیسے صحیح کہہ سکتے ہو؟ حالانکہ اس کی قراءات میں باہم شدید اختلاف ہے۔تم میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھا دیتے ہیں اور بعض لوگ انہیں حذف کر دیتے ہیں، یہ تو اختلاف کا ایک باب ہوا۔

دوسری شق:

تم لوگ ایسی اسانید سے جو تمہارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہو کہ تمہارے نبی ﷺ کے اَصحاب کے چند گروہوں نے، اور ان کے ایسے تابعین نے، جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اَخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے الفاظ زائدہ ومبدلہ میں پڑھا ہے، کہ تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف (قرآن مجید) تمہارے مصحف کے خلاف تھا۔

تیسری شق:

نیز تمہارے علماء کے چند گروہ جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہو کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عفان رضی اللہ عنہ نے بہت سی صحیح قراءات کو نکال ڈالا جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے تم لوگوں کو جمع کیا اوران سات حرفوں میں سے جن پر تمہارے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے،صرف ایک حرف باقی رکھا ہے۔

تیسری شق:

نیز روافض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمہارے نبی کے اصحاب نے قرآن کو بدل دیا اوراس میں گھٹا بڑھا دیا۔

احقاق حق:

ان سب باتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔جیسا کہ ہم ایسے طریقے سے بیان کریں گے جس میں کسی کو کوئی اشکال نہ ہوگا۔وباللہ تعالی التوفیق

اختلاف قراءات:

تم لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم اپنی کتاب کی قراءات میں باہم مختلف ہیں،بعض چند حروف بڑھاتے ہیں بعض چند حروف گھٹاتے ہیں، تو یہ کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ وہ بھی ہمارا اتفاق ہے اورصحیح ہے۔اس لیے کہ ان حروف اوران تمام قراءتوں کی انتہا پوری پوری جماعتوں کی روایت سے رسول اللہ ﷺ تک ثابت ہے کہ وہ سب آپ پر نازل ہوئیں۔اس لیے ان تمام قراءتوں میں سے ہم جو بھی پڑھیں وہ صحیح ہے اوروہ سب قراءتیں شمار کی ہوئیں،محفوظ اوریاد کی ہوئیں اورمعلوم ہیں جن میں نہ کوئی زیادتی ہے نہ کمی۔لہٰذا اس فصل سے جو تمہارا اعتراض وتعلق تھا وہ باطل ہوگیا۔ وللہ تعالی الحمد

قراءات متروکہ:

تمہارا یہ کہنا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ایک گروہ سے اوران تابعین سے کہ جن کی ہم تعظیم کرتے ہیں اوران سے اپنا دین اَخذ کرتے ہیں باسانیدِ صحیح مروی ہے کہ انہوں نے قرآن کو ایسی قراءتوں میں پڑھا کہ ہم لوگ ان قراءتوں میں پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔تو یہ صحیح ہے۔

ہم لوگ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعظیم میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہمارا تقرب ان کی محبت کی وجہ سے ہے۔مگر صحابہ کو وہم وخطاء سے بعید نہیں سمجھتے اور نہ کسی ایسی چیز میں ان کی تقلید کرتے ہیں جس کو انہوں نے کہا ہے۔

ہم تو محض وہ چیز صحابہ سے لیتے ہیں جس کے متعلق ہمیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے خبر دی ہے جس کا انہوں نے خود مشاہدہ کیا ہے یا آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اوروہ بھی اس وجہ سے کہ ان کی عدالت،ثقاہت اورصدق ثابت ہو چکا ہے،لیکن ان امور میں ان کا خطا و وہم سے معصوم ہونا جو وہ اپنی رائے وظن وقیاس سے کہیں تو ہم اس کے قائل نہیں۔

اگر تم لوگ بھی اپنے ان اَحبار واساقفہ کے ساتھ جو تمہارے اورانبیاء علیہم السلام کے درمیان ہوئے ہیں ایسا ہی کرتے تو ہم تم پر ملامت نہ کرتے۔ بلکہ تم لوگ بھی صواب وہدایت پر ہوتے ، نازل شدہ حق کے پیرو اورخطائے مہمل سے دور ہو جاتے،لیکن تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے تمہارے لیے جو شریعت بنائی تم نے ان کی تقلید کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی اور دنیا وآخرت میں ہلاک ہوئے۔
وہ قراءتیں جن کا تم نے ذکر کیا وہ محض صحابی یا تابعی پر موقوف ہیں (ان کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتا) لہٰذا لامحالہ وہ صحابی یا تابعی کا وہم ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد وہم سے کوئی خالی نہیں۔

مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

تمہارا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف تمہارے مصحف کے خلاف ہے یہ کذب وباطل اور تہمت ہے۔ مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں بلاشک محض انہی کی قراءت ہے مگر ان کی قراءت وہی ہے جو امام عاصم کی قراءت ہے کہ دنیائے مشرق ومغرب میں تمام اہل اسلام کے یہاں مشہور ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ہم اس کو بھی پڑھتے ہیں اور دوسری قراءات کو بھی، کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ساری قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق بھی ان کا اعتراض باطل ہوگیا۔ والحمد للہ رب العالمین

مصحف عثمانی:

تمہارا یہ کہنا کہ ”علماء کی ایک جماعت نے جن سے ہم اپنا دین اخذ کرتے ہیں، بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے لوگوں کو جمع کر لیا تو اس میں نازل شدہ حروف میں سے چھ حروف نکال ڈالے اور صرف ایک حرف رہنے دیا تو یہ انہیں اغلاط میں سے ہے جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ وہ گمان ہے جس کے قائل نے خطا کی ہے، واقعہ ایسا نہیں ہے جیسا اس نے کہا بلکہ یہ سب مثل آفتاب روشن کے برہان سے باطل ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے وقت ہوئے ہیں کہ تمام جزیرۃ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مسجدوں اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قاری، بچوں عورتوں اور ہر موجود اور دور سے آنے والے کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ تمام یمن جوان کے زمانے میں متعدد شہروں اور بستیوں پر مشتمل تھا، اسی طرح بحرین اور عمان جن کی وسیع آبادی میں متعدد شہر اور دیہات تھے، اسی طرح تمام مکہ، طائف، مدینہ اور شام، اسی طرح جزیرۃ، اسی طرح تمام مصر اور اسی طرح کوفہ وبصرہ کہ ان تمام آبادیوں میں اس قدر قرآن وقاریان قرآن تھے کہ ان کا شمار سوائے اللہ کے کوئی نہیں کر سکتا، جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کا قصد بھی کرتے تو ہرگز اس پر قادر نہ ہوتے۔

یہ کہنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیا تو یہ بھی باطل ہے۔ مذکورہ بالا وجوہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر بھی قادر نہیں ہو سکتے تھے اور نہ کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طرف گئے کہ لوگوں کو اپنے لکھے ہوئے مصحف پر جمع کریں انہیں محض یہ اندیشہ ہوا کہ فاسق آ کے دین میں مکر کی کوشش کرے یا اہل خیر ہی میں سے کوئی وہم کرے اور قرآن کا کچھ حصہ بدل دے۔ نتیجے میں ایسا اختلاف ہوگا جو گمراہی تک پہنچا دے گا۔ انہوں نے متفق ہو کر چند قرآن لکھے اور ہر سمت ایک قرآن بھیج دیا کہ اگر کوئی وہم کرنے والا وہم کرے یا کوئی بدلنے والا بدل دے تو اس متفق علیہ قرآن کی طرف رجوع کر لیا جائے لہٰذا حق ثابت وواضح ہوگیا اور کید ووہم باطل ہوگیا۔

یہ کہنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف مٹا دیئے تو جو یہ کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کرتے یا ایسا کرنے کا ارادہ کرتے تو اسلام سے خارج ہو جاتے اور ایک ساعت بھی نہ ٹھہرتے۔ یہ ساتوں حروف ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہاں موجود ہیں۔ جیسے تھے ویسے ہی قائم ہیں مشہور ومنقول وماثور قراءتوں میں محفوظ ثابت ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

[مذکورہ بالا بحث امام ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل کے اردو ترجمے 'قوموں کا عروج وزوال' مترجم: مولانا عبداللہ عمادی سے لی گئی ہے صفحہ نمبر ۳۱۷ تا ۳۱۹۔ نیز قراءات عشرہ اور سبعہ احرف کے حذف کے حوالے سے یہی بحث امام ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب الاحکام فی أصول الاحکام میں بھی موجود ہے۔ [۵۶۵/۱] اختصار کی غرض سے یہاں نقل نہیں کی جارہی]

امام ابن حزم رحمہ اللہ معوذتین اور سورۃ الفاتحہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وہ قرآن مجید جو مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے پاس مصاحف میں موجود ہے، سورۃ الفاتحہ سے لے کر آخر معوذتین تک۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اور وحی الٰہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی جناب محمد ﷺ کے دل پر نازل فرمایا: جس شخص نے اس (قرآن) میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فأجرہُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ﴾ [التوبۃ:۶]

نیز فرمایا: ﴿نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ عَلٰی قَلۡبِكَ﴾ [الشعراء:۱۹۳]

نیز فرمایا: ﴿وَکَذٰلِكَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا﴾ [الشوریٰ:۷]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ ان کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین موجود نہیں تھیں، جھوٹی اور موضوع ہے اور ان سے صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ ان سے امام عاصم کی قراءت عن زر بن حبیش عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح ثابت ہے، اور اس قراءت میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔ [المحلی: ۱۳/۱]

امام ابن حزم رحمہ اللہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے متعلق فرماتے ہیں:

جو شخص ان قراء کرام کی قراءت یا روایت پڑھتا ہے جنہوں نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو قرآن مجید کی آیت شمار کیا ہے، اس کی نماز بدون بسملہ درست نہیں ہوگی۔ بسملہ کو آیت شمار کرنے والوں میں امام عاصم بن ابی النجود، امام حمزہ، امام کسائی، امام عبداللہ بن کثیر رحمہم اللہ اور متعدد صحابہ کرام وتابعین عظام شامل ہیں۔ اور جو شخص ان قراء کرام کی قراءت یا روایت پڑھتا ہے جو بسملہ کو سورۃ الفاتحہ کی آیت شمار نہیں کرتے، وہ بسملہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کے درمیان مختار ہے۔ بسملہ کو آیت شمار نہ کرنے والوں میں امام ابن عامر شامی، امام ابوعمرو بصری اور امام یعقوب رحمہم اللہ شامل ہیں۔

آگے چل کر امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حق یہی ہے کہ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا فرض ہے۔ اور ان قراءاتِ قرآنیہ کے برحق اور قطعی ہونے میں اہل اسلام کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تمام کی تمام قراءات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہیں۔ جب تمام قراءات برحق ہیں تو انسان ان میں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ "بسم الله الرحمن الرحيم "بعض صحیح قراءات میں سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے، جبکہ بعض صحیح قراءات میں سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں ہے۔ بسملہ کی طرح متعدد ایسے الفاظ ہیں بعض صحیح قراءات میں موجود ہیں اور بعض میں نہیں ہیں جیسے "هو الغني الحميد" میں لفظ "هو" وغیرہ

قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے اور تمام کے تمام حروف برحق ہیں۔ اور قراءات کا مذکورہ اختلاف بھی بالاجماع انہی برحق سبعہ احرف میں سے ہے۔ [المحلی: ۲۵۱/۳، ۲۵۴]

اس کے علاوہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ کی شرح میں مختلف قراءات شاذہ کا تذکرہ کیا ہے۔ [المحلی: ۲۵۴/۴]

نیز انہوں نے سجود القرآن کی وضاحت کرتے ہوئے بھی مختلف قراءات کو نقل کیا ہے۔ [المحلی: ۱۰۵/۵، ۱۱۰]

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مصحف عثمان میں موجود ہر قراءت کو پڑھا جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ قراءت نافع عن اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ کو پسند کرتے تھے، اس کے بعد قراءت عاصم عن ابی بکر بن عیاش کو پسند کرتے تھے۔ نیز امام ابوعمرو بن العلاء البصری کی قراءت کے بھی مدح خواں تھے۔ وہ قراءات عشرہ میں سے قراءت حمزہ اور قراءت کسائی کے علاوہ، کسی کو بھی ناپسند نہیں کرتے تھے۔ قراءت حمزہ اور قراءت کسائی کو امالہ، ادغام، تکلف اور لمبی مد کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نزل القرآن بالتفخيم " قرآن مجید تفخیم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ [ذکرہ السیوطی فی الجامع الکبیر: ۱۵۵/۱]

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "أنزل القرآن بالتفخيم والتثقيل"

قرآن مجید تفیخم اور تثقیل کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

اور نمازوں میں ان دونوں (امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ) کی قراءت کے ساتھ تلاوت کرنا جائز ہے۔ الاثرم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ رحمہ اللہ سے کہا کہ: اگر کوئی شخص قراءتِ امام حمزہ کے ساتھ نماز پڑھاتا ہو تو کیا میں اس کے پیچھے نماز پڑھ لوں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس درجے کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچتا۔ لیکن مجھے قراءت حمزہ پسند نہیں ہے۔ [المغنی: ۱۶۵/۲]

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصحف عثمان سے خارج قراءات میں سے ہر قراءت، جیسے قراءت ابن مسعود وغیرہ کے ساتھ نماز ادا کرنا غیر مناسب ہے، کیونکہ قرآن مجید بطریق تواتر ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ قراءات غیر متواتر ہیں اور ان کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہے اگر کوئی قراءت ایسی ہو جس کی نقل صحیح اور سند متصل ہو تو اس میں اہل علم کے دو قول ہیں:

① اس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی۔

② اس کے ساتھ نماز صحیح ہوگی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور بعد، دونوں زمانوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اپنی ان قراءات کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
«من أحب أن يقرأ القرآن غضا كما أنزل فليقرأه على قراءة ابن أم عبد»
[سنن ابن ماجة:۴۹/۱، مسند أحمد:۷/۱، ۲۶، ۳۸، ۴۴۵، ۴۵۴]
’’جو شخص اس طرح قرآن پڑھنا چاہتا ہو جس طرح نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت پر پڑھے۔‘‘

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے قراءتِ قرآن میں اختلاف کیا تو انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا «اقرء وا كما علمتم» تمہیں جیسے سکھلایا گیا ہے اسی طرح پڑھو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعِ عثمانی سے قبل بعض ان قراءات کے ساتھ بھی نماز ادا کیا کرتے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف سے حذف کر دیں۔ وہ ان قراءات کی تلاوت میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کی قراءات کی تلاوت سے وہ بطلان نماز کے قائل تھے۔ [المغنی:۱۶۶/۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاوش وترتیب: محمد اصغر ☆

حجّیت قراءات ......جمیع مکاتبِ فکر کا متفقہ فتویٰ

اہل علم کے دینی معروفات میں کچھ اُمور 'مسلمات' کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی قبولیت کے سلسلہ میں پچھلی صدیوں میں دو افراد کا کبھی باہمی اختلاف نہیں ہوا۔ ان اُمور میں 'قراءات سبعہ وعشرۃ' کی شرعی حجیت کا معاملہ سرفہرست ہے۔ اُمت کے سابقہ متعدد تاریخی ادوار میں دس سے زائد نامور شخصیات نے حجیت قراءات کے سلسلہ میں اِس 'اجماع' کو صراحتاً بیان کیا ہے۔ ہم اِن شخصیات کے ہمراہ اُمت کے اسلاف میں سے ۱۰۰ رنمائندہ علماء، جنہوں نے قراءات متواترہ کی قبولیت کو بنیادی عقائد کا حصہ قرار دیتے ہوئے قرآن مجید قرار دیا ہے، کی تحریروں سے 'انتخابات' پر مشتمل ایک تحقیقی مضمون ان شاء اللہ آئندہ رشد قراءات نمبر (حصہ سوم) میں شائع کریں گے، سردست بعض قدیم وجدید نامور عرب مفتیان کے فتاویٰ پر مبنی ایک تحریر اس رسالہ میں بھی شامل اشاعت ہے۔

عصر حاضر میں اس دعوائے اتفاق کو ثابت کرنے کے لئے ہم فی الحال 'قراءات عشرۃ' کے متواتر اور مسلّمہ ہونے کے بارے میں پاکستان کے جمیع مکاتب فکر (اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ حضرات) کے مختصر و تفصیلی فتاویٰ جات پر مبنی دو مضمون شائع کر رہے ہیں، جنہیں مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے فاضل رکن جناب مولانا محمد اصغر نے پچھلے چار ماہ کی جہدِ مسلسل اور محنت شاقہ سے ترتیب دیا ہے۔ موصوف نے تمام معروف مدارس دینیہ اور نمائندہ شخصیات سے فتاویٰ جات کے حصول کے لئے سینکڑوں رابطے کئے، جن کے نتیجہ میں تاحال ۳۰ کے قریب مستقل فتاویٰ جات اور (دارالافتاء، جامعہ ہذا کے فتویٰ پر) تقریباً ایک صد تائیدیں موصول ہوئیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ابھی مزید فتاویٰ کی وصولی تاحال جاری ہے، جنہیں ہم رشد قراءات نمبر (حصہ سوم) میں 'ضمیمہ فتاویٰ' کے زیر عنوان شائع کریں گے۔ اِن شاء اللہ

واضح رہے کہ اس فتویٰ کے حصول میں بنیادی پس منظر یہ تھا کہ جو لوگ قراءات متواترہ کا بانگ دہل انکار کرتے ہیں، معاصر اہل علم کی ان کے بارے میں اتفاقی رائے معلوم کی جائے، خصوصاً اہل اشراق کے اس دعوے کا علمی جائزہ لینا بھی مقصود تھا کہ کیا برصغیر پاک وہند میں رائج 'قراءات عامۃ' ہی قرآن ہے؟ اب عوام الناس تو چونکہ اپنی تلاوت میں علماء وقراء کے تابع ہیں، چنانچہ ان فتاویٰ جات سے باآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ صرف برصغیر پاک وہند میں مروّجہ 'قراءۃ حفص' کو قرآن قرار دینے کا نقطہ نظر اہل علم کے ہاں کیا علمی وزن رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ان قراءات کا کھلم کھلا انکار کرتا ہے، وہ تو منکر قرآن ہونے کی وجہ سے صریحاً کافر ہے، البتہ جسے تاویل کی غلطی نے اس موقف کی طرف مائل کیا ہے تو وہ بھی انتہائی گمراہ، بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

یہاں یہ بات بھی وضاحت کے قابل ہے کہ ہم نے فتاویٰ کے سلسلہ میں خصوصاً یہ بھی اہتمام کیا ہے کہ جماعت

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اہل حدیث کی جمیع نمائندہ شخصیات کے تائیدی یا تفصیلی فتاویٰ حاصل کیے جائیں۔ان فتاویٰ جات کی روشنی میں ہم با آسانی کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کے تمام اہل حدیث علماء 'حجیت ِقراءات' کے مسئلہ پر متفق ہیں اوران کے مابین اس مسئلہ کے ضمن میں اِجمالی طور پر کوئی اختلاف موجود نہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر مکاتب فکر بھی اسی طرح اپنا اِجماعی موقف اُمت کے سامنے پیش کریں، تاکہ ملحدین کا یہ موقف کہ اُمت مسلمہ قراءات کے نام سے غیر قرآن کو بطورِ قرآن اپنائے ہوئے ہے، کا قلع قمع ہوسکے اور حفاظت ِقرآن کے الٰہی وعدہ کا عملی طور پر ظہور ہوسکے۔ [ادارہ]

سوال: کیا مروّجہ قراءات قرآنیہ کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت موجود ہے؟ ثبوت کی صورت میں اس کے انکاری کے متعلق علمائے اُمت کی کیا رائے ہے؟

جواب: قراءات عشرہ دس ائمہ کی ان مرویات کا نام ہے جو قرآن مجید اوراس کی متنوع 'قراءات' کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے اُمت کو منتقل ہوئیں۔موجودہ قراءات عشرہ صحیح احادیث میں وارد سبعة أحرف کا حاصل ہیں اور ان کی نسبت ائمہ عشرہ کی طرف ٹھیک اُسی طرح ہے جس طرح محدثین کرام کی مرویات ان کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔تمام متواتر قراءتوں کے الفاظ بالکل قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں،جیسا کہ ان کی حجیت کو کتب اَحادیث میں محدثین کرامؒ نے مستقل ابواب قائم کرکے ثابت کیا ہے، مثلاً امام ترمذی نے 'کتاب القراء ات' اورامام ابوداؤد نے 'کتاب الحروف والقراء ات' کے نام سے اپنے مجموعہ ہائے اَحادیث میں باقاعدہ کتابیں قائم کی ہیں۔

سبعہ احرف کی مزید وضاحت کچھ یوں ہے کہ قرآن مجید میں متعدد اَسالیب تلاوت کے ضمن میں صحیح اور متواتر روایت «أنزل القرآن علی سبعة أحرف» [صحیح بخاری:۴۹۹۲، ۵۰۴۱، صحیح مسلم:۱۸۹۶، ۱۸۹۷] اس بات پر بلاشبہ دلالت کرتی ہے کہ دین میں قرآن مجید کو متنوع انداز میں پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ اختلاف قراءات یا بالفاظ دیگر قرآن مجید کو مختلف لہجات میں پڑھنا ہر حال میں ثابت ہے اس کے بارے میں ''لا إله الا الله'' پڑھنے والے کسی بھی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''القراء ات السبع التی اقتصر علیها الشاطبی والثلاث التی هی قراء ة أبی جعفر وقراء ة یعقوب و قراء ة خلف ، متواترة معلومة من الدین بالضرورة و کل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدین بالضرورة انه منزل علی رسول اللهﷺ لا یکابر فی شيء من ذلك إلا جاهل ولیس تواتر شيء من ذلك مقصورا علی من قرأ بالروایات بل هی متواترة عند کل مسلم یقول:أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، ولو کان مع ذلك عامیا جلفا لا یحفظ من القرآن حرفاً وحظ کل مسلم وحقه أن یدین الله تعالیٰ وتجزم نفسه بأن ما ذکرنا متواتر معلوم بالیقین لا تتطرق الظنون ولا الارتیاب إلی شئ منه والله تعالیٰ أعلم . [اتحاف فضلاء البشر للدمیاطی:۹/۱]

''وہ سات قراءات جن پر شاطبیؒ نے انحصار کیا ہے اور وہ تین قراءات جو ابوجعفر، یعقوب،اور خلف سے منسوب ہیں، سب کی سب متواترہ ہیں اور دین سے بالضرورۃ ثابت ومعلوم ہیں۔حتیٰ کہ ہر وہ حرف، جس کے ساتھ قراءعشرہ میں سے کوئی قاری منفرد ہو، وہ بھی بالضرورۃ دین سے معلوم ہے اور رسول اللہ پر نازل شدہ ہے۔مذکورہ نقطہ نظر سے انحراف کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے۔ان قراءات وروایات کا تواتر صرف ماہرین علم قراءات کی حد تک معلوم وثابت نہیں، بلکہ ہر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کے نزدیک قراءات عشرہ متواترہ ہیں جو أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله کا قائل ہے، اگرچہ وہ ایسا عامی ہی کیوں نہ ہو جس نے قرآن کریم میں سے ایک حرف بھی حفظ نہ کیا ہو۔لہٰذا ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور جو کچھ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے اس پر یقین رکھے کہ وہ متواتر ہے اور اس یقین کے ساتھ عقیدہ رکھے کہ ان (قراءاتِ عشرہ) میں شکوک وشبہات پیدا نہیں ہو سکتے۔''

◉ نواب صدیق حسن خاں بہادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وقد ادعى أهل الأصول تواتر كل واحدة من القراء ات السبع بل العشر''

[حصول المأمول:ص۳۵]

''اصولیوں نے قراءات سبعہ بلکہ عشرہ میں سے ہر قراءت کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔''

◉ امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''وقد انعقد الإجماع على حجية قراء ات القراء العشرة وأن هذه القراء ات سنة متبعة لا مجال للاجتهاد فيها...... وقال...... القراء ات توقيفية وليست اختيارية خلافاً لجماعة'' [البرهان فی علوم القرآن:۱/۳۲۱،۳۲۲]

''قراءعشرہ کی قراءت کی حجیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، یہ قراءت ،سنت متبعہ (یعنی توقیفی) ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے......اور فرماتے ہیں:......ایک جماعت کی رائے کے برعکس یہ قراءات اختیاری نہیں بلکہ توقیفی ہیں۔''

◉ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حد الكتاب ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهورة نقلاً متواترا''

[المستصفیٰ:۱۰۱]

''قرآن مجید وہ ہے جو مشہور احرف سبعہ پر نقل متواتر کے ساتھ دو گتوں کے درمیان ہم تک نقل کیا گیا ہے۔''

◉ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' لم ينكر أحد من العلماء قراء ات العشرة''

[مجموع الفتاوی:۱۳/۳۹۳]

''اہل علم میں سے کسی ایک نے بھی قراءات عشرہ کا انکار نہیں کیا۔''

◉ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''فالمتواتر لا يجوز انكاره لأن الأمة الإسلامية قد أجمعت عليه۔ وتواتر القراء ات من الأمور الضرورية التي يجب العلم بها'' [شرح الفقه الأكبر:ص۱۶۷]

''متواتر کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اور تواتر قراءات امورِ ضروریہ میں سے ہے جس کا علم ہونا واجب ہے۔''

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' إن أصحاب القراء ات من أهل الحجاز والشام والعراق كل منهم عزا قراء ته التي اختارها إلى رجل من الصحابة قرأها على رسول الله ﷺ لم يستثنِ من جملة القرآن شيئاً'' [الإعلام:۲/۲۷۳]

''حجازی، شامی اور عراقی اصحابِ قراءات میں سے ہر قاری نے اپنی اختیار کردہ قراءت کو کسی نہ کسی صحابی رسول کی طرف منسوب کیا ہے۔جنہوں نے قرآن میں سے کوئی چیز چھوڑے بغیر یہ قراءات نبی اکرمﷺ کو سنائی۔''

◉ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''وقد أجمع المسلمون فی هذه الأعصار على الاعتماد على ماصح عن هولاء الأئمة مما رووه ورأوه من القراء ات وكتبوا فی ذلك مصنفات فاستمر الإجماع على الصواب وحصل ما وعد الله به من حفظ الكتاب وعلى هذا الأئمة المتقدمون والفضلاء المحققون كالقاضی أبی بكر بن الطيب والطبری وغيرهما''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[تفسیر القرطبی:۴۶/۱]

''اس دور میں ان معروف ائمہ قراءات سے صحیح ثابت قراءات پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ان ائمہ کرام نے علم قراءت پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔قاضی ابوبکر ابن الطیب اور امام طبری جیسے ائمہ متقدمین اور فضلاء محققین کا اس قول پر اتفاق ہے۔''

◉ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ومضت الأعصار والامصار علی قراء ۃ السبعة وبها یصلی لأنها تثبت بالإجماع" [المحرر الوجیز:۴۹/۱]

''قراءات سبعہ پر متعدد ادوار گزر چکے ہیں اور یہ نمازوں میں پڑھی جا رہی ہیں، کیونکہ یہ اجماع امت سے ثابت ہیں۔''

◉ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"سبب تنوع القراء ات فیما احتمله خط المصحف هو تجویز الشارع وتسویغه ذلك لهم إذ مرجع ذلك إلی السنة والاتباع لا إلی الرأی والابتداع"

[مجموع فتاوی:۴۰۲/۱۳]

''خط مصحف میں مختلف قراءات کا احتمال شارع کی طرف سے ہے، کیونکہ اس کا مرجع سنت واتباع ہے۔اجتہاد ورائے نہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:«أنزل القرآن علی سبعة أحرف ، المراء فی القرآن کفر......» [مسنداحمد:۳۰۰، صحیح ابن حبان:۷۳، تفسیر ابن کثیر:۱۰۲/۲، فضائل القرآن:۶۳]

''قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے، قرآن مجید کے بارے جھگڑنا کفر ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ "أن من کفر بحرف منه فقد کفر به کله"

[تفسیر الطبری:۵۴/۱، الابحاث فی القراء ات:ص۱۸، نکت الانتصار للباقلانی:ص۳۶۴]

''جس شخص نے قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار کیا، یقیناً اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔''

◉ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"واتفقوا أن کل ما فی القرآن حق وأن من زاد فیه حرفاً ما غیر القراء ات المرویة المحفوظة المنقولة نقل الکافة أو نقص منه حرفاً أو غیر منه حرفاً مکان حرف و قد قامت علیه الحجة أنه من القرآن فتمادی متعمدا لکل ذلك عالماً بأنه بخلاف ما فعل ، فانه کافر" [مراتب الاجماع:ص۱۷۴]

''اور تمام اہل علم کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق ہے اور اس بات پر کہ ان قراءاتِ کے علاوہ جو (مروی) محفوظ (ہیں اور) تواتر کے ساتھ منقول ہیں، جوکوئی اس (قرآن) میں (اپنی طرف سے) کسی ایک حرف کا بھی اضافہ کرے یا اس میں سے کسی حرف کی کمی کرے یا کسی ایسے حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کر دے جس کا قرآن سے ہونا دلیل (قطعی ضروری) سے ثابت ہو اور وہ تعنت کی بنا پر عمداً ان (زیادتی، کمی یا تبدیلی) میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے یہ جانتے ہوئے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے جو کچھ یہ (کمی، زیادتی یا تبدیلی) کر رہا ہے تو وہ کافر ہے۔''

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"أن الإجماع منعقد علی أن من زاد حرکة أو حرفاً فی القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا علی ذلك یکفر" [منجد المقرئین:ص۹۷،۲۴۴]

''اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہو جانے کے باوجود) اس (کمی یا زیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات قرآنیہ یا بالفاظ دیگر قرآن مجید کو پڑھنے کے مختلف اسالیب قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان سب کا یا کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ بالاجماع گمراہ اور سبیل المؤمنین سے ہٹا ہوا ہے۔

دارالافتاء جامعہ لاہور الاسلامیہ لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی (رئیس دارالافتاء)
حافظ ثناء اللہ مدنی (شیخ الحدیث، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
مولانا محمد رمضان سلفی (نائب شیخ الحدیث جامعہ)
مولانا محمد شفیق مدنی (رکن دارالافتاء)

دارالافتاء الجامعہ السّلفیہ، فیصل آباد، پاکستان

- مولانا عبدالعزیز علوی (شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
- مولانا حافظ مسعود عالم (نائب شیخ الحدیث وعضو دارالافتاء جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
- مولانا محمد یونس بٹ (ناظم وفاق المدارس وعضو دارالافتاء جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
- مولانا عبدالحنان زاہد (رکن دارالافتاء، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

دارالافتاء جمعیت اہل حدیث، پاکستان

مولانا مفتی عبیداللہ عفیف (امیر جمعیت اہل حدیث، پاکستان)
حافظ ابتسام الٰہی ظہیر (ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث، پاکستان)

دارالافتاء دارالعلوم المحمدیۃ لوکو ورکشاپ، مغلپورہ لاہور

مولانا عبداللہ رفیق (شیخ الحدیث دارالعلوم المحمدیۃ)
مولانا عطاء الرحمٰن (مدرس دارالعلوم المحمدیۃ)
مولانا یحییٰ عارفی (مدرس دارالعلوم المحمدیۃ)
مولانا خاور رشید بٹ (مدرس دارالعلوم المحمدیۃ)

دارالحدیث الجامعۃ الکمالیۃ، راجووال ضلع اوکاڑہ

مولانا محمد یوسف (رئیس المجلس الافتاء وشیخ الحدیث دار الحدیث الجامعۃ الکمالیۃ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن یوسف (عضو المجلس الافتاء)

الشیخ محمد رفیق زاہد (عضو المجلس الافتاء)

عبیدالرحمٰن محسن (عضو المجلس الافتاء)

دارالافتاء کلیة القرآن والتربیة الإسلامیة، پھول نگر، قصور

قاری محمد ابراہیم میر محمدی (رئیس کلیة القرآن الکریم والتربیة الإسلامیة)

قاری صہیب احمد میر محمدی (مدیر کلیة القرآن الکریم والتربیة الإسلامیة)

الشیخ محمد اکرم بھٹی (شیخ التفسیر کلیة القرآن الکریم والتربیة الإسلامیة)

الشیخ محمد اجمل بھٹی (شیخ الحدیث کلیة القرآن الکریم والتربیة الإسلامیة)

قاری سلمان احمد میر محمدی (وکیل کلیة القرآن الکریم والتربیة الإسلامیة)

اکابرین اہل حدیث

مولانا عبداللہ امجد چھتوی (شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ السلفیۃ ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد)

مولانا محمد بنیامین (شیخ الحدیث ومفتی العام جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن)

نوٹ: محترم حافظ بنیامین مرحوم سے ادارہ ان کی وفات سے چند روز قبل فتویٰ حاصل کر چکا تھا۔

مولانا ارشادالحق اثری (مدیر ادارہ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد)

مولانا حافظ محمد شریف (مدیر جامعة التربیة الإسلامیة، فیصل آباد)

مولانا محمد امین (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ، فیصل آباد)

مولانا عبدالحمید ہزاروی (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ)

مولانا فاروق احمد راشدی (شیخ الحدیث الجامعة الإسلامیة گلشن آباد، گوجرانوالہ)

مولانا محمد اعظم (ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث ومدیر امتحانات وفاق المدارس السّلفیہ، پاکستان)

قاری محمد سعید کلیروی

حافظ محمد الیاس اثری (مدیر مرکز الاصلاح اہل حدیث، گوجرانوالہ)

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر (رئیس المجلس العلمی، پاکستان ورئیس الجامعة السعیدیة، خانیوال)

ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد (مدیر مرکز الدراسات الاسلامیة، میاں چنوں)

حافظ صلاح الدین یوسف (صاحب 'تفسیر احسن البیان' ومدیر شعبہ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور)

مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی (مفتی جماعۃ الدعوۃ پاکستان ورئیس مرکز الحسن، لاہور)

مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی (شیخ الحدیث جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور)

حافظ ذوالفقار علی (شیخ الحدیث کلیة أبی ھریرة للشریعة، لاہور)

قاری محمد یحییٰ رسولنگری (رئیس کلیۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ ومدیر جامعہ عزیزیہ ساہیوال)

قاری محمد ادریس العاصم (مدیر المدرسة العالیة، جامع مسجد لسوڑیوالی، لاہور)

قاری محمد عزیر (مدیر الجامعة العلوم الإسلامیة، گلشن راوی، لاہور)

قاری محمد یعقوب شیخ (مرکزی رہنما جماعۃ الدعوۃ، پاکستان)

شیخ عبداللہ ناصر الرحمانی (مدیر المعھد السلفی، کراچی)

مولانا نور محمد (مفتی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی)

مولانا خلیل الرحمٰن لکھوی (رئیس المعھد القرآن الکریم گلستان جوہر، کراچی)

حافظ محمد ادریس سلفی (مفتی جماعت غرباء اہل حدیث، کراچی)

ڈاکٹر سہیل حسن (ریسرچ سکالر اِدارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

مولانا محمد یونس عاصم (شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، اسلام آباد)

مولانا حافظ عبدالغفار مدنی (مرکزی رہنما جماعۃ الدعوۃ، پاکستان)

مولانا صلاح الدین لکھوی (شیخ الحدیث، جامعہ ابی ہریرہ، رینالہ خورد)

مولانا عبدالرحمٰن (شیخ الحدیث دارالافتاء الجامعة المحمدیة اوکاڑہ)

مولانا محمد رفیق اثری (شیخ دارالحدیث محمدیہ، جلال پور پیروالہ، ملتان)

مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدی (مدیر الجامعة الإسلامیة، صادق آباد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابوعمر عبدالعزیز النورستانی (مدیر الجامعۃ الاثریۃ، پشاور)

شیخ امین اللہ پشاوری (جامعہ تعلیم القرآن والسنۃ پشاور)

حافظ محمد اسماعیل الخطیب

حافظ عباس انجم گوندلوی (مسجد صدیقیہ ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ)

عبدالحق ہاشمی (صدر ادارہ دعوت وتبلیغ بلوچستان وامیر جماعت اسلامی، بلوچستان)

عنایت اللہ ربانی کاشمیری (تنظیم اتحاد القراء اہل حدیث، پاکستان)

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

مولانا محمد عبدالمجید دین پوری (نائب رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری

مولانا شعیب عالم (مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی

مولانا منظور احمد مینگل (مفتی جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی)

مولانا عبدالباری (مفتی جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی)

دارالافتاء جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

مولانا محمد فیاض خان (مفتی جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)

مولانا واجد حسین (مفتی جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)

دارالافتاء الجامعۃ الإسلامیۃ الامدادیۃ، فیصل آباد

مولانا محمد طیب (رئیس الجامعۃ الإسلامیۃ الامدادیۃ، فیصل آباد)

مولانا محمد زاہد (نائب الجامعۃ الإسلامیۃ الامدادیۃ، فیصل آباد)

دارالافتاء جامعہ دارالقرآن، مسلم ٹاؤن فیصل آباد

مولانا محمد عبداللہ (مفتی جامعہ دارالقرآن)

مولانا محمد یونس (مفتی جامعہ دارالقرآن)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

مولانا مختار اللہ حقانی (مفتی ومدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ)

مولانا عرفان الحق حقانی (مفتی جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ)

دار الافتاء جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ

مولانا عبد القیوم حقانی (سرپرست جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ)

مولانا حبیب اللہ حقانی (مفتی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ)

مولانا شاہ اورنگزیب حقانی (مفتی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ)

مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور

حافظ نذیر احمد ہاشمی (استاد کلیۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ)

حافظ زبیر احمد تیمی (ریسرچ ایسوسی ایٹ، قرآن اکیڈمی، لاہور)

اکابرین علمائے دیوبند

مولانا ابو عمار زاہد الراشدی (مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ)

مولانا محمد اجمل قادری (امیر عالمی انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ، لاہور)

مفتی سید احمد (مرکز خدام الدین شیرانوالہ گیٹ، لاہور)

قاری احمد میاں تھانوی (رئیس جامعہ دار العلوم الاسلامیہ علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)

قاری نجم الصبیح (مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار، لاہور)

مولانا عبد الحی مندوخیل (مدرسہ ریاض العلوم ژوب، بلوچستان)

....

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ، لاہور

ڈاکٹر محمد راغب نعیمی (مہتمم جامعہ نعیمیہ، لاہور)

مولانا محمد ہاشم (مفتی جامعہ نعیمیہ، لاہور)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دارالافتاء جامعہ رضویہ ٹرسٹ، ماڈل ٹاؤن، لاہور

مولانا غلام سرور قادری (مہتمم مفتی جامعہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

حافظ رب نواز (نائب مفتی جامعہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

اکابرین جماعت اہل سنت (بریلوی مکتب فکر)

مولانا مفتی محمد خان قادری (جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور)

مولانا محمد تنویر القادری (نائب مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

ڈاکٹر علی اکبر الازہری (ڈائریکٹر ریسرچ منہاج یونیورسٹی، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

قاری غلام رسول (بانی و مہتمم دارالقرآن مرکزی جامع مسجد نیو گارڈن، لاہور)

قاری محمد برخوردار احمد سدیدی (صدر و مہتمم جامعہ کریمیہ سدیدیہ بلال گنج، لاہور)

قاری محمد یوسف سیالوی (دینہ، ضلع جہلم)

قاری خدا بخش بصری (صدر مدرس شعبہ تجوید و قراءات دارالعلوم جامعہ انجمن نعمانیہ، اندرون ٹکسالی گیٹ، لاہور)

ڈاکٹر قاری محمد مظفر (صدر مدرس شعبہ تجوید و قراءات جامعہ رضویہ ٹرسٹ ماڈل ٹاؤن، لاہور)

....

دارالافتاء حوزۂ علمیہ جامعہ المنتظر، ماڈل ٹاؤن، لاہور

حافظ سید ریاض حسین نجفی (پرنسپل حوزۂ علمیہ جامعہ المنتظر، لاہور)

سید عباس شیرازی (مدرس و مفتی حوزۂ علمیہ جامعہ المنتظر، لاہور)

ڈاکٹر سید محمد نجفی (مدرس حوزۂ علمیہ جامعہ المنتظر، لاہور)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تائیدی فتاویٰ جات کے متعلق بعض توضیحات

اصل فتویٰ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مفتیان (حافظ عبدالرحمن مدنی، حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا محمد رمضان سلفی اور مولانا محمد شفیق مدنی حفظہم اللہ) نے تیار کیا جس پر تمام مکاتب فکر کے دار الافتا اور اکابر شخصیات سے تصدیق وتائید حاصل کی گئی۔بعض اہل علم نے اس فتویٰ پر وضاحتی نوٹس بھی لکھے جو کہ درج ذیل ہیں:

مولانا عبداللہ امجد چھتوی (شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ السلفیۃ ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد)

اُمت کی سہولت وآسانی کے لیے قرآن مجید کو سات قراءتوں میں پڑھنے کی رخصت رسول اللہ ﷺ سے صحیح اَحادیث سے ثابت ہے اور یہ سات قراءتیں باہمی تداخل قراءات سے زیادہ قراءات کے اثبات پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے لہٰذا نصوص قطعیہ یا اجماع امت سے ثابت شدہ قرآنی قراءات کا انکار کرنا عقل پرستی اور گمراہی ہے اور مؤمنوں کے راستہ سے انحراف کرنا ہے جس کی کتاب وسنت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

مولانا محمد امین (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ، فیصل آباد)

موجودہ قراءاتِ سبعہ یا عشرہ کے جواز کے بارہ میں واقعتاً اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں۔البتہ ان قراءات کا تعلق صرف لغت قریش سے ہے۔'احرف سبعہ' میں سے باقی لغات کا جواز عارضی طور پر مجبوری کی وجہ سے تھا۔مجبوری اور عذر کے ختم ہونے پر ان کا جواز بھی ختم ہوگیا اور وجود بھی۔اب ان کا کوئی وجود نہیں صرف لغت قریش باقی ہے اور موجودہ قراءات اسی لغت کو پڑھنے کے مختلف انداز ہیں۔ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

مولانا عبداللہ رفیق (شیخ الحدیث دارالعلوم المحمدیۃ)

محدثین کے نزدیک معتبر اَحادیث، وہ متواترہ ہوں یا غیر متواترہ، سے ثابت شدہ قراءات اور معتبر قراءِ عظام سے مروی وہ قراءات ولہجات جو سبعہ اَحرف کے ضمن میں آتے ہیں ان پر ایمان لانا اور ان کو تسلیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔اوران کا انکار صرف قرآن مجید کا ہی انکار نہیں بلکہ ان اَحادیث متواتر کا بھی انکار ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ قرآنِ مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ان قراءات کے انکار کرنے والے کے گمراہ ہونے اور صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں،البتہ قرآن مجید یا اس کی قراءات کے ثبوت کے لیے تواتر کی شرط لگانا یا تمام ثابت شدہ قراءات ولہجات کے بارے میں متوار ہونے کا دعویٰ کرنا محل نظر ہے۔

شیخ عبداللہ ناصر الرحمانی (مدیر المعہد السلفی، کراچی)

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد:

لقد وفقت لجنة الافتاء للرشد والسداد فجزی اللہ خیرا جمیع من ساھم فی أعداده وضاعف أجرھم وأجزل مثوبتھم واللہ تعالی ولی التوفیق.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اصغر ☆

معزز مفتیان کے تفصیلی فتاویٰ جات

[۱]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسّلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اپنے آخری رسول ﷺ پر اپنا صحیفہ ہدایت قرآن مجید کی شکل میں اتارا ہے اور وہ لفظ ومعنی دونوں اعتبار سے تیسیر وسہولت سے مزین وآراستہ ہے اور یہ تیسیر وآسانی قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے اس عملی سہولت وآسانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک طرف فرمایا ﴿طٰه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى إِلاَّتَذْكِرَةً لِمَن يَخْشٰى ﴾

''ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ پر بھاری ہوجائے۔ یہ تو ڈرنے والے کے لیے نصیحت ہے۔''

دوسری طرف فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِفَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴾ [القمر:۲۲]

''ہم نے قرآن مجید (پڑھنا اور سمجھنا) سمجھنے اور یاددہانی کے لئے آسان کردیا ہے کوئی ہے یاددہانی حاصل کرنے والا!۔''

اور اس کے پڑھنے اور سہولت کے ساتھ ساتھ سمجھنے کے لئے فرمایا:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا﴾ [مريم:۹۷]

''سو ہم نے اسے تیری زبان کے ذریعے آسان کردیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے حدود الٰہی کی پابندی کرنے والوں کو بشارت دیں اور جھگڑالو لوگوں کو آگاہ کردیں۔''

جس طرح عملی تیسیر وآسانی کے لئے آپ نے اپنے قول وفعل سے قرآن کی توضیح وتشریح فرمائی ہے اسی طرح پڑھنے میں سہولت وآسانی کے لئے سبعہ احرف میں پڑھنے کی اجازت فرمائی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ

''أتاه جبرائيل عليه السلام فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرف فقال اسئل الله معافاته ومغفرته وإن أمتى لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرفين فقال اسئل الله معافاته ومغفرته وإن أمتى لاتطيق ذلك ثم جاء ه الثالثة فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على ثلاثة أحرف فقال اسئل الله معافاته ومغفرته وإن أمتى لا تطيق ذلك ثم جاء ه الرابعة فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على سبعة أحرف فأيما حرف قرء وا عليه فقد أصابوا'' [صحيح مسلم:۸۲۱]

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ما تيسر منه» [صحيح البخاري:۴۹۹۲] یہ تمام

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلائے اور صحابہ کرام نے ان حروف کی تلاوت کی۔اورآپ کے دور میں اگر مختلف حروف میں قراءت کرنے والوں کا اختلاف ہوا تو آپ نے دونوں کی قراءت سن کر فرمایا:'کلا هما محسن' دونوں خوب کار ہو اور فرمایا ایسے امور میں اختلاف نہ کرو اس قسم کا اختلاف پہلی امتوں کی تباہی کا باعث بنا ہے۔[صحيح البخاري:۲۴۱۰]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی لفظی معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ [الحجر:۹]اس لئے قرآن مجید کے الفاظ میں کمی وبیشی کا امکان نہیں ہے فرمایا ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [حم السجدة ۴۲] قرآن مجید کا جیسے نزول ہوا اسی طرح محفوظ ہے اور یہ حفاظت سینوں اور سفینوں دونوں میں موجود ہے۔

مشہور قراءاتیں (سبعہ یا عشرہ وغیرہ)اسی طرح معروف ومشہور قراء کرام کی طرف منسوب ہیں جس طرح اَحادیث شریفہ کے مجموعے ان کے مدوّنین اور محدثین کی طرف منسوب ہیں۔مثلاً بخاری شریف میں مکتوب احادیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے اور صحیح مسلم کے مجموعہ کو امام مسلم کی طرف۔یہی صورت حال دوسرے مجموعوں کی ہے حالانکہ یہ تمام احادیث رسول اکرم ﷺ کے فرمودات ہیں،لیکن ان محدثین رحمہم اللہ کے مجموعوں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں اس لئے ان کی نسبت محدثین رحمہم اللہ کی طرف کردی جاتی ہے اسی طرح یہ قراءات قراء کرام سے منقول نہیں بلکہ ان قراء کرام کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہیں اسلئے ان قاریوں کی طرف منسوب کردی گئی ہیں یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ انہوں نے اپنے طور پیدا کردی ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے ان کا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید سیکھا اور بلغوا عني ولو آية کے پیش نظر اس امانت کو آگے منتقل کیا ہے اور یہ امانت امت کے تواتر سے بفضل اللہ تعالیٰ محفوظ اور موجود ہے اور اس کی صراحت ائمہ محدثین رحمہم اللہ اور فقہاء نے اپنی تحریرات میں فرمائی ہے۔كما هو البين في موضعه

قراءات کا انکار اسلام کے خلاف اٹھنے والی سازشوں کی ایک کڑی ہے جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام قراءات جو اُمت کے عملی اور علمی تواتر سے ثابت ہیں سب کی سب صحیح اور قرآن مجید ہیں ان میں کسی متواتر قراءت کا انکار درحقیقت قرآن مجید کا انکار ہے،مثلاً اگر بلادِ مشرق میں امام حفص رحمہ اللہ کی قراءۃ پڑھی جاتی ہے تو بلادِ مغرب میں روایت ورش یا روایت حمزہ کا رواج ہے ان میں سے کسی ایک کو صحیح اور دوسری کو غلط قرار دینے کی صورت میں قرآن مجید کی ایک قراءت کا انکار لازم آئے گا اور اس طرح قراءات کے انکار سے قرآن مجید میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مستشرقین کی سازش کو پنپنے کا موقع ملے گا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اُمت مسلمہ کے تواتر سے ثابت تمام قراءات اپنے تمام حروف اور شکلوں اور ہیئات کے ساتھ قرآن مجید ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار اُمت مسلمہ کے تواتر کا انکار ہے جو اتباع غير سبيل المؤمنين ہونے کی وجہ سے ضلالت وگمراہی ہے اور ایک اعتبار سے قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے۔

لہٰذا مسلمان اہل علم کو چاہیے کہ اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے میدان عمل میں آئیں۔اور اس مکروہ سازش کا سیاہ پردہ چاک کیا جائے۔اسلام تو اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبانے کی ناروا کوشش کی جائے گی ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾[الصف ۸]

(رئیس الافتاء) مولانا عبدالعزیز علوی　(رکن) مولانا حافظ مسعود عالم صاحب

(رکن) مولانا محمد یونس صاحب　(رکن) مولانا عبدالحنان زاہد صاحب

(دارالافتاء جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

[۲]

الحمد لله الذی أنزل علی سبعة أحرف القرآن لیتمیز بها أهل الجنان من أهل الخسران وجعلها حجة علی أهل الشك والزیغ والنکران۔ أما بعد:

دین اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہے جس کا منبع و مصدر قرآن وسنت ہے، دین اسلام جہاں اللہ کے ہاں مقبول دین ہے وہاں اپنے خصائص تیسیر و آسانی اور وضاحت وتبیین کی وجہ سے مخلوق کے ہاں بھی مقبول و قابل عمل ہے۔ سرتاج رُسل ﷺ نے اس خصوصیت کا اظہار یوں فرمایا: «بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ» ''میں یک رو (واضح) اور آسان دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔'' [المسند:۲۲۳۴۵/۵، ومعجم الکبیر:۷۸۸۳/۸]

چنانچہ آپ ﷺ نے اُمت کے لیے عملی میدان میں آسانی کے مختلف پہلو پیش کئے جیسا کہ طہارت و پاکیزگی میں آسانی کا رویہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: «إن بنی اسرائیل کان إذا أصاب ثوب أحدهم قرضه» ''بنی اسرائیل کے کپڑوں کو جب نجاست لگتی تو وہ (پاکیزگی کے لیے اتنا) کپڑا کاٹ دیتے'' [صحيح البخاري:۲۲۶] جب کہ اُمت محمدیہ کے لیے پانی کو مطہر بنادیا ہے۔ عبادات میں آسانی کو باور کراتے ہوئے فرمایا: «وجعلت لی الأرض مسجدا وطهورا وأیما رجل من أمتی أدرکته الصلاة فلیصل» ''اور زمین میرے لیے پاک اور مسجد بنا دی گئی ہے اس لیے میری اُمت کے جس فرد کی نماز کا وقت (جہاں بھی) ہوجائے وہ اسے ادا کرلے۔'' [صحيح البخاري:۴۳۸، صحيح مسلم:۵۲۱] اور بیمار صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرمایا: « صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلی جنب» ''کھڑے ہوکر نماز پڑھیے، اگر اتنی طاقت نہیں تو بیٹھ کر اور اگر اتنی بھی طاقت نہیں تو پہلو پر لیٹ کر پڑھ لیجئے۔'' [صحيح البخاری:۱۱۱۷ والترمذی:۳۷۲، والارواء:۲۹۹]

آسانی کے اس تسلسل کو بڑھاتے ہوئے یوں حکم فرمایا: «إذا اشتد الحرّ فأبردوا بالصلاة» ''جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرلیا کرو۔'' [صحيح البخاری:۵۳۶، صحيح مسلم:۶۱۵]

اور اُمت کے لیے نفلی عبادات میں آسانی کا عملی اُسوہ بھی پیش کیا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''رأیت النبی ﷺ یصلی علی راحلته حیث توجهت به'' [صحيح البخاري:۱۰۹۳] ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر نماز پڑھ رہے تھے، سواری جدھر کا بھی رخ کر لیتی۔'' بلکہ اُمت کی آسانی اور سہولت کا خیال کرتے ہوئے بارش اور ٹھنڈی راتوں میں آپ مؤذن کو حکم فرماتے کہ اذان کے آخر میں کہہ دو ''ألا صلوا فی الرحال'' ''اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔'' [صحيح البخاري:۶۶۶] اور معاشرتی زندگی میں سہولت کو فروغ دینے کے لیے عورت کے مخصوص ایام میں اُمت کو یہودیوں کی شدت سے بچاتے ہوئے یوں رہنمائی فرمائی: « اصنعوا كل شيء إلا النكاح» ''سوائے مجامعت کے تم قربت کرسکتے ہو۔'' [صحيح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم:۳۰۲،ابن ماجه:۲۴۴] حتیٰ کہ آسانی اور سہولت کی انتہا اس فرمان سے کردی۔ «إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تكلم به» ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات سے اس وقت تک تجاوز کیا ہے جب تک کہ وہ زبان پر نہ آئیں یا اس کے مطابق عمل نہ کرلیا جائے۔'' [صحیح البخاري:۲۳۹۱، ۴۹۶۸، ۶۲۸۷، صحیح مسلم:۳۲۷، ۳۲۸، سنن أبوداؤد:۲۲۰۹،سنن الترمذي:۱۱۸۳،سنن النسائی:۳۴۳۴، ۳۴۳۵، سنن ابن ماجه:۲۰۴۰،۲۰۴۴] اسی طرح استعاذہ کے مختلف الفاظ، نماز میں رفع الیدین کرنے کی کیفیات، سینے پر ہاتھ باندھنے کے مختلف طریقے، تشہد میں بیٹھنے کی کیفیات اور درود پڑھنے کے متنوع صیغے دین اسلام کی آسانی کا بین ثبوت ہیں۔

الغرض جہاں آسانی کے متنوع پہلوؤں کو پیش کیا وہاں ان کے منبع و مصدر قرآن مجید کو آسانی کا مظہر بنایا اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے۔'' اور لسانی ادائیگیوں کی کلفتوں کو امت کے لیے تسہیلات میں بدلنے کے لیے ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ﴾ ''پس بے شک اس قرآن کو ہم نے آپ کی زبان کے ساتھ آسان کردیا ہے،'' کہہ کر پوری انسانیت کی آسانی کے لیے جبریل علیہ السلام کو اس وقت بھیجا جبکہ قرآن مجید ابتدائی تنزلات کی وادیوں کو طے کررہا تھا جس نے آکر کہا:

«إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرف۔ فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتي لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرفين فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتي لا تطيق ذلك ثم جاء ه الثالثة فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتي لا تطيق ذلك ثم جاء ه الرابعة فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على سبعة أحرف فأيما حرف قرؤا عليه فقد أصابوا» [صحیح مسلم:۱۹۰۳،۱۹۰۴سنن أبوداؤد: ۱۴۷۸، سنن الترمذي:۲۹۴۳، سنن النسائی: ۹۳۹، تحفة الأشراف:۱۰۵۹۱،۱۰۶۴۲]

''اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں کیوں کہ میری اُمت ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی اُمت کو دو حروف پر پڑھایئے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں، کیونکہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ جبریل علیہ السلام تیسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی اُمت کو تین حروف پر قرآن کریم پڑھایے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر چوتھی مرتبہ جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو سات حروف پر پڑھائیں اور جس حرف پر وہ پڑھیں گے، درستگی کو پالیں گے۔''

چنانچہ حکم ربانی کے تحت آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ حروف سکھلائے جنہوں نے نماز اور خارج نماز میں اس کو معمول بنایا جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان فی حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراته فإذا هو يقرأ علی حروف كثيرة لم يقرئنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره فی الصلوٰة فتصبرت حتی سلم......»

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''میں نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت ایسے حروف پر کرتے سنا، جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں انہیں نماز میں ہی کھینچ لیتا۔ پھر میں نے صبر کیا، حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا۔''

میں نے ان سے اس بارے میں تکرار کی۔ پھر جب ہم یہ مسئلہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمارا مؤقف سننے کے بعد فرمایا: «إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه» ''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، ان میں سے جو میسر ہو اس کے مطابق پڑھ لو۔'' [صحيح البخاري:۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۲۴۱۹، ۶۹۳۶، ۷۵۵۰،صحيح مسلم:۱۸۹۶، ۱۸۹۷،سنن أبوداؤد:۱۴۷۵،سنن الترمذي: ۲۹۴۳،سنن النسائی:۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷،تحفۃ الاشراف:۱۰۵۹۱، ۱۰۶۴۲]

اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كنت في المسجد فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه فلما قضينا الصلوٰة دخلنا على رسول الله ﷺ فقلت إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه ودخل آخر فقرأ سوىٰ قراءة صاحبه فأمرهما رسول الله ﷺ فقرأ فحسن النبي ﷺ شأنهما......» [صحيح مسلم:۱۹۰۱، ۱۹۰۲، مسند أحمد:۱۲۷/۵]

''!''میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آیا اور نماز پڑھنے لگ گیا۔ اس نے ایسی قراءت کی جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے اس سے بھی مختلف طریقے سے پڑھا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان دونوں نے ایسی مختلف قراءات کی ہیں جن کا مجھے علم نہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جب دونوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے ہر ایک کی قراءت کو سراہا۔''

اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا واسطہ دے کر فرمایا: کون ہے جس نے آپ ﷺ سے «أنزل القرآن على سبعة أحرف كلها شاف كاف» ''قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اس کا ہر ہر حرف شافی و کافی ہے۔'' کے الفاظ سنے ہیں: « فقاموا حتى لم يحصوا فشهدوا أن رسول الله ﷺ قال أنزل القرآن على سبعة أحرف كلها شاف كاف فقال عثمان: وأنا أشهد»

''تو اتنا بڑا مجمع کھڑا ہو گیا کہ اس کا شمار ناممکن تھا۔ سب نے اس بات کی گواہی دی کہ واقعی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اس کا ہر ہر حرف شافی و کافی ہے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی تمہارے ساتھ اس بات پر گواہ ہوں۔'' [مجمع الزوائد:۱۵۳/۵]

حتیٰ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«أنزل القرآن على سبعة أحرف المراء في القرآن كفر ثلاث مرات فما عرفتم منه فاعملوا وما جهلتم منه فردوه إلى عالمه» [مسند أحمد:۳۰۰، صحيح ابن حبان:۷۳، فضائل القرآن:۶۳]

''قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے قرآن کے بارے میں جھگڑا کرنا کفر ہے، یہ تین مرتبہ فرمایا، پس جو تم جان لو اس پر عمل کرو اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کو اس کے علم رکھنے والے کی طرف لوٹا دو۔''

اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: القراءة سنة متبعة يأخذها الآخر عن الأول ''قراءت سنت متواترہ ہے جس کو خلف سلف سے اخذ کرتے ہیں۔'' [كتاب السبعة:ص۵۰، ۵۱] اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إن من كفر بحرف منه فقد كفربہٖ كلہٖ ’’جس نے ایک حرف کا انکار کیا اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔‘‘
[تفسیر طبری:۱/۵۴، الابحاث:۱۸، نکت الانتصار از باقلانی:۳۶۴]

چنانچہ مذکورہ بالا دلائل کے تناظر میں قراءات توقیفی اور متواتر ہیں اور ان کا انکار قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار کرنے والا کفر کا ارتکاب کرنے والا ہے۔اس لیے اس میں جھگڑنا بھی جائز نہیں۔ بلکہ ان کو تسلیم کرنا اور ان کی فہم وبصیرت کے لیے قرآنی علماء و ماہرین کی طرف لوٹانا ہی قرین قیاس اور صراط مستقیم ہے۔ اسی صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إن القراء ات توقيفية وليست اختيارية ’’قراءات توقیفی ہیں نہ کہ کسی کی اپنی اختیار کردہ ہیں۔‘‘ بلکہ فرماتے ہیں کہ: وقد انعقد الإجماع على صحة قراء ة هؤلاء الأئمة وإنها سنة متبعة ولامجال للاجتهاد فيها ’’قراء عشرہ کی قراءات کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور قراءات توقیفی اور متواتر ہیں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔‘‘ [البرہان فی علوم القرآن:۱/۲۲۲۔۳۲۱] اور امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كل ماصحّ عن النبى ﷺ من ذلك فقد وجب قبوله ولم يسع أحد من الأئمة ردّه ولزم الإيمان به وإن كله منزل من عند الله إذا كل قراء ة منها مع الأخرى بمنزلة الآية مع الآية يجب الإيمان بها كلها واتباع ما تضمنته من المعنى علما و عملا۔ ’’ان قراءات میں سے جو بھی نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں، ان کو قبول کرنا واجب ہے۔ کسی بھی امام نے ان کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں کی ہے اور ان پر ایمان لانا لازم ہے کہ وہ تمام کی تمام منزل من اللہ ہیں۔

اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے (یوں کہا جائے گا کہ) ہر قراءت دوسری قراءت کے لیے ایسے ہی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے ساتھ، ان تمام پر ایمان لانا لازم ہے۔ یہ قراءات جن معانی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں علمی اور عملی طور پر ان کی اتباع کرنا ضروری ہے۔‘‘ [النشر:۱/۵۱، مجموع الفتاویٰ:۱۳/۳۹۱] اور امام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومضت الأعصار والأمصار على قراء ة السبعة بل العشرة وبها يصلى لأنها تثبت بالإجماع ’’قراءات عشر کے ثبوت پر زمانوں کے زمانے اور شہروں کے شہر گزر چکے ہیں اور ان قراءات کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی، کیونکہ ان کے ثبوت پر اجماع ہے۔‘‘ [أبحاث فی القراء ات:ص۲۵] اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’لم ينكر أحد من العلماء قراء ة العشرة‘‘ ’’علماء میں سے کسی نے بھی قراءات عشر کا انکار نہیں کیا۔‘‘ [منجد المقرئین:ص۱۲۹] اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من أنكر آية من كتاب الله وعاب شيئا من القرآن أو أنكر كلمة أو قراء ة متواترة أو زعم أنها ليست من القرآن كفر إذا كان كونه من القرآن مجمعا عليه ’’جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کا انکار کیا، اس میں عیب نکالا یا کسی کلمہ یا قراءت متواترہ کا انکار کیا یا اس نے گمان کیا کہ وہ قرآن نہیں تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔‘‘ [الفقہ الأکبر:۱۶۷]

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أجمع المسلمون على أن من نقص حرفا قاصدا بذاك أو بدل بحرف مكانه أو زاد فيه حرفا مما لم يشتمل عليه المصحف الذى وقع عليه الإجماع أنه كافر‘‘

[الشفاء فی التعریف بحقوق المصطفیٰ:۲/۶۴۷]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید سے قصداً ایک حرف ناقص کیا یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدلا یا اجماع امت سے ثابت ہونے والے مصحف پر ایک حرف کی زیادتی کی تو وہ کافر ہے۔‘‘

علماء کے فتاویٰ کی روشنی میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے کہ قراءات اپنی تمام کیفیات کے ساتھ اُمت اسلامیہ کے استنادی اور عملی تواتر سے ثابت ہیں۔ مستشرقین اور ان سے متاثر فکری کج روی کا شکار ہونے والے افراد گمراہی و ضلالت کی راہ پر ہیں اور قراءات کا انکار کر کے خطرناک جرم کے مرتکب ہونے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنا اور ان کے فکر کو بے نقاب کر کے درست راہ کی راہنمائی کرنا جہاں دین اسلام کی عملی حمایت ہے وہاں ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ کی تعبیر بھی ہے۔ اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور قیامت کے دن صاحب قرآن کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

لجنة الإفتاء

قاری محمد ابراہیم میر محمدی	(رئیس كلية القرآن والتربية الإسلامية، پھول نگر، قصور)
قاری صہیب احمد میر محمدی	(مدير كلية القرآن والتربية الإسلامية، پھول نگر، قصور)
الشیخ محمد اجمل بھٹی	(شيخ الحديث كلية القرآن والتربية الإسلامية، پھول نگر، قصور)
الشیخ محمد اکرم بھٹی	(شيخ التفسير كلية القرآن والتربية الإسلامية، پھول نگر، قصور)

[۳]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد فأقول وبالله التوفيق

صورت مسؤلہ میں قراءات قرآن سبعہ وعشرہ کا وجود قراء علماء اور ائمہ قراء کی آراء پر موقوف نہیں ہے بلکہ اَحادیث صحیحہ سے یقینی اور قطعی طور پر بلاشبہ ثابت ہے۔ محدثین رحمہم اللہ نے اس پر باقاعدہ اَبواب قائم کئے ہیں اور اَسانید صحیحہ متصلہ سے ان موجودہ متعددہ قراءت کو مدلل اور مبرہن کیا ہے۔ چنانچہ کتب صحاح میں سے جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، سنن نسائی اور مسند احمد جیسی اہم کتب حدیث میں متعدد قراءات اَسانید صحیحہ سے ثابت ہیں اور ائمہ سے مروی قراءات سبعہ وعشرہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جم غفیر یعنی تقریباً ۲۴ صحابہ ان کے رواۃ میں سے ہیں۔ جامع صحیح بخاری اور دوسری کتب اَحادیث میں سورۃ الفرقان کی قراءات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا۔ قراءت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے، اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور دعویٰ دائر کیا کہ اس کی قراءت قراءتِ نبوی نہیں ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہشام کو چھوڑ دو اور ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم وہ قراءت پڑھو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہشام رضی اللہ عنہ نے جب وہ قراءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھی جس کو سن کر میں سمجھا تھا کہ یہ قراءت نبوی نہیں ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كذلك أنزلت پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ إقراء يا عمر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فقرأت القراءة التی أقرأني فقال كذلك أنزلت إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ماتيسر منه [جامع صحيح البخاری، باب أنزل القرآن علىٰ سبعة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أحرف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت فتح الباري :۹/ ۲۳]
نیز صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۸۹۴، ۱۸۹۷ اور سنن ابی داؤد میں امام صاحب نے باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف کا باقاعدہ باب باندھا ہے اور اس میں متعدد اَحادیث سے قراءت متعددہ ثابت کی ہیں۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد مع عون المعبود: ۱/ ۵۴۹ اور اسی طرح صحاح میں سے سنن نسائی : ۱/ ۱۱۵۔ اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب القراءۃ میں نیز امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کتاب الحروف والقراءات کے نام سے باب قائم کیا ہے جس میں سبعہ اَحرف سے متعلقہ اَحادیث کا اندراج کیا ہے۔ بہرحال موجودہ قراءات اَئمہ قراء کے قیاس، ان کے اجتہادات اور آراء کی مرہونِ منت نہیں ہیں بلکہ اَحادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہیں۔ اَجلہ صحابہ اس کے رواۃ ہیں، چنانچہ قرآن کے بہت بڑے قاری اُبی بن کعب، ابن عباس، عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن عفان، عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، ابوہریرہ اور ام ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہم جیسی عظیم شخصیات سے ثابت ہیں۔ قراءات متعددہ والی اَحادیث تواتر لفظی کے ساتھ ثابت ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بڑی محنت کر کے ان سب کو جمع کیا ہے اور نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے حصول المأمول کے ص ۳۵ میں بیان کیا ہے کہ قد ادعی أهل الأصول تواتر كل واحد من السّبع والعشر.

اسی طرح امام زرکشی رحمہ اللہ البرهان في علوم القرآن: ۱/ ۲۲، ۳۲۱ میں بیان کرتے ہیں:
وقد انعقد الإجماع على حجيّة قراء ة القراء العشرة وإن هذه القراء ات، سنة متبعة لا مجال للاجتهاد فيها، وقال: القراء ات توقيفية وليست اختيارية خلافاً للجماعة

علامہ غزالی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: حد الكتاب ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهورة نقلاً متواتراً [المستصفی: ۱/ ۱۵۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: لم ينكر أحد من العلماء القراء ات العشر
[ملاحظہ ہو مجموع الفتاویٰ: ۳/ ۳۹۳]

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقه الأکبر میں لکھتے ہیں:
فالمتواتر لا يجوز إنكاره لأن الأمة الإسلامية قد أجمعت عليه وتواتر القراء ات من الأمور الضرورية التي يجب العلم بها [شرح فقه الأكبر، ص ۱۶۷]

علامہ خطابی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں:
إن أصحاب القراء ات من أهل الحجاز والشام والعراق كل منهم عزا قراء ته التي اختارها إلىٰ رجل من الصحابة قرأها على رسول الله ﷺ لم يستثن من جملة القرآن شيئاً
[الاعلام: ۲/ ۳۷۳]

نیز عظیم مفسر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ نے قراءت کے بارے میں لکھا ہے:
وقد أجمع المسلمون في هذه الأعصار على الاعتماد على ما صحّ عن هؤلاء الأئمة مما رووه من القراء ات وكتبوا فى ذلك مصنفات فاستمر الاجماع على الصواب وحصل ما وعد الله به من حفظ الكتاب وعلى هذا الأئمة المتقدمون والفضلاء المحققون.
[ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی: ۱/ ۴۶]

نیز حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموعہ فتاویٰ جلد ۱۳ صفحہ ۴۰۲ میں لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب تنوع القراء ات فيما احتمله خط المصحف هو تجويز الشارع وتسويغه في ذلك لهم إذ مرجع ذلك إلى السنة والإجماع لا إلى الرأي والابتداع

اور حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واتفقوا أن كل ما في القرآن حق وأن من زاد فيه حرفا ما أو غير قراء ات المروية المحفوظة المنقولة نقل الكافة أو نقص منه حرفاً أو غير فيه حرفا مكان حرف وقد قامت عليه الحجة أنه من القرآن فتمادى متعمداً لكل ذلك عالما بأنه بخلاف ما فعل فإنه كافر . [ملاحظہ مراتب الإجماع: ص۱۷۴]

کہ کوئی شخص بھی قرآن میں کسی ایک حرف کا اِضافہ کرے یا ان قراءت کو جو تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے نقل ہوچکی ہیں تبدیل کرے یا کوئی حرف کم کرے یا کسی حرف کی تبدیلی کرے جس حرف کے قرآن ہونے کی دلیل قائم ہوچکی ہو اور عمداً ایسا کرے تو وہ کافر ہے، اسی طرح علامہ ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ أن الإجماع منعقد على من زاد حرفاً وحركة في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرّا على ذلك يكفّر یعنی اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو شخص قرآن ایک حرف کا، حرکت کا اضافہ یا کمی کرے اور اس پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔

بہرحال جو لوگ سبعہ وعشرہ قراءات جو کہ حدیث متواترہ کے ساتھ ثابت ہوچکی ہیں اور نمازوں میں پڑھی جاتی رہیں اور اس پر زمانے بیت گئے جانتے ہوئے ان کا علم رکھتے ہوئے ان میں سے کسی ایک قراءت کا انکار کرے تو یہ پورے قرآن کے انکار کرنے کے مترادف ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی ایک پیغمبر کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب کے مترادف ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ [سورہ شعراء]

''کہ اللہ کے سچے نبی نوح علیہ السلام کی تکذیب کو تمام نبیوں کی تکذیب کہا گیا۔''

اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک نبی کی بھی تکذیب کرے گویا کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مکذب ہے اسی طرح تواتر کے ساتھ نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ قراءات ہیں کہ بعض قراءات کو مانتا اور بعض کا انکار کرتا ہے تو وہ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ کا مصداق ہے۔ أعاذنا منه یعنی جیسا کہ یہود ونصاریٰ اور خواہش پرست گروہوں نے قرآن کے بعض حصوں کو مانا اور بعض کا انکار کیا یہ لوگ اسی کے مصداق ہیں کہ ان لوگوں نے ان قراءت کے ساتھ اتفاق کیا جو ان کی آراء کے مطابق تھیں اور ان کا انکار کیا جو ان کی آراء کے مخالف تھیں۔

بہرحال سبعہ قراءات منزل من اللہ ہیں جو اختلاف لغات اور لہجات پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے إتحاف فضلاء للدمياتي: ۱/۹ میں تفصیل سے لکھا ہے اور وہ سات قراءتیں جو کہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے لکھی ہیں اور وہ تین جو کہ ابوجعفر خلف اور یعقوب رحمہم اللہ سے منسوب ہیں یہ سب قراءات متواترہ ہیں ان میں سے کسی سے انحراف کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام رسول اللہ ﷺ پر منزل من اللہ ہیں ان میں کسی قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرنا تو اللہ تعالیٰ کی اس محقق مؤکد خبر ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ جب کہ تمام مسلمان اہل سنت کے نزدیک اللہ کی خبر میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ان قراءات میں سے بعض کا انکار کرنا یہ اہل اسلام خواص وعوام کسی مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں ہے اور یہ اہل ایمان کے راستے کے خلاف ہے۔ لہٰذا قراءاتِ قرآنیہ اور قرآن مجید کو پڑھنے کے مختلف لہجات جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان پر اُمت کا اجماع ہوچکا ہے اب کوئی شخص ان تمام یا کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ بالاجماع ضال اور سبیل المؤمنین کا تارک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصّواب .

مولانا عبداللہ امجد چھتوی

(شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ السلفیۃ ستیانہ بنگلہ،فیصل آباد)

[۴]

سوال نمبر۴: مروجہ قراءات کے بارے میں کیا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت موجود ہے؟

الجواب: اَحادیث مبارکہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ قرآن مقدس سات حروف پر نازل ہوا ہے جس کے اوّلین مخاطب عرب قبائل بالعموم ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور اُمی تھے۔الفاظ کی ادائیگی میں ہر زبان میں ایسا ہوتا ہے کہ اس زبان کے دائرہ میں رہنے والوں کے لہجے میں فرق ہوتا ہے اور بعض معانی کے اظہار میں الفاظ بھی مختلف ہوجاتے ہیں۔بعض قبائل ایسے بھی تھے جو دوسرے قبیلے میں مروّجہ حروف اَدا نہیں کرسکتے تھے۔آسانی کے لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کو سبعہ اَحرف پر نازل کیا اور ان میں جو آسان لگے اس کے مطابق قراءت کی اِجازت دی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ سورۃ الفرقان کی تلاوت کررہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ان کی قراءت میں کئی حروف ایسے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔آپؐ نے دونوں سے سورۂ فرقان کی قراءت سنی اور دونوں کی قراءت کے بارے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے اور فرمایا: «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُ وا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ »

''یعنی قرآن سات حرفوں پر اُتارا گیا ہے ان میں سے جو آسان لگے پڑھو۔'' [صحيح البخاري:۴۹۹۲]

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إن رسول الله ﷺ قَالَ أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتّٰى انْتَهى إِلىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ [ایضاً: رقم ۴۹۹۱]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر پڑھایا، میرے طلب کرنے اور مراجعت پر سات حروف تک بڑھا دیا۔''

سات حروف پر نزول کی اَحادیث درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں:

عمر، عثمان، ابن مسعود، ابن عباس، ابوہریرہ، ابوجہم، ابوسعید خدری، ابن طلحہ الانصاری، ابی بن کعب، زید بن ارقم، سمرۃ بن جندب، سلمان بن صرد، عبدالرحمٰن بن عوف، عمرو بن ابی سلمہ، عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابوبکرۃ، ہشام بن حکیم، انس، حذیفہ، اُم ایوب رضی اللہ عنہم [مناهل العرفان في علوم الدين:۱/۱۳۲]

ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''سات حروف سے مراد قراءِ سبعہ کی قراءات نہیں ہیں۔ مذکورہ قراءات کو سب سے پہلے تیسری صدی کے اِمام ابوبکر بن مجاہد رحمہ اللہ نے جمع کیا۔مسلمانوں میں اس پر اتفاق ہے کہ جن سات حروف پر قرآن کا نزول ہوا تھا ان میں معنیٰ کا تناقض یا تضاد نہیں بلکہ ایک ہی معنی کے (مرادف) الفاظ تھے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے توضیح یوں کی: جیسا کہ تم کہو اقبل ، ھلم ، تعال ، اھ [الفتاویٰ:۱۳/۳۹۰]

اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ بعض معانی کی اَدائیگی میں عرب لغات مختلف تھیں اسی طرح بعض حروف کے لہجے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اختلاف تھا۔

علامہ مناع القطان لکھتے ہیں:

''سبعہ احرف سے عرب کی سات لغات مراد ہیں جو کہ ایک معنی پر دال ہیں۔ ادلہ صحیحہ اسی رائے کو درست ثابت کرتے ہیں اور یاد رہے ان حروف میں پڑھنے والے کی رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سنے ہوئے الفاظ پر ہی قراءت ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت تھی کہ اس بارے اختلاف اور انکار نہ کیا جائے۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی نسل اور نئے مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے اختلافات نمایاں ہونے لگے اور کئی مواقع پر محسوس کیا گیا کہ کسی ایک حرف پر امت کو اکٹھا کیا جائے۔'' [مباحث في علوم القرآن ص۱۶۲]

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ فتح آرمینیا اور آذربائیجان کے غزوات میں شریک ہو چکے تھے۔ عرض کی عثمان رضی اللہ عنہ! اُمت کو اختلاف سے بچالو، یہود و نصاریٰ کی طرح ان میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ صحف منگوائے (جو زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مدوّن کئے تھے) اور زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس کے متعدد نسخے تیار کرو۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے (مؤخر الذکر) تینوں قریشیوں کو حکم دیا کہ تمہارے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کی صورت میں 'لسان قریش' میں لکھو کہ ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔

[صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب جمع القرآن]

اب چند ایک اَمثلہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ويقرأ مرساها و مجراها و مجريها و مرسيها﴾ (تفسیر سورہ ہود) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سورہ یوسف کی آیت میں ﴿حَتّىٰٓ إِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا﴾ پڑھتی تھیں۔ نیز فرماتے ہیں: ﴿وقال فَرَضْنَاهَا أنزلنا فيها فرائض مختلفة ومن قرأ فَرَّضْنَاهَا يقول فرضنا عليكم وعلى من بعدكم﴾

اس اختلاف میں لہجات کا اختلاف بھی آتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: هل أتاك حديث موسىٰ میں اتی اور موسیٰ میں بعض امالہ کرتے ہیں اور بعض فتح پڑھتے ہیں اسی طرح اظہار و ادغام، ہمز و تسہیل اور اشام وغیرہ میں لہجات کا اختلاف ہے، اس تنوع کی اجازت ایک حقیقت ثابتہ تھی جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب نزول القرآن بلسان قريش والعرب قرآنا عربيا بلسان عربي مبين" میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک بڑی تعداد نے قرآن پاک کی سورتیں لکھ رکھی تھیں ہر ایک نے وہی قراءت لکھی جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ مختلف حروف منزلہ کے مصاحف میں رہنے سے اختلاف کی خلیج وسیع ہو سکتی تھی۔ بناء بریں عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ختم کر کے ایک 'المصحف' پر متفق کیا اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو گیا۔

عثمانی صحیفہ 'الامام' میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو مختلف حروف منزلہ اور لہجات رسم میں آ سکیں۔ لغت قریش پر تحریر کردہ 'المصحف' کے بارے ائمہ کرام قراء کی خدمات وقیع ہیں۔ جس طرح فہم قرآن مقدس کے لیے لغت عرب کا تحفظ ہوا ہے اور علوم حرف، نحو اور بلاغہ مدون ہوئے ہیں جن سے علی وجہ البصیرۃ الفاظ کی تصریف کی درستی، جملوں کی ترکیب کی تصویب اور وجوہ اعجاز کا تعین سمجھا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اَدائیگی حروف قرآن کے حوالے سے قراء کی خدمات وسیع اور وقیع ہیں۔ یاد رہے کہ قراء سبعہ یا عشرہ ان قراءات کے بانی نہیں ہیں اَدائیگی حروف کے یہ انداز بہت پہلے سے جاری تھے۔ ان کی مساعی جمیلہ کے حوالے سے قراءات کا انتساب ان کی طرف ہوا ہے۔

اس بارے میں امت کا اجماع ہے کہ درست قراءت کے لیے تین شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

① وہ قراءت عربیہ کے موافق ہو۔

② عثمانی مصاحف کے موافق ہو۔

③ اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک صحیح ہو۔

دیکھئے: ﴿ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ میں أرجلکم کا منصوب پڑھنا یا مجرور۔
﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ میں یطھرن کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھنا۔

یہ چند اَمثلہ ہیں عربیت، عثمانی مصحف اور صحت استناد سے قراءات ثابت شدہ ہیں اور ہر ایک میں معانی مختلفہ ہیں جن میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

﴿أرجلکم﴾ بفتح اللام میں پاؤں دھونے کا حکم ہے تو ﴿ أرجلِکم ﴾ بکسر اللام میں موزوں پر مسح کا حکم نکل سکتا ہے۔ اور یطھرن بالتشدید میں طہارت کے ساتھ غسل کی اہمیت کا اشارہ بھی ہے۔

البتہ مصاحف عثمانی کے کلمات سے ہٹ کر دوسرے ہم معنی الفاظ کی قراءت درست نہیں کہ ان کا تواتر ثابت کرنا مشکل ہے۔ اور جن کلمات میں متنوع قراءتیں رسم صحیفہ عثمانی سے مطابقت رکھتی ہیں ان پر اجماع ہے کہ پڑھنا درست ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ [فتح الباری شرح صحیح البخاري میں ہے: ۳۰/۹]

حق یہ ہے کہ المصحف میں جمع شدہ کے بارے قطعی طور پر یقین ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور جسے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا اس میں بعض حروف سبعہ ہیں، سب نہیں اور اس کے علاوہ قراءات میں جو نقوش محررہ کے موافق نہیں اور جنہیں سہولت کے لیے پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اختلاف ہونے لگا اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کو کفر کی نسبت دی جانے لگی۔ تو سب نے اسی کو اختیار کر لیا کہ جس لفظ کے لکھنے کی اجازت دی گئی ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس ایک حرف پر اقتصار اس طرح ہے جیسا کہ چند خصلتوں کے اختیار کی صورت میں ایک کو اپنا لیا جائے کہ سب وجوہ پر قراءت واجب نہیں تھی بلکہ رخصت کے طور پر تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے یہ الفاظ اس پر دال ہیں: ''فاقرأوا ما تیسر منه . الحدیث''، یعنی ان حروف میں سے جو آسان لگے پڑھو۔'' امام طبری رحمہ اللہ نے اس کی بہت تفصیل ذکر کی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء و سلف ائمہ کا یہی کہنا ہے کہ سبعہ اور عشرہ قراءات جو سبعہ حروف میں سے ایک حرف پر ہیں۔ اور وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ (اللہ کی طرف سے نازل کردہ) سات حروف ایک دوسرے کے متضاد نہیں بلکہ بعض حروف دوسرے حروف کی تصدیق کرتے ہیں۔ خط مصحف (عثمان) کے دائرے میں آنے والی قراءات کی اجازت شارع علیہ السلام نے دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لیے کہ ان کا مرجع سنت اور اتباع ہے محض رائے اور ابتداع نہیں۔'' [الفتاویٰ :۴۰۱/۱۳]

سوال نمبر۲: اس سلسلہ میں اسلاف اُمت کی رائے کیا ہے؟

الجواب: بعض آراء کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس پر ایک مبسوط رائے تحریر کی ہے، لکھتے ہیں:

علماء کی ایک تعداد نے صراحت کی ہے کہ یہ قراءاتیں جو قراء سبعہ کی طرف منسوب ہیں یہ وہ سات حروف نہیں ہیں جن کی قراءت کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وسعت دی گئی تھی یہ ان سات میں سے ایک حرف کی طرف راجع ہیں یعنی جس حرف پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کو جمع کیا ابن الناس وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ مشہور قراءتیں ہیں جنہیں ائمہ قراء نے اختیار کیا ہے اور ہر ایک کا انتخاب ان کے نزدیک احسن اور اولیٰ کا ہے، ان کے اختیار کردہ کی نسبت ان کی طرف ہوگئی ہے اور ان میں سے کسی نے بھی دوسرے کے طریق قراءت کو ممنوع قرار نہیں دیا اور نہ ہی انکار کیا ہے بلکہ اسے بھی درست اور جائز قرار دیا۔ اسی وجہ سے دو دو اور زیادہ کا انتخاب بھی (بعض الفاظ میں) مروی ہے اور سب صحیح ہے۔

ان ادوار میں مسلمانوں کا اجماع رہا ہے کہ ائمہ قراء سے مرویہ قراءات صحیحہ پر ہی اعتماد کیا جائے۔ اس طرح قرآن کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ ائمہ متقدمین اور محقق فضلاء کا نظریہ یہی ہے جیسا کہ ابوبکر بن الطیب رحمہ اللہ اور طبری رحمہ اللہ وغیرہ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گزشتہ اَدوار میں تمام شہروں میں سبعہ قراء کی قراءت پر اتفاق رہا ہے، اسی کے مطابق نماز کی ادائیگی ہوتی رہی ہے کہ یہ قراءتیں بہ اجماع ثابت شدہ ہیں۔

[مقدمه جامع أحكام القرآن:۴۶/۱]

ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن اللہ کا کلام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ دفتین کے مابین لکھا ہوا ہے اور وہ امت میں متواتر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے بعض الفاظ (سب اللہ کی طرف سے نازل کردہ) کے اختلاف اور مختلف لہجات کے ساتھ روایت کیا اور نقل کیا۔ اور بالآخر اداء و مخارج کے اعتبار سے سات قراءتیں مقرر ہوگئیں جن کی نقل متواتر ہوتی آئی اور ہر قراءت پر ایک جم غفیر کی روایت نے شہرت پائی اور اُصولا سات قراءتیں معروف ہوئیں اور سات کے علاوہ کچھ قراءتیں بھی لاحق ہوئیں مگر وہ اتنی قابل اعتماد نہیں البتہ سات قراءتیں کتب میں معروف ہیں۔ اھ [مقدمہ ابن خلدون]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''نماز میں اور نماز کے علاوہ ان قراءات کا پڑھنا جائز ہے جو رسم مصحف کے موافق اور ثابت ہیں۔'' [الفتاوی:۴۰۳/۱۳]

سوال نمبر۳: جو لوگ قرآن مجید کی قراءات متواترہ کا انکار کردیے ہیں شرعی اعتبار سے ان کا کیا حکم ہے۔ امت کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔

الجواب: تفصیل بالا سے واضح ہے کہ قراءات متواترہ کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے کہ قرآن عظیم وہ کتاب ہے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور ائمہ قراء نے پڑھا اور جو دفتین میں محفوظ ہے۔ اس میں انداز قراءۃ کا تنوع ہے مگر معنی میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ بعض اوقات نئے معانی اور احکام بھی ان میں سمجھے جاتے ہیں لہٰذا کسی بھی ثابت شدہ قراءت کا انکار درحقیقت قرآن کا ہی انکار ہے، جو کہ کفر ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’قرآن سات حروف پر اتارا گیا ہے تم جس حرف پر پڑھو گے درست ہوگا، آپس میں الجھا نہ کرو، اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔‘‘ [مسند أحمد:۴/۲۰۴، ۲۰۵]

اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث [مسند أحمد:۱/۳۰۰] اور ابوجہم رضی اللہ عنہ کی حدیث [مسند أحمد:۴/۱۶۹] میں ہے سات حروف منزلہ میں سے کسی کا انکار اور اس میں جھگڑنا کفر ہے۔ جبکہ مصحف عثمانی میں ایک حرف کی متنوعہ قراءات جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور مختلف قبائل کے اداء الفاظ کی بنیاد پر رسم عثمانی میں محفوظ کردی گئی ہیں اس کا انکار کفر کیوں نہ ہو۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اداء لفظ میں تنوع صفات اسے ایک لفظ ہونے سے خارج نہیں کرتیں لہٰذا وہ حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام اور ائمہ نے کسی ایک معین قراءت کی پابندی کو ضروری نہیں قرار دیا بلکہ اگر کسی کے پاس شیخ حمزہ یعنی اعمش رحمہ اللہ کی قراءت یا یعقوب بن اسحق حضرمی رحمہ اللہ کی قراءت ہو یا حمزہ اور کسائی کی اور اسکے مطابق قراءت کرے اسی میں کسی کا بھی نزاع اور اختلاف نہیں ہے۔ [الفتاویٰ:۱۳/۳۹۳]

مولانا محمد رفیق اثری

(شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ، جلال پور پیروالہ، ملتان)

[۵]

سبعۂ اَحرف اور قراءاتِ عشرہ متواترہ ہی قرآن کریم ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وبعد

قرآن کریم فرقانِ حمید وحی الٰہی ہے، اس کے الفاظ و معانی، حروف وکلمات، جملے اور ترکیبات کلام اللہ اور اعجاز ربانی میں ایک مخلص مومن کو مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ وہ جس طرح لوح محفوظ میں حفاظت الٰہی میں تھا، اسی طرح بیت العزۃ میں نازل ہوا، بعینہٖ اسی طرح حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اسے حضرت محمد ﷺ کے قلب اَطہر پر نازل کیا اور آپ ﷺ نے بکمال و تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنایا اور اسی کے مطابق آج تک پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے، اس کے اندر کسی قسم کی کمی بیشی انسان کے بس میں ہی نہیں ہے۔

قرآن پاک تاقیامت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے، اس کے حصول کا ذریعہ اصلاً تلقی باللسان اور حفاظت اہل علم و ایمان کے پاکیزہ سینوں میں محفوظ ہے، فرمایا: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر:۹]

’’یقیناً ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴾ [القیامۃ:۱۸]

’’بے شک اس کو جمع کرنا اور اس کو پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ اس کی قراءت کی پیروی کریں۔‘‘

نیز فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴾ [العنکبوت:۴۹]

’’بلکہ یہ اہل علم کے سینوں میں محفوظ آیاتِ بینات ہیں، اور اس کی آیتوں کا انکار تو صرف ظالم ہی کرتے ہیں۔‘‘

اس کے اصل نظم اور اس کے اوصافِ ذاتیہ میں کمی بیشی اس کی حفاظت کے منافی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ